وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ○ (الاحزاب:58)

اُذْكُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ، وَكُفُّوْا عَنْ مَسَاوِئِهِمْ ۔ (ابوداؤد رقم 4900؛ ترمذی رقم 1019)

الموسوعۃ (انسائیکلوپیڈیا) (6)

امام الائمہ، سراج الامۃ، تابعی جلیل، امام المحدثین والفقہاء

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

پر جرح کے اصولی جوابات

تالیف

حضرت مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی حفظہ اللہ

فاضل جامعہ اشرفیہ، لاہور

دار النعیم

اردو بازار، لاہور۔ 4441805 -0301

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب	امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر جرح کے اصولی جوابات
مصنف	مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی حفظہ اللہ
صفحات	400
طبع اول	رمضان 1444ھ/ اپریل 2023ء
باہتمام	اعجاز احمد اشرفی حفظہ اللہ

(الموسوعه الحديثيه لمرويات الامام ابی حنيفة، ج1 ص129 تا152۔ جمعه واعده وعلق عليه: العلامه المحقق الشيخ لطيف الرحمن البهرائجی القاسمی۔ الناشر: دار الكتب العلمية۔ الطبعة: الأولى 1442ه-2021م۔ عدد المجلدات: 20۔ عدد الصفحات: 7816)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، امامِ اہل سنت، مُحیِ السُّنَّۃِ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا

محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۱۴۳۰ھ)

کے نام

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ان کے بلندئ درجات کا باعث بنائے۔ آمین!

اعجاز احمد اشرفی

سلسلۂ تَعْلِیمُ السُّنَّۃِ

1	ایمان وعقائد:	توحید وعقائدِ اہل السنت والجماعت
2	عبادات (1):	طہارت کے احکام
3	عبادات (2):	مسنون طریقۂ نماز
4	عبادات (3):	جنازہ کے احکام
5	عبادات (4):	زکوٰۃ کے احکام
6	عبادات (5):	روزہ کے احکام
7	عبادات (6):	حج کے احکام
8	معاشرت (1):	نکاح کے احکام
9	معاشرت (2):	طلاق کے احکام
10	معاشرت (3):	وراثت کے احکام
11	معاملات (1):	اسلامی تجارت کے احکام
12	معاملات (2):	حکمرانی اور عدلیہ کے احکام
13	معاملات (3):	جہاد کے احکام
14	حقوق (1):	حقوق رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم
15	حقوق (2):	حقوق العباد
16	حقوق وآداب (1):	آدابِ معاشرت
17	حقوق وآداب (2):	کھانے پینے کے احکام وآداب
18	حقوق وآداب (3):	لباس کے احکام وآداب
19	تصوف وسلوک (1):	تزکیہ واحسان
20	تصوف وسلوک (2):	تہذیب اخلاق وتزکیۂ نفس
21	تصوف وسلوک (3):	تصوف
22	تصوف وسلوک (4):	روحِ تصوف
23	تصوف وسلوک (5):	وحدت الوجود اور وحدت الشہود
24	تصوف وسلوک (6):	تصوف پر اشکالات کے جوابات
25	تصوف وسلوک (7):	اصطلاحاتِ تصوف
26	تصوف وسلوک (8):	شطحیاتِ صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم
27	تصوف وسلوک (9):	مقبول مسنون دعائیں
28	تصوف وسلوک (10):	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں اور وصیتیں

فہرست

باب9 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دیگر محدثین کرام رحمہم اللہ علیہم کی نظر میں

11

باب10

1

2

3

4

تمت بالخیر

پیشِ لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ کَبِّرْهُ تَکْبِیْرًا○ أَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا○ (الاحزاب:58)۔اذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ، وَكُفُّوا عَنْ مَسَاوِيهِمْ۔ (ابوداؤد رقم4900؛ ترمذی رقم1019) صدق اللہ العظیم

امیر المؤمنین فی الحدیث امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۱ھ) کا ارشاد ہے:

قَالَ الثَّوْرِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: ''عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِینَ تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ''۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ج2 ص1113 رقم2195)

ترجمہ صالحین کے تذکرہ سے (اللہ تعالیٰ کی) رحمت نازل ہوتی ہے۔

یہ کتاب بھی ایسی ہی ایک شخصیت کا تذکرہ ہے، جس کے متعلق علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَقِیهِ الْعَصْرِ وَعَالِمِ الْوَقْتِ، أَبِي حَنِیفَةَ، ذِي الرُّتْبَةِ الشَّرِیفَةِ، وَالنَّفْسِ الْعَفِیفَةِ، وَالدَّرَجَةِ الْمُنِیفَةِ: النُّعْمَانِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ زُوطَى، مُفْتِي أَهْلِ الْكُوفَةِ، وُلِدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَأَرْضَاهُ، وَأَنْفَذَ مَا أَوْضَحَهُ مِنَ الدِّینِ الْحَنِیفِيِّ وَأَمْضَاهُ۔ (مناقب الإمام أبي حنیفة وصاحبیه ص13)

اصحابِ علم وفن کے ہاں امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر ائمہ کا شمار بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں ہوتا ہے۔جس طرح قرآن، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک زندہ معجزہ اور خصوصیت ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سنتِ مطہرہ کو محفوظ و مامون بنانے

کے لیے حدیث کا شاندار ذخیرہ بھی حضور ﷺ کے خصائص میں سے ہے، اسی طرح ائمہ مجتہدین اور بالخصوص امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا وجود بھی حضور ﷺ کی شانِ ختمِ نبوت کا زندہ معجزہ ہے۔ تمام اہلِ علم اس پر متفق ہیں کہ اسلامی فقہ کی تدوینِ اولِ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی بلکہ خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم مجتہد، محدث نے فرمایا: ”قیامت تک جو شخص بھی دین کی سمجھ حاصل کرنا چاہے گا وہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فیضانِ علم کا محتاج ہوگا“۔ ان پاکانِ امت کی ہرادا نرالی اور ہر پہلو اتنا شاندار ہے کہ عظمتیں بھی یہاں رشک کر رہی ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امت کی ان عظیم اور عبقری شخصیات میں سے ہیں، جن کی زندگی اور خدمات کا ایک روشن باب ہے، انہوں نے تدوینِ فقہِ اسلامی کی صورت میں قانونِ اسلامی کا وہ عظیم تحفہ امت کو دیا ہے، جس کی نظیر نہیں پیش کی جاسکتی ہے، اس فقید المثال خدمت کی بنا پر امت قیامت تک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے احسانِ عظیم سے گراں بار رہے گی۔

احادیث میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مہارتِ تامہ، فقہ کی دقیقہ سنجی، سیاسی بصیرت، غیر معمولی حافظہ اور ذکاوت وذہانت، کامیاب اصولِ تجارت پر مشتمل آپ رحمۃ اللہ علیہ کی معاشی سرگرمیاں، زہد وتقویٰ اور تصوف وطریقت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نرالی شان، ان جیسی عظیم الشان اور غیر معمولی اہمیت کی حامل صفات سے آپ رحمۃ اللہ علیہ متصف تھے۔

یہی وجہ ہے کہ امت کے اخیار وابرار، محدثین عظام اور ائمہ جرح وتعدیل نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عبقریت اور تقویٰ وطہارت سے لبریز آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پاکیزہ زندگی کی شہادت دی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی زبانِ حق کی ترجمان اور جن کا صیقلِ قلم بے داغ اور بے غبار ہوا کرتا تھا، جن کے الفاظ نپے تلے اور عدل وانصاف کی ترازو میں تولے ہوئے ہوتے تھے۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فقہِ اسلامی کے مہرِ تاباں ہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ اس مقدس آسمان کے بدر وہلال اور شمس وقمر ہیں، جن کی روشنی اور تابانی سے آج تک امت کا سوادِ اعظم روشنی

حاصل کر رہا ہے، علمِ حدیث میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فنکارانہ مہارت کا حال یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ محدثین کے سرخیل وقدوہ شمار ہوتے ہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علمِ حدیث میں مختصر ہی سہی، لیکن وہ عظیم کارنامہ انجام دیا ہے کہ آج بھی محدثین آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نقشِ قدم کی پیروی کرتے ہیں، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ضیاء گستر اصولوں سے رہبری ورہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ بلاشبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم کے لقب کے مستحق تھے، اور امت نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس اعزاز سے نوازا، اور یہ لقب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام کا اس طرح جز بن گیا کہ جب بھی امام اعظم بولا جاتا ہے تو علم وتحقیق کی دریا کا ہر شناور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ہی مراد لیتا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جن کو دنیا امام اعظم کے عظیم لقب سے یاد کرتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت بڑی جامع الکمالات ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسے ایک بلند پایہ مجتہد، عظیم فقیہ، بلند مرتبت مفسر، بے مثل اصولی ومتکلّم، صوفی باصفا، ولی اللہ، عابد، متقی، پرہیزگار، مجاہد فی سبیل اللہ، عظیم مدبر اور زیرک سیاستدان تھے، ایسے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک جلیل القدر محدث اور پختہ کار حافظ الحدیث بھی تھے۔

کہتے ہیں: شخصیت جتنی عظیم ہوتی ہے اس کی مخالفت بھی اس قدر شدید ہوتی ہے اور اس کی آزمائش بھی اتنی ہی سخت ہوتی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مخالفت وعداوت اور آزمائش کی سخت ترین بھٹی سے گزرنا پڑا۔ صاحبانِ عزیمت کی طرح امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیک وقت دو سطحوں پر صبر وبرداشت کی بھاری سلوں کو اپنے سینہ مبارک پر اٹھایا۔ مخالفت کی ایک سطح ”بادشاہت“ کا روایتی حربہ تھا۔ چونکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں بنوامیہ کا خاتمہ اور بنوعباس کا آغاز ہوا۔ اس لئے بنوامیہ کے آخری بادشاہ مروان بن محمد رحمۃ اللہ علیہ اور بنوعباس کے ابوجعفر منصور رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر باری باری آپ رحمۃ اللہ علیہ قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ بالآخر اس ظلم کی بدترین علامت بادشاہت کے ہاتھوں جیل میں زبردستی زہر پلوانے پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جامِ شہادت نوش کیا۔ بقول شخصے:

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے بر سر میداں مگر جھکی تو نہیں

آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی اخلاقی جرم صادر نہیں ہوا تھا، نہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کا جانی مالی نقصان کیا تھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جرم صرف اور صرف یہ تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی اعظم اور وزیر خزانہ جیسا اعلیٰ حکومتی عہدہ قبول نہ کرکے بادشاہت کا حصہ بننے سے انکار کردیا تھا۔ یہ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ پر روا رکھا جانے والا جسمانی ظلم تھا جو مزعومہ سیاسی مصلحتوں نے جاری رکھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے ساتھ ہی ختم ہوگیا۔ لیکن ظلم، ناشکری اور تعصب وعناد کی ایک دوسری صورت بھی تھی جو اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر حاسد علماء نے شروع کی اور پھر نسل در نسل متعصب ذہنیت رکھنے والے مذہبی طبقات میں بھی منتقل ہوتی رہی۔

''مناقب الائمہ الاربعۃ'': یہ بھی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر حافظ محمد بن احمد بن عبد الہادی المقدسی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کی (م 744ھ) نے اپنی ''مناقب الائمہ الاربعۃ'' میں ائمہ اربعہ کے فضائل ومناقب بیان کئے ہیں اور ابتداء میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کی ہے۔

اس کتاب کے مقدمہ میں وہ لکھتے ہیں:

وللہ تعالی الخیرہ من خلقه فھو یخلق مایشاء ویختار۔ فاختار آدم وذریته علی العالمین، ثم اختار منھم النبین والمرسلین، ثم اختار من بینھم سید ولد آدم اجمعین، ثم اختار له اصحابا فضلھم علی سائر المومنین۔ ثم اختارھم ورثة وخلفاء جعلھم خیر التابعین، و رفع منھم اقواما علی من سواھم من العالمین۔ فمنھم الائمة الاربعة، ائمة الاسلام، وسرج الانام، الذین شھرت فتاواھم واقوالھم فی الآفاق، ووقع علی امامتھم من الناس الاتفاق، وطبق ذکرھم البلاد والامصار، وسار علمھم مسیر الشمس فی الاقطار وماذلك الالسرائر علمھا منھم عالم خفیات الاسرار۔ (مناقب الائمۃ الاربعۃ ص 57)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کچھ کو پسند کرلیتا ہے کیونکہ وہ جو چاہتا ہے اس کی تخلیق کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اسے پسند کرتا ہے۔ تو اللہ نے مخلوقات میں سے آدم اور ان کی ذریت کو چنا، پھر ان میں سے انبیاء اور رسولوں کا انتخاب کیا۔ پھر ان کے درمیان سے اولاد آدم کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب کیا۔ پھر ان کے لیے ان کے ساتھیوں کا انتخاب کیا اور ان کو تمام مومنین پر فضیلت بخشی۔ پھر ان کے بعد ان کے جانشیں اور وارثین کا انتخاب کیا، اور ان میں سے کچھ کو تمام دیگر افراد پر بلند فرمایا۔ انہی میں سے ائمہ اربعہ ہیں جو اسلام یعنی مسلمانوں کے امام ہیں، مخلوق کے درمیان چراغِ ہدایت کی حیثیت رکھتے ہیں جن کے فتاویٰ اور اقوال ساری دنیا میں مشہور ہیں۔ اور ان کی امامت پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور ان کے ذکرِ خیر سے تمام بلاد و امصار گونج رہے ہیں اور ان کا علم سورج کی طرح دنیا بھر میں چمک رہا ہے۔ اور یہ سب ان کے ان پوشیدہ باتوں (حسنِ نیت، اخلاص) کی وجہ سے ممکن ہوا، جن کو وہی جانتا ہے جو دلوں کے بھید پر واقف ہے۔

حافظ صالحی رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت اہم بات لکھتے ہیں:

''مقلدین اپنے امام کی فضیلت اور مناقب کے بیان میں دوسرے ائمہ کے ذم کے مرتکب ہوجاتے ہیں اور جہالت وتعصب کے بناء پر اس کو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ائمہ کے علم وفضل کا تقابل کر رہے ہیں حالانکہ اگر ان مقلدین کی یہ باتیں ائمہ کرام کے سامنے پیش ہوتیں، تو وہ ایسا کرنے والوں کو ڈانٹتے، ڈپٹتے اور اس کو اس حرکت سے باز رہنے کی تنبیہ کرتے''۔

وقد افضی ببعض مقلدیھم الھوی والحمیة الجاھلیة الی ترجیح مذھب امامه واطلاق لسانه فی غیرہ بعدم ادب وغیر خوف من اللہ، فانتصر بعض من خالفه، وردعلیه واطلق لسانه فیه، وتعدی الی امامه وزعم ان ذلك من باب المقابله، ولوعرض کلام کل منھما علی امامه الذی قلدہ، لزجرہ وھجرہ وتبرا منه (مقدمہ عقود الجمان)

آج کل کے نام نہاد غیر مقلدین کرتے یہ ہیں کہ ان کو ائمہ ثلاثہ کے فضائل ومناقب کا تو اعتراف ہے لیکن امام ابوحنیفہ ؒ سے چڑ ہے۔ وہ ان کے فضائل ومناقب کو تسلیم کرنے سے بالکلیہ انکار کرتے ہیں۔ ان کے لیے حافظ ابن عبد الہادی ؒ کا یہ کلام شاید راہ دکھانے والا ثابت ہو، جس میں انہوں نے بغیر کسی تفریق کے ائمہ اربعہ کے علم وفضل کا اعتراف کیا ہے۔

صدیاں گزرنے کے بعد اب بھی مخصوص "مذہبی" پس منظر رکھنے والے لوگ آپ ؒ کے خلاف حسد، بغض اور مخالفت کا ابلیسی مشن جاری رکھے ہوئے ہیں۔ گذشتہ کئی صدیوں سے آپ ؒ کے خلاف جو پروپیگنڈہ سب سے زیادہ ہورہا ہے وہ آپ ؒ کی علمِ حدیث سے دوری، لاعلمی اور ناقدری کا الزام ہے۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ آج بھی پورے عالمِ اسلام کا اسی فی صد (80%) حصہ امام اعظم ؒ کے فقہی اصولوں کا مقلد ہے لیکن پھر بھی آپ ؒ کو حدیث سے لاعلم کہا جاتا ہے۔

تاہم یہ نظامِ قدرت ہے کہ ان مخالفانہ رویوں اور مسلسل متعصّبانہ کاوشوں کے باوجود اب بھی "امام اعظم" ابوحنیفہ ؒ ہی ہیں اور ان شاء اللہ رہتی دنیا تک "امام اعظم" کا اعزاز آپ ؒ ہی کے سر سجا رہے گا۔

ان سب فضائل وکمالات کے ساتھ ساتھ آپ ؒ بہت بڑے مظلوم بھی ہیں اور آپ ؒ اپنی زندگی میں ہی حاسدین کے حسد اور معاندین کی طعن وتشنیع کا نشانہ بنتے رہے، اور اس وقت سے لے کر اب تک یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ لیکن جس کو اللہ تعالیٰ بلند کرنا چاہیں، اس کو کون نیچا دکھا سکتا ہے؟ چنانچہ لوگوں نے آپ ؒ کو جتنا بدنام کرنے کی کوشش کی، اللہ نے اتنا ہی زیادہ آپ ؒ کو دنیا میں شہرت وعظمت عطا کی اور دن بدن آپ ؒ کے چاہنے اور ماننے والوں کی تعداد بڑھتی ہی جارہی ہے۔ ؎

کانٹوں میں ہے گھرا ہوا چاروں طرف سے پھول
پھر بھی کھِلا ہوا ہے عجب خوش مزاج ہے!

جن لوگوں نے کسی غلط فہمی یا حسد وتعصب کے سبب امام اعظم ابوحنیفہ ؒ پر الزامات اور اعتراضات کیے گئے ہیں ان کا بھی جائزہ اس کتاب میں لیا گیا ہے۔ دلائل سے یہ بات واضح کی گئی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کو جن لوگوں نے اپنی جہالت یا عداوت کے سبب ائمۂ محدثین میں سے نکالنا چاہا اور وہ سلف کے نام پر دن رات اسی کوشش میں رہے، مگر وہ اپنی ہر کوشش میں ناکام ونامراد ہی ہوئے ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کو ائمۂ حدیث میں سے خارج کرنے کی ان کی ہر تدبیر رائیگاں گئی ہے، جب کہ امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کی عزت وعظمت اور عقیدت ومحبت کا جھنڈا ہر دور میں بلند ہی رہا ہے۔

دورِ حاضر میں عرب ممالک بالخصوص سعودی عرب میں کچھ نام نہاد سلفی ہر آئے دن امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کے علمِ حدیث کو نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ بار بار کی ان تقریروں اور مجلسوں سے تنگ آ کر سعودی عرب کے ڈاکٹر عبد العزیز بن عبد اللہ الحمیدی بھی چپ نہ رہ سکے، اور انھوں نے بزعمِ خود سلفیوں کو کس طرح آڑے ہاتھوں لیا۔ اسے دیکھیئے:

فكيف أخرجوا أبا حنيفة من السلف وهو سابق أكثر أئمة الحديث.

(الرسائل الشمولية، ص458۔ طبع: دار عيون المعرفة، مكة المكرمة)

ترجمہ: پس یہ کیسے سلفی ہیں جو حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کو سلف سے خارج کرنے میں لگے ہیں، جب کہ حضرت امام ابوحنیفہ ؒ اکثر ائمۃ الحدیث سے متقدم ہیں۔

جب کوئی معاشرہ مذہب کو اپنے قانون کا ماخذ بنالیتا ہے، تو اس کے نتیجے میں علمِ فقہ وجود پزیر ہوتا ہے۔ علمِ فقہ، دین کے بنیادی ماخذوں سے حاصل شدہ قوانین کے ذخیرے کا نام ہے، چونکہ دینِ اسلام میں قانون کا ماخذ قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ اس وجہ سے تمام قوانین انہی سے اخذ کیے جاتے ہیں۔ جب قرآن وسنت کی بنیاد پر قانون سازی کا عمل شروع کیا جائے، تو اس کے نتیجے میں متعدد سوالات پیدا ہوجاتے ہیں:

قرآن مجید کو کیسے سمجھا جائے؟۔قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے کس کس چیز کی ضرورت ہے؟ سنت کو سمجھنے کے لئے کس کس چیز کی ضرورت ہے؟ سنت کہاں سے اخذ کی جائے گی؟ قرآن اور سنت کا باہمی تعلق کیا ہے؟ قرآن مجید، سنت اور حدیث میں سے کس ماخذ کو دین کا بنیادی اور کس ماخذ کو ثانوی ماخذ قرار دیا جائے؟ رسول اللہ ﷺ سے مروی احادیث کو کیسے سمجھا جائے گا؟ اور ان سے سنت کو کیسے اخذ کیا جائے گا؟ اگر قرآن مجید کی کسی آیت اور کسی حدیث میں بظاہر کوئی اختلاف نظر آئے، یا دو احادیث میں ایک دوسرے سے بظاہر اختلاف نظر آئے، تو اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے گا؟ ان سوالوں کا جواب دینے کے لئے جو فن وجود پذیر ہوتا ہے، اسے اصول فقہ کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید کو سمجھنے کے اصول، زبان و بیان کے اصول، حلال وحرام سے متعلق احکام معلوم کرنے کا طریقِ کار، دین کے عمومی اور خصوصی نوعیت کے احکامات کے تعین کا طریقِ کار، دین کے ناسخ ومنسوخ احکامات کے تعین کا طریقِ کار (یہ تمام مباحث بنیادی طور پر اصولِ تفسیر کے فن کا حصہ ہیں لیکن ان کے بنیادی مباحث اصول فقہ میں بھی بیان کیے جاتے ہیں)۔رسول اللہ ﷺ کی سنت اور حدیث کو سمجھنے کا طریقِ کار رسول اللہ ﷺ سے روایت کردہ احادیث کو پرکھنے اور ان کی چھان بین کرنے کا طریقِ کار (یہ بالعموم علم اصولِ حدیث کا موضوع ہے لیکن اس کے بنیادی مباحث اصولِ فقہ میں بھی بیان کیے جاتے ہیں)، اجماع (امت کے اتفاق رائے) کے ذریعے بنائے گئے قوانین کی حیثیت، قیاس واجتہاد کا طریقِ کار، اختلافِ رائے سے متعلق اصول۔

اہلِ سنت کے چاروں ائمہ: حضرت امام ابوحنیفہ ؒ، حضرت امام مالک ؒ، حضرت امام شافعی ؒ اور حضرت امام احمد بن حنبل ؒ کی فقہ ودرایت سے امتِ مسلمہ نے ہر دور میں استفادہ کیا ہے۔ان کے مقلدین ومتبعین لاکھوں کی تعداد میں ہمیشہ موجود رہے ہیں اور آج بھی کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں؛ مگر ان میں سب

سے زیادہ امتیاز فقہ حنفی کو حاصل ہوا، جس کا اعتراف واحترام اہلِ علم وفضل نے ہمیشہ کیا ہے۔ ہمارے خیال میں اس امتیاز وتفوق کے اسباب یہ ہیں:

1. حنفی فقہ شخصی نہیں، شورائی ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ ؒ اور ان کے تلامذہ اپنی اپنی آراء علمی مجلس میں پیش کرتے تھے۔ان پر بحث ومباحثہ ہوتا تھا۔جس بات پر اتفاق ہوتا تھا، وہ متفقہ موقف کی صورت میں درج ہوتی تھی۔مختلف فیہ بات کو اختلاف کے درجہ میں رکھا جاتا تھا۔کسی پر جبر نہیں ہوتا تھا۔اگر مجلس کے کسی شریک کو اجتماعی رائے سے اتفاق نہیں ہوتا تھا تو اس کی رائے الگ درج کی جاتی تھی۔

2. شورائیت اور اجتماعیت کی یہ روایت فقہ حنفی کی تشکیل وتدوین کے بعد اس پر بہ وقت ضرورتِ نظرِثانی کے موقع پر بھی قائم رہی؛ چنانچہ مغل دور میں فقہ حنفی کی از سرِنو ترتیب وتشریح کی ضرورت پیش آئی، تو سلطان اورنگ زیب عالمگیر ؒ کی سربراہی میں یہ فریضہ سینکڑوں علمائے کرام پر مشتمل کونسل نے تفصیلی بحث ومباحثہ کے ذریعے سرانجام دیا؛ جب کہ خلافتِ عثمانیہ کے دور میں فقہ حنفی کی بنیاد پر حالاتِ زمانہ کے مطابق نئی قانون سازی کا مرحلہ پیش آیا، تو "مجلة الاحكام العدلية" کی ترتیب وتدوین فقہاء وعلماء کی ایک مجلس نے مشاورت ومباحثہ کی صورت میں انجام دی۔

3. فقہ حنفی میں روایت ودرایت کے درمیان فطری توازن کا پوری طرح لحاظ رکھا گیا ہے اور عقل ودرایت کو نص وروایت پر فوقیت دینے کے بجائے اس کے تابع کیا گیا ہے۔فقہ حنفی میں نہ تو عقل ودرایت کی ضرورت وافادیت سے انکار کیا گیا ہے، نہ اسے نص وروایت پر ترجیح دی گئی ہے اور نہ ہی نص وروایت کے فہم واستنباط کو عقل ودرایت کی خدمت ومعاونت سے محروم کیا گیا ہے۔امام ابوحنیفہ ؒ فرماتے ہیں کہ وہ پہلے قرآن کریم سے استنباط کرتے ہیں، پھر حدیث وسنت سے استفادہ کرتے ہیں، اس کے بعد صحابۂ کرام ؓ سے رجوع کرتے ہیں اور کسی ایک صحابی کا قول بھی مل جائے تو اسے ترجیح دیتے ہیں، حتیٰ کہ احناف کے ہاں ضعیف حدیث کو بھی قیاس پر ترجیح دی جاتی ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ احناف عقل ودرایت اور قیاس پر صرف نص کو ہی

مقدم نہیں سمجھتے؛ بلکہ نص کے آخری امکان تک کا لحاظ رکھتے ہیں۔

4 فقہ حنفی میں عقل و درایت کا اس کے دائرہ میں بھرپور اور فطری استعمال کیا گیا ہے اور اس سے استفادہ میں کوئی کوتاہی روا نہیں رکھی گئی۔ البتہ احناف کے ہاں نظری اور فلسفیانہ عقلیت کے بجائے عملی اور معاشرتی عقل و درایت کو احکام و قوانین کی بنیاد بنایا گیا ہے؛ چنانچہ عرف و تعامل کا حنفی فقہ میں اس کی جائز حدود کے اندر پورا احترام کیا گیا ہے اور معاشرتی عقل سے بہت سے احکام و مسائل میں استنباط کیا گیا ہے۔

5 فقہ حنفی کو طویل عرصہ تک رائج الوقت قانون و نظام کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ خلافتِ عباسیہ، خلافتِ عثمانیہ اور مغل سلطنت میں صدیوں تک عدالتی قانون کے طور پر فقہ حنفی کی عمل داری رہی ہے جس کی وجہ سے تجربات و مشاہدات کا جو ذخیرہ اس کے پاس ہے اور انسانی معاشرہ کی مشکلات کو سمجھنے اور حل کرنے کی جو صلاحیت و تجربہ اس کے دامن میں ہے، وہ (ایک حد تک فقہ مالکی کے سوا) کسی دوسری فقہ کو میسر نہیں آیا۔

فقہ حنفی کے انھیں امتیازات و خصوصیات کی وجہ سے بجا طور پر یہ کہا جا رہا ہے کہ عالمِ اسلام میں عدالتی اور انتظامی طور پر شرعی احکام و قوانین کے نفاذ کے جو امکانات دن بدن واضح ہوتے جا رہے ہیں، ان میں فقہ حنفی ہی نفاذِ اسلام اور تنفیذِ شریعت کی علمی قیادت کی پوزیشن میں ہے۔ اس لیے یہ بات پہلے سے زیادہ ضروری ہو گئی ہے کہ فقہ حنفی کو ماضی کے معاملات و تجربات کے ساتھ ساتھ مستقبل کے امکانات و ضروریات کے حوالے سے بھی تحقیق و مطالعہ کا موضوع بنایا جائے اور انسانی سوسائٹی کی ضروریات و مشکلات کے دائرہ میں فقہ حنفی کی افادیت و اہمیت کو علمی اسلوب اور فقہی انداز میں واضح کیا جائے۔

فقہ حنفی کو اس امتیاز و تفوق کے پس منظر میں فطری طور پر کچھ الزامات و اعتراضات کا بھی ہر دور میں سامنا رہا ہے جن میں بعض کا تعلق دائرۂ کار اور ذوق و اسلوب کے فرق و تنوع سے ہے، بعض اعتراضات نے غلط فہمی کے باعث جنم لیا ہے، کچھ الزامات معاصرت کی پیداوار ہیں اور ان میں ایسے اعتراضات بھی موجود ہیں جو "حَسَدًا مِّنْ

عِنۡدِ اَنۡفُسِهِمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الۡحَقُّ " کا مصداق قرار دیے جا سکتے ہیں۔

ان الزامات و اعتراضات کا دفاع مختلف ادوار میں اہلِ علم نے کیا ہے اور صرف احناف نے نہیں؛ بلکہ منصف مزاج غیر حنفی علماء و افاضل اس دفاع میں پیش پیش رہے ہیں جو یقیناً امامِ اعظم کے خلوص و دیانت اور علم و فضل کی "خدائی تائید" ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالك۔

الحمدللہ! یہ کتاب چھ جلدوں میں مرتب کی گئی ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (1) (حیات و خدمات)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (2) (شرف تابعیت)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (3) (حدیث میں مقام و مرتبہ)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (4) (فقہ میں مقام و مرتبہ)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (5) (فقہ اکبر اور وصایا)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (6) پر جرح کے اصولی جوابات

اس چھٹے حصہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی پر کیے گئے اعتراضات و الزامات کا تحقیقی جائزہ لیا جائے گا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اس بابت پھیلائے گئے تمام شکوک و شبہات کی حقیقت بھی واضح کر دی جائے گی۔

اس کتاب میں اعتراضات کی اصولی بحث کی گئی ہے جب کہ تفصیلی بحث کے لیے مندرجہ ذیل کتابوں کی طرف مراجعت کی جائے:

1 ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراضات کے جوابات کے لیے:
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ: مؤلف: مولانا مفتی علی معاویہ بہاری

2 خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراضات کے لیے: امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ: مؤلف: پیر جی سید مشتاق علی

3 ان دونوں کتابوں کے علاوہ عمومی اعتراضات کے جوابات کے لیے:

امام ابوحنیفہ ؒ پر اعتراضات کے جوابات: پیر جی سید مشتاق علی

امام ابوحنیفہ ؒ پر اعتراضات کا علمی جائزہ: پیر جی سید مشتاق علی

اس کتاب ''حضرت امام ابوحنیفہ ؒ (6) (اعتراضات کے جوابات)'' میں بائیس (22) ابواب ہیں:

مشنو سخنِ دشمنِ بد گوئے خدا را
با حافظِ مسکینِ خود اے دوست! وفا کن

ترجمہ خدا کے لئے، بدگو دشمن کی بات نہ سن۔ اے دوست! اپنے مسکین، حافظ کے ساتھ وفا کر۔

افسانۂ یارانِ کہن خواندم و رفتم
دُر یاب کہ لعل و گہر افشاندم و رفتم

اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل وکرم اور لطف وعنایت سے اس خدمت کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ اور باقی حصوں کی تکمیل کی خاص توفیق عطا فرمائے۔ اخلاص، قبولیت اور استقامت سے نوازے۔ مجھے، میرے والدین، بہن بھائیوں، گھر والوں، اساتذۂ کرام اور احباب ومتعلقین کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین، ثم آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (البقرۃ:127)

ترجمہ اے ہمارے ربّ! ہم سے یہ خدمت قبول فرما لے، تو سب کی سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

اعجاز احمد اشرفی عفی عنہ

بدھ۔ 1 ربیع الثانی 1445ھ/18 اکتوبر 2023ء

باب 1

ائمہ حنفیہ اور محدثین

(ملفوظات، محدثِ عصر مولانا انورشاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ: مرتب: مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری رحمۃ اللہ علیہ)

1 حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مستقل شیوہ ہے کہ وہ حنفیہ کے عیوب نکالتے ہیں اور مناقب چھپاتے ہیں اور شوافع کے ساتھ معاملہ برعکس کرتے ہیں، ایک جگہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اختیارِ رفع یدین کی نسبت کی ہے، حالانکہ وہ قول ابن عبدالحکم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل میں نے رفعِ یدین کے رسالہ میں کی ہے، اسی طرح اور جگہ بھی حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے نقل میں غلطی کی ہے، یہ رجالِ حدیث کی غلطیاں ہیں۔

2 پھر فرمایا کہ محمد بن جعفر (غندر) رحمۃ اللہ علیہ نے امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں دیکھ کر فقہ حاصل کیا ہے، اُن کی عبادت و زہد کو دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہوتے تھے، محدثین نے ان کا حال بھی چھپایا ہے۔ بصرہ والے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے متنفر تھے، لیکن جب یہ گئے تو لوگ ان کی طرف بہت مائل ہوئے اور دوسرے محدثین کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔

3 حدیثیں اور مسائلِ تحقیقی سنا کر کہہ دیتے تھے کہ یہ سب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہیں، اس طریقہ کی وجہ سے لوگ بہت مانوس ہوئے، فرمایا کہ بخاری و مسلم میں تو غزوۂ

خندق میں صرف ایک نمازِ عصر کے فوت ہونے کا ذکر ہے، مگر امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے معانی الآثار میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ظہر، عصر، مغرب تین نمازیں فوت ہوئی تھیں اور اس کی سند قوی ہے، اس پر فرمایا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے رجال میں حنفیہ کو بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے، حتیٰ کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے عیوب بھی نکالے ہیں، حالانکہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ جب تک مصر میں رہے، کوئی محدث نہیں پہنچتا تھا جو ان سے حدیث کی اجازت نہ لیتا ہو، اور وہ حدیث کے مسلّم امام ہیں۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا سوواں حصہ رکھنے والوں کی بھی حافظ نے تعریف کی ہے۔

4 حافظ عینی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے عمر میں بڑے تھے اور بعد تک زندہ رہے ہیں، حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ عینی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک حدیث صحیح مسلم کی اور دو حدیثیں مسند احمد کی سنی ہیں یعنی اجازت حاصل کی ہے۔

5 ایک دفعہ فرمایا: حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے کہ جہاں رجال پر بحث کرتے ہیں کہیں حنفیہ کی منقبت نکلتی ہو، تو وہاں سے کترا جاتے ہیں، دسیوں بیسیوں جگہ پر یہی دیکھا، ایک روز فرمایا کہ ہمارے یہاں حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ سب سے زیادہ متیقظ ہیں۔ حتیٰ کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی زیادہ ہیں، مگر کاتبوں کی غلطیوں سے وہ بھی مجبور ہیں۔

6 ایک دفعہ دوسرے محدثین کے تذکرہ میں فرمایا: ''ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دل بھر کر تعظیم کرتے ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مخالف ہیں، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ معتدل ہیں، ان کے یہاں نہ تحقیر ہے نہ تعظیم''۔

7 امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ بھی حنفیہ کے خلاف ہیں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا حال معلوم نہیں ہوا، ان کے شافعی ہونے کی بھی نقل موجود نہیں ہے، صرف ان کے ایک رسالہ سے استنباط کیا گیا ہے کہ شافعی ہیں۔

8

ابونعیمؒ صاحبِ حلیہ بھی امام ابوحنیفہؒ کے مخالف نہیں ہیں، اور ایک روایت بھی امام صاحبؒ کی سند سے لائے ہیں۔ امام صاحبؒ کا مسند بھی مرتب کیا ہے، خطیب بغدادیؒ ائمہ حنفیہ کے مخالف ہیں۔

راقم الحروف مندرجہ بالا تصریحات کے بارے میں کچھ عرض کرتا ہے یہ بات سب کو معلوم ہے کہ امام صاحبؒ تمام ائمہ متبوعین میں علم وفضل کے اعتبار سے مقدم اور افضل ہیں جیسا کہ کتبِ تاریخ ومناقب سے ثابت ہے کہ امام مالکؒ سے عمر میں بڑے تھے۔ امام صاحبؒ نے متعدد صحابہؓ کو دیکھا، مگر امام مالکؒ کو باوجود مدینہ طیبہ میں ولادت وسکونت کے یہ شرف حاصل نہیں۔ جب امام صاحبؒ مدینہ طیبہ حاضر ہوتے تھے، امام مالکؒ ان سے علمی مذاکرات کرتے تھے، متعدد دفعہ پوری پوری رات اسی میں گزر جاتی تھی، اور امام مالکؒ ان کے علم وفضل کے بے حد معترف ومداح ہیں۔ امام مالکؒ نے امام صاحبؒ سے روایت بھی کی ہیں اور اسی لئے علامہ ابن حجر مکیؒ وغیرہ نے ان کو امام صاحبؒ کے تلامذہ میں شمار کیا ہے اور اس میں تو شک نہیں کہ غیر معمولی استفادہ کیا ہے۔

امام شافعیؒ امام محمدؒ کے شاگرد تھے اور امام صاحبؒ کے بارے میں فرماتے تھے کہ یہ سب لوگ فقہ میں امام صاحبؒ کے خوشہ چیں ہیں۔ امام احمدؒ، امام ابویوسفؒ کے شاگرد اور امام محمدؒ سے مستفید ہیں۔

پھر امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ وغیرہ سب امام صاحبؒ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ امام بخاریؒ نے بہت بڑا علم اسحق بن راہویہؒ سے حاصل کیا ہے، جو عبداللہ بن مبارکؒ کے خاص تلمیذ ہیں اور عبداللہ بن مبارکؒ

امام صاحبؒ کے خاص تلمیذ ہیں۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو بہت زیادہ حقیر وبے بضاعت بجز ابن مدینیؒ کے اور کسی کے سامنے نہیں پایا، مگر یہ ابن مدینیؒ مع امام احمدؒ اور یحییٰ بن معینؒ تینوں یحییٰ بن سعید القطانؒ کے شاگرد ہیں، اور اس شان سے کہ وہ عصر سے مغرب تک پڑھایا کرتے تھے، مسجد کے ایک ستون سے کمر لگا کر بیٹھ جایا کرتے تھے، یہ تینوں سامنے دست بستہ کھڑے ہوکر ان کا درس سنتے اور احادیث ومسائل کے اشکالات حل کرتے تھے۔

مورخین نے لکھا کہ یحییٰ القطانؒ کے علم وفضل کا رعب وجلال اس قدر تھا کہ نہ وہ خود ان تینوں کو بیٹھنے کے لئے فرماتے تھے اور نہ یہ خود بیٹھتے تھے۔

پھر دیکھئے یحییٰ القطانؒ کو علامہ کردریؒ نے امام صاحبؒ کے اصحاب میں اور امام صاحبؒ کے مذہب کے اہل شوریٰ میں ذکر کیا ہے، امام صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور استفادہ کرتے تھے اور امام صاحبؒ ہی کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ تاریخِ رجال کے سب سے پہلے مصنف ہیں، امام صاحبؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"خدا گواہ ہے کہ ہم جھوٹ نہیں بول سکتے، ہم نے امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ کسی کو صائب الرائے نہیں پایا، اور ہم نے اکثر اقوال ان کے اختیار کئے ہیں"۔

حافظِ حدیث مکی بن ابراہیمؒ بلخ کے امام المحدثین اور امام بخاریؒ کے استاذ ہیں، اور بخاری شریف میں ان کی روایات سے امام بخاریؒ نے بہت سی روایات لی ہیں، حتیٰ کہ بخاری شریف میں سب سے اعلیٰ درجہ کی 22 احادیث جو ثلاثیات ہیں، ان میں سے بیس حدیثوں کے راوی حنفی ہیں، اور گیارہ تو صرف مکی بن ابراہیمؒ کی

ہیں۔ گویا بخاری شریف کی اس بہت بڑی فضیلت کا باعث اکثر حنفی رواۃ ہیں۔

یہ بھی امام صاحب ؒ کے ان شاگردوں میں سے ہیں جو امام صاحب ؒ کی خدمت میں رہ پڑے تھے اور رات دن استفادہ کرتے تھے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ ؒ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے اور عالم کی اصطلاح محدثین کے یہاں یہ ہے کہ اس کو احادیث کے متون واسناد دونوں پوری طرح یاد ہوں۔

مناقب کردری میں اسماعیل بن بشر ؒ سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ ہم امام مکی ؒ کی مجلس میں حدیث کا درس لے رہے تھے، امام نے فرمانا شروع کیا، یہ حدیث روایت کی ہم سے امام ابوحنیفہ ؒ نے، اتنا ہی کہا تھا کہ ایک مسافر اجنبی شخص چیخ پڑا کہ ہم سے ابن جریج ؒ کی حدیث بیان کرو، ابوحنیفہ سے روایت مت کرو۔ محدث مکی ؒ نے جواب دیا: ''ہم بیوقوفوں کو حدیث سنانا نہیں چاہتے، میں ہدایت کرتا ہوں کہ تم میری حدیث مت سنو اور میری مجلس سے نکل جاؤ''۔ چنانچہ جب تک وہ شخص اٹھ کر نہیں چلا گیا۔ شیخ نے حدیث کی روایت نہیں کی، اس کے جانے کے بعد پھر امام ابوحنیفہ ؒ سے ہی روایت بیان کی۔

یہاں یہ بات بھی ذکر کر دینی مناسب ہے کہ امام بخاری ؒ اور دوسرے بعد کے محدثین کے یہاں ثلاثیات بہت کم ہیں اور اس سے اندازہ کر لیجئے کہ امام بخاری ؒ کی ساری بخاری میں ۲۰-۲۲ سے زیادہ نہیں اور امام صاحب ؒ چونکہ متقدم اور تابعین سے ہیں ان کی اکثر روایات ثلاثی ہیں بلکہ ثنائیات بھی ہیں، اسی لئے علامہ شعرانی شافعی ؒ نے لکھا ہے: ''میں نے امام ابوحنیفہ ؒ کی مسانیدِ ثلاثہ کے صحیح نسخوں کا مطالعہ کیا، جن پر حفاظِ حدیث کی تصدیق تھی، میں نے دیکھا کہ ہر حدیث

بہترین عدول وثقات تابعین سے مروی ہے، مثلاً: اسود ؒ، علقمہ ؒ، عطاء ؒ، عکرمہ ؒ، مجاہد ؒ، مکحول ؒ، حسن بصری ؒ وغیرہ سے۔ پس امام صاحب ؒ اور رسالت مآب ﷺ کے درمیان تمام راوی عادل، ثقہ عالم اور بہترین بزرگ ہیں جن میں کوئی کذاب یا متہم بالکذب نہیں۔

اسی لئے ائمہ حدیث اور علماء نے فیصلہ کیا ہے کہ ائمہ متبوعین مجتہدین نے جن احادیث سے فقہ مرتب کی ہے وہ بعد کی احادیث سے زیادہ اوثق ومعتمد تھیں، کیونکہ اول تو وہ حضرات ان سب محدثین، متاخرین کے اساتذہ تھے، پھر عہدِ رسالت وصحابہ ؓ سے زیادہ قریب تھے، جھوٹ کا شیوع بھی خیر القرون میں نہیں تھا، اس لئے جو کچھ ضعف رواۃ کی وجہ سے پیدا ہوا، وہ بعد کی پیداوار ہے۔

اسی پر حضرت شاہ صاحب ؒ تعجب کا اظہار فرما رہے ہیں، اگر امام بخاری ؒ کو امام صاحب ؒ کے عقائد کے بارے میں کچھ تشفی نہیں تھی تو یہ کیا بات ہے کہ امام صاحب ؒ نے جن حضرات سے علم حاصل کیا جنھوں نے ان کو خود جانشین کیا تھا، مثلاً: حماد ؒ نے اور پھر حماد ؒ کے بعد سب ہی نے متفقہ طور سے امام صاحب ؒ ہی کو ان کی مسند کا مستحق قرار دیا ہے، ان سے تو امام بخاری ؒ روایت کرتے ہیں اور امام صاحب ؒ سے نہیں کرتے۔ امام صاحب ؒ کے عقائد وہی تھے جو ان کے استاد حماد ؒ، علقمہ ؒ، ابراہیم نخعی ؒ وغیرہ کے تھے، مگر امام بخاری ؒ نے اپنی کتاب الضعفاء میں امام صاحب ؒ کو مرجئ کہہ دیا ہے، اور باقی سب اساتذہ وتلامذہ امام صاحب ؒ کے جن سے وہ روایت کرتے ہیں، ان کے نزدیک وہ اچھے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ امام بخاری ؒ کو جو رنجش امام صاحب ؒ کے متبعین سے پہنچی تھی،

اس کی وجہ سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر مرجیہ میں سے ہونے کی تہمت لگادی، مگر ہم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جلالتِ قدر سے اس کی توقع بھی نہیں کرتے اور اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ ان کو کسی غلط فہمی کی بنا پر ایسا خیال ہوا۔

یہ بھی خیال رہے کہ اس قسم کی سختی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج میں اپنے بعض شیوخ: حمیدی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی صحبت میں رہ کر پیدا ہوئی۔ کیونکہ شیخ حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ فقہائے عراق کے بارے میں شدت وعصبیت سے کام لیتے تھے، پھر یوں بھی مزاج میں بہت سختی تھی، اگر کوئی شخص ان کی مرضی کے خلاف بات کہہ دیتا تو سخت کلامی پر اُتر آتے تھے، اس کو بے آبرو کردیتے تھے اور غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو نہ رکھتے تھے۔

طبقاتِ سبکی میں ہے کہ ایک دفعہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ابن عبدالحکم رحمۃ اللہ علیہ اور بویطی رحمۃ اللہ علیہ کا جھگڑا ہوا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بویطی رحمۃ اللہ علیہ کی حمایت کی، ابن عبدالحکم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ نے جھوٹ کہا، اس پر حمیدی رحمۃ اللہ علیہ بولے: ''تم بھی جھوٹے اور تمہارے باپ اور ماں بھی''۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حمیدی رحمۃ اللہ علیہ، بشر بن السری رحمۃ اللہ علیہ سے ناراض ہوگئے اور کہا: ''جہمی'' ہے۔ اس سے حدیث لینا جائز نہیں''۔ بشر رحمۃ اللہ علیہ نے حلف اٹھا کر حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کو مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ وہ جہمی عقیدہ نہیں رکھتے۔ تب بھی ان سے صاف نہ ہوئے اور وہی بات کہتے رہے۔

یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے خود بشر رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ بیت اللہ کا استقبال کئے ہوئے ان لوگوں کے لئے بددعا کیا کرتے تھے جنھوں نے ان کو جہمی کہہ کر بدنام کیا تھا اور کہتے تھے: ''خدا کی پناہ! اس سے کہ میں جہمی ہوں''۔

چنانچہ دوسرے ائمہ نے حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بشر رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کی ہے اور احادیث بھی ان سے روایت کی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ شیخ حمیدی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی ہے جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جلالتِ قدر سے ناواقف تھے یا جان بوجھ کر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تنقیص کیا کرتے تھے۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: ''میں نے بخاری میں کسی ایسے شخص سے روایت نہیں لی جس کا عقیدہ یہ نہیں تھا کہ ''ایمان قول وعمل دونوں کا نام ہے''۔

حالانکہ اس کی وجہ سے بخاری میں روایات نہ لینا بڑا ہی کمزور پہلو تھا جیسا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ملفوظاتِ بالا میں بھی فرمایا: ''امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کو احادیثِ صحیحہ قویہ کے پیشِ نظر قائم نہ رکھ سکے، اگرچہ کتاب الایمان میں ان کو نہ لائے اور دوسری جگہ ان کو لانا پڑا''۔

پھر یہ کہ اعمال کو عقائد کا درجہ دینا یا ان کو جزوِ ایمان بتانا یوں بھی کسی طرح درست نہیں ہوسکتا، احناف سے قطع نظر شوافع اور دوسرے محققین ائمہ وسلف کا بھی یہ مسلک نہیں۔

امام رازی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ''مناقب الشافعی'' میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی ایمان کے بارے میں متناقض باتوں کے قائل ہونے کا اعتراض ہوا ہے کیونکہ ایک طرف تو وہ ایمان کو تصدیق وعمل کا مجموعہ کہتے ہیں اور دوسری طرف اس بات کے بھی قائل ہیں کہ ترکِ عمل سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا، حالاں کہ مرکب چیز کا ایک جزو نہ رہا، تو وہ مرکب بھی من حیث المرکب باقی نہ رہا۔ اسی لئے معتزلہ جس عمل کو جزوِ ایمان کہتے ہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عمل نہ ہو تو ایمان بھی نہیں۔ پھر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جواب دیا گیا کہ اصل ایمان تو اعتقاد واقرار ہی ہے، باقی اعمال وہ ایمان کے

توابع وثمرات ہیں، لیکن امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس جواب سے مطمئن نہ ہوئے اور کہا کہ اس جواب سے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ باقی نہیں رہ سکتا۔

امام الحرمین جوینی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عقائد وکلام کی مشہور تصنیف ''کتاب الارشاد الی قواطع الادلۃ فی اصول الاعتقاد'' کے صفحہ ۳۹۶ سے ۳۹۸ تک ایمان کی تحقیق کی ہے اور دوسرے نظریات کے ساتھ اصحاب حدیث کا نظریہ: ''ایمان مجموعہ معرفتِ قلب، اقرارِ لسان اور عمل بالارکان'' بتلا کر اس کی غلطی بتلائی ہے اور مذہبِ اہل حق یہی بتلایا ہے کہ حقیقۃ الایمان تو صرف تصدیقِ قلبی ہی ہے، لیکن تصدیق چونکہ کلامِ نفسی ہے، اس لئے جب تک اس کا اظہار لسان سے نہ ہو، اس کا علم نہیں ہوسکتا۔ اس لئے وہ بھی ضروری ہوا، لیکن اعمال وعبادات کو جزء الایمان کسی طرح قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پھر دوسروں کے دلائل کے جوابات دیئے ہیں۔

اور یہی امام صاحب اور دوسرے ائمہ احناف کا بھی مسلک ہے، جیسا کہ تمام کتبِ عقائد وکلام میں مشرح ہے۔ اس بحث کے متعلق امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر موجود ہے جو عثمان بتی رحمۃ اللہ علیہ کے خط کا جواب ہے۔ اس سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دقتِ نظر اور ان کے مدارجِ اجتہاد کی برتری معلوم کی جاسکتی ہے۔ ہم نے اس قسم کے ابحاث ''انوار الباری'' کے مقدمہ میں نقل کردیئے ہیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ اکبر میں مرجیہ فرقہ کی تردید کی ہے۔ تمام علماء نے لکھا ہے کہ حنفیہ مرجیہ کو ناری کہتے ہیں، ان کے پیچھے نماز جائز نہیں سمجھتے۔

لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ان کو مرجیہ میں سے ہی کہے جارہے ہیں۔ امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد) سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: ''ثقہ ہیں۔ میں نے کسی ایک

شخص کو بھی انھیں ضعیف کہتے نہیں سنا''۔ (الخیرات الحسان)

غرض جس طرح کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ابتلاء سے قبل ائمہ حنفیہ پر کوئی جرح نہیں تھی، دوسری صدی کے آخر تک جتنے بھی بڑے بڑے حضرات تھے، سب ہی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مدح وتوصیف کرتے ہیں۔ پھر قرونِ مشہود لہا بالخیر کے گزر جانے پر کذب وافتراء اور غلط وجھوٹے پروپیگنڈے کے دور کا آغاز ہوا۔ تو ایسے لوگ نکل آئے جو ائمہ متبوعین پر بھی افتراء کرکے ان کو مجروح کرنے کی سعی کرتے رہے اور اس سے ہمارے اکابر محدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بھی متاثر ہوگئے۔

خود حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود تعصب حنفیت وشافعیت کے مقدمہ فتح الباری میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کی ہے اور اسی طرح کتبِ رجال میں بھی، اگرچہ اصحاب امام رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں اس اعتدال کو باقی نہیں رکھا، جس کی تفصیل مقدمہ انوار الباری میں پیش ہوچکی ہے۔

کتبِ اصولِ حدیث، کتاب المغنی شیخ محمد طاہر صاحب مجمع البحار رحمۃ اللہ علیہ، الکفایہ فی علم الروایہ، خطیب شافعی رحمۃ اللہ علیہ، التقریب نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، مقدمہ ابن صلاح شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور طبقات الشافعیہ، علامہ سبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ میں جو اصولِ جرح وتعدیل بیان ہوئے ہیں، ان کو ہر وقت دیکھا جاسکتا ہے۔

ان کی رو سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر جرح صحیح نہیں اور صاحب مجمع البحار رحمۃ اللہ علیہ نے تو پوری صراحت کے ساتھ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب شدہ اقوال کی تردید کی ہے اور عقل ونقل سے ان کا غلط ہونا ثابت کیا ہے۔ اسی طرح کتبِ رجال ومناقب میں امام ذہبی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ صفی الدین خزرجی رحمۃ اللہ علیہ، امام یافعی

شافعی ؒ، فقیہ ابن العماد حنبلی ؒ، حافظ ابن عبدالبر مالکی ؒ، شیخ ابن حجر مکی شافعی ؒ، امام سیوطی شافعی ؒ وغیرہ نے بھی امام صاحب ؒ کے صرف مناقب لکھے ہیں کوئی جرح نقل نہیں کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بروئے اصولِ روایت امام صاحب ؒ ہرطرح ثقہ ہیں، ان کے بارے میں کوئی جرح لائقِ اعتبار نہیں۔

اس قسم کی اہم نقول بھی ہم ''انوارالباری'' کے مقدمہ میں شائع کر چکے ہیں۔ اس کے بعد عقلی طور سے ایک چیز یہ بھی ہے کہ جرح کا بڑا سبب امام صاحب ؒ کے کمالات کی وجہ سے حسد تھا جس کا کچھ علاج نہیں تھا، یا جہل تھا کہ امام صاحب ؒ کے صحیح نظریات سے واقفیت نہ ہوئی جیسا کہ امام اوزاعی ؒ (شام کے محدثِ اعظم) کو غلط فہمی ہوئی۔ اور جب حضرت عبداللہ بن مبارک ؒ (شاگردِ امام صاحب ؒ) کے ذریعہ صحیح حالات کا علم ہوا تو وہ نادم ہوئے، اور معذرت کی۔

اور ایک وجہ یہ بھی تھی کہ امام صاحب ؒ کے مدارکِ اجتہاد معاصرین کی فہم سے بالاتر تھے۔ لہٰذا فہم کی نارسائی اختلاف کا سبب بن گئی۔ پھر اختلاف نے جرح کا رنگ لے لیا۔ واضح ہو کہ امام صاحب ؒ کی غیر معمولی دقتِ نظر و بلندی فکر اور آپ ؒ کے مدارکِ اجتہاد کی برتری وتقویٰ کا اعتراف اس زمانہ کے اجلہ معاصرین ومحدثین: امام اعمش ؒ، شعبہ ؒ، ابوسلیمان ؒ، ابن مبارک ؒ، خارجہ بن مصعب ؒ وغیرہ نے کیا ہے۔ اس کی تفصیل بھی ہم ''انوارالباری'' شرح بخاری میں کریں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ۔

حسن بن صالح ؒ کا قول ہے: ''امام ابوحنیفہ ؒ ناسخ ومنسوخ احادیث کا سختی سے تفحص کرنے والے تھے اور اس میں وہ لائقِ اتباع و پیروی تھے، اس لئے جس بات تک اہلِ کوفہ نہیں پہنچ سکتے تھے، امام صاحب اسے معلوم کر لیتے تھے''۔

علی بن عاصم ؒ کا قول ہے: ''آدھی دنیا کی عقل ترازو کے ایک پلہ میں اور امام ابوحنیفہ ؒ کی عقل دوسرے پلہ میں رکھی جاتی، تو امام صاحب ؒ کا پلہ بھاری ہوتا''۔

خارجہ بن مصعب ؒ کا قول ہے: ''میں کم وبیش ایک ہزار عالموں سے ملا ہوں، ان میں صاحبِ عقل صرف تین چار دیکھے، ایک ان میں امام ابوحنیفہ ؒ تھے''۔

محمد انصاری ؒ کا قول ہے: ''امام ابوحنیفہ ؒ کی ایک ایک حرکت یہاں تک کہ بات چیت اُٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے میں بھی دانشمندی کا اثر پایا جاتا ہے''۔

درحقیقت امامِ عالی مقام ؒ کی انتہائی دانش مندی یہی تھی کہ اپنے سینکڑوں فضلائے نامدار شاگردوں سے چالیس اجلہ فقہاء ومحدثین کی ایک مجلس بنا کر تیس سال مسلسل لگے رہ کر ایک ایسی فقہ مرتب کر گئے جو دوسری تمام فقہوں پر ہزار بار فائق ہے، جس کا ہر ہر مسئلہ قرآنِ مجید، احادیث، آثار اور اجماع و قیاس صحیح پر مبنی ہے اور اس کی مقبولیت عنداللہ وعندالناس کا ثبوت اس سے زیادہ کیا کہ ہر دور میں نصف یا دوثلث امتِ محمدیہ اس کا متبع رہا۔

امام صاحب ؒ نے اپنے زمانہ میں سیاسی وعلمی فتنوں کی روک تھام بھی صرف اپنی عقلِ خداداد سے کی جو اس زمانہ میں انتہائی دشوار مرحلہ تھا۔

دیکھئے خلقِ قرآن کا مسئلہ کس قدر نازک تھا، اور امام صاحب ؒ کی کمالِ فراست کہ اپنے ہزارہا تلامذہ پر ایسا کنٹرول کیا کہ کسی نے بھی ایسی بات نہ کہی جس سے فتنہ ہو۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی ؒ نے اپنی کتاب ''الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمہ الفقہاء'' میں ص ۱۶۵، ۱۶۶ پر امام ابویوسف ؒ سے واقعہ نقل کیا ہے کہ امام صاحب ؒ مکہ معظمہ میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص جمعہ کے روز کوفہ کی

مسجد میں ہمارے پاس آیا اور سب حلقوں میں چکر لگا کر قرآن مجید کے بارے میں سوال کرنے لگا اور ان لوگوں نے مختلف جوابات دیئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انسان کی صورت میں مجسم شیطان تھا، وہ پھر ہمارے حلقہ میں بھی آیا اور سوالات کئے۔ ہم سب نے جواب دیا کہ ہمارے شیخ واستاد موجود نہیں ہیں اور ہم بغیر ان کے ان سے پہلے کوئی جواب دینا پسند نہیں کرتے۔ پھر جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ واپس ہوئے، تو ہم نے قادسیہ جا کر ان کا استقبال کیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شہر کوفہ اور لوگوں کے حالات پوچھے۔ ہم نے بتائے، پھر دوسرے وقت اطمینان وسکون سے ہم نے عرض کیا کہ ہم سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تھا، آپ کی کیا رائے ہے؟ ابھی وہ مسئلہ ہم نے ان سے بیان بھی نہیں کیا تھا اور دل ہی میں تھا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چہرۂ مبارک پر ناخوشی کے آثار دیکھے۔ آپ سمجھ گئے کہ کوئی خاص مسئلہ موجبِ فتنہ سامنے آیا ہے اور خیال کیا کہ ہم اس کا جواب دے چکے ہیں۔ یہی خیال برہمی کا سبب بنا۔ فرمایا: ''وہ مسئلہ کیا ہے؟''۔ ہم نے عرض کیا: ''اس طرح ہے''۔ اس کو سن کر امام صاحب کچھ دیر کے لئے خاموش ہوئے۔ پھر فرمایا: ''تم نے کیا جواب دیا؟''۔ عرض کیا: ''ہم نے کچھ جواب نہیں دیا اور ہم اس سے ڈرتے تھے۔ کوئی جواب دے دیں جو آپ کو پسند نہ ہو''۔

اتنا سن کر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر مسرت وبشاشت کے آثار ظاہر ہوئے اور فرمایا: ''خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ میری وصیت یاد رکھو، اس بارے میں ہرگز کوئی بات نہ کہنا، اور نہ دوسروں سے اس کے بارے میں سوال وجواب کرنا، بس اتنی ہی بات کافی ہے کہ وہ خدا کا کلام ہے، اس پر ایک حرف بھی نہ بڑھانا۔ میرا خیال ہے کہ اس مسئلہ کی وجہ سے اہلِ اسلام سخت فتنہ میں پڑیں گے کہ ان کے لئے نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن کی صورت ہوجائے گی۔ خدا ہمیں اور تمہیں شیطان رجیم کے مکائد سے محفوظ

رکھے''۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس قسم کی پیش بینی، دور بینی اور دینی ودنیاوی معاملات میں غیر معمولی احتیاط کے واقعات بہت ہیں۔ ایک دفعہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے خلیفہ ہارون رشید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اعتراف کیا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ رحمت کرے، وہ عقل کی آنکھوں سے وہ کچھ دیکھتے تھے جو ظاہر آنکھوں سے ہم کو نظر نہیں آتا''۔

خلقِ قرآن کے مسئلہ سے جو فتنہ عظیم آئندہ رونما ہونے والا تھا اس کو بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مدت پہلے دیکھ لیا تھا۔ اور خود کو اور نیز اپنے سب اصحاب کو اس فتنہ سے بچالے گئے، اگرچہ معاندین نے پھر بھی بدنام کرنا چاہا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلقِ قرآن کے قائل تھے، مگر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے ہی اس کی صفائی بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کی طرف سے کردی ہے۔ اس سلسلہ میں معاندین و حاسدین نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر جو الزامات واتہامات گھڑے ہیں اور جھوٹی سندیں تک بنائی ہیں۔ ان کی شیخ کوثری رحمۃ اللہ علیہ نے ''تانیب الخطیب'' اور ''حاشیہ: الاختلاف فی اللفظ'' میں پوری طرح قلعی کھول دی ہے جو قابل دید ہے، ہم ان سے بھی ضروری نقول مقدمۂ شرح بخاری اردو میں پیش کریں گے۔

مگر یہی مسئلہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آیا، اور اس وقت چونکہ حکومت نے بزور ایک غلط چیز کو منوانا چاہا، اس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کیسے برداشت کرسکتے تھے۔ پھر یہی مسئلہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آیا، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اس مسئلہ کی ساری نزاکتیں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ابتلاء کی وجہ سے پیش آچکی تھیں۔ جب وہ ۲۵۰ھ میں نیشاپور پہنچے ہیں، تو شہر سے باہر جا کر امام ذہلی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی کثیر تعداد علماء، صلحاء وعوام کے ساتھ

ان کا استقبال کیا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو دار البخاریین میں ٹھیرایا، امام ذہلی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت لوگوں سے کہا کہ مسائلِ کلام میں سے کوئی مسئلہ ان سے نہ پوچھنا۔

اس پر اگر لوگ احتیاط نہ کرتے، تو خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو محتاط رہنا چاہئے تھا، مگر منقول ہے کہ دوسرے یا تیسرے ہی روز ایک شخص نے لفظ ''بالقرآن'' کے بارے میں سوال کیا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: ''ہمارے افعال مخلوق ہیں اور ہمارے الفاظ ہمارے افعال سے ہیں''۔ فوراً اسی جگہ لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں، بعضوں نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں کہا، یہاں تک کہ لوگوں میں اس سے کافی جدال ونزاع پھیل گیا اور گھر کے مالکوں نے آ کر لوگوں کو نکالا۔ تاہم یہ قضیہ بڑھتا رہا اور امام ذہلی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان کر دیا: ''قرآن خدا کا کلام غیر مخلوق ہے اور جو شخص کہے کہ میرا لفظ بالقرآن مخلوق ہے، وہ مبتدع ہے، اس کے پاس بیٹھنا اور اس سے بات کرنا درست نہیں، اور جو شخص اس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جائے اس کو بھی متہم سمجھا جائے گا کیونکہ وہی شخص وہاں جائے گا جو ان کے عقیدہ کا ہوگا''۔ چنانچہ سوائے ایک دو آدمیوں کے سب نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانا چھوڑ دیا اور وہ تنگ ہو کر نیشاپور سے چلے گئے اور خرتنگ جا کر مقیم ہوئے اور وہیں ۲۵۶ھ میں وفات پائی۔

زیادہ تحقیقی بات یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو پہلی بار بخارا سے مسئلہ حرمتِ رضاع بلبن شاۃ کی وجہ سے نکلنا پڑا۔ دوسری بار مسئلۂ خلقِ قرآن کی وجہ سے بخارا سے نکلے۔ تیسری بار نیشاپور سے امام ذہلی رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے مسئلہ مذکور میں اور چوتھی بار امیرِ بخارا کی وجہ سے نکلنا پڑا جس کا قصہ مشہور ہے۔ واللہ اعلم۔

(مولانا سید احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ: ماہنامہ دار العلوم، شمارہ 12، جلد: 89، ذیقعدہ 1426 ہجری مطابق دسمبر 2005ء)

باب 2

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فکر پر اعتراضات کی حقیقت

دینِ اسلام کے کچھ احکام ایسے ہیں جو اس قدر واضح ہیں کہ وہ کسی دوسرے معنیٰ اور مفہوم کا احتمال نہیں رکھتے یعنی وہ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہیں، ان میں کسی قسم کا اختلاف نہیں کیا جا سکتا۔ باقی رہا مقامِ اختلاف تو وہ ظنی، فروعی اور اجتہادی مسائل ہیں۔ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ اپنی فراست سے نت نئے پیدا ہونے والے مسائل کا حل قرآن وسنت میں اجتہاد کے راستے سے تلاش کرتے ہیں۔ اختلاف کوئی بری چیز نہیں ہے بلکہ اختلاف کو امت کے لیے رحمت قرار دیا گیا ہے۔ آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی اور بعد میں بھی جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کئی مسائل میں اختلاف کیا جیسا کہ جنگِ بدر کے قیدیوں اور مانعینِ زکوۃ کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے ایک دوسرے سے مختلف تھی۔ اسی طرح تابعین رحمہم اللہ، تبع تابعین رحمہم اللہ اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ میں بھی فروعی مسائل میں ہمیشہ سے اختلاف رہا ہے۔

اکثر اکابرین کے مطابق: اختلافِ رائے ایک ایسا حسن ہے جس کی بنیاد پر مفسرین وشارحینِ حدیث کی کثرت اور فقہ اسلامی کا عظیم ذخیرہ وجود میں آیا۔ اسی سے تو تعلیم و تعلم میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور افکار کی نئی راہیں کھلتی ہیں۔

لیکن عرض یہ ہے کہ اختلافِ رائے کو اختلاف فی الدین سمجھ کر کفر واسلام کا مسئلہ نہ بنا دیا جائے، اختلاف کی نوعیت خواہ کیسی بھی ہو یہ ہرگز مخالفت کا روپ نہ دھارنے پائے کیونکہ مخالفت سے اسلامی اخوت کا شیرازہ بکھرتا ہے جبکہ اخوت اسلامی معاشرت کی

اساس ہے جس کو سلامت رکھنا لازم ہے اور یہ اس وقت ممکن ہے جب اختلافِ رائے کا مقصود رضائے الٰہی، للّٰہیت اور حق کی تفہیم ہو، آج بھی سلفِ صالحین کا طرزِ اختلاف ہمارے لیے مشعل راہ ہے، جو کئی مسائل میں اختلاف رکھنے کے باوجود ایک دوسرے کے مدّاح اور گرویدہ نظر آتے ہیں۔ ہاں، جب اختلاف مخالفت، حسد اور مالی منفعت کا روپ دھار لے، تو یہ صرف نہ اس کے لیے برا ہے بلکہ یہ امت کے لیے بھی نقصان دہ ہے۔

اختلاف و احترام سے نکل کر کچھ لوگ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی پہ تنقیص و اعتراض وارد کرتے ہیں، بعض اہلِ نظر کے مطابق اس کی چار وجوہات ہیں:

ایک حسد کی وجہ سے معترض وجود میں آئے۔ حاسدین کے اعتراضات کی حیثیت یوں ہے، جیسا کہ کوئی چاند پر تھوکے۔

دوسرے وہ لوگ بھی فی زمانہ پائے جاتے ہیں جو قومی اور بین الاقوامی سطح پہ معاشی منفعت کے پیشِ نظر تعصبات، فرقہ واریّت اور شدت کو ہوا دینے کے لیے اسلاف و اکابر پہ طعن کا دروازہ کھولتے ہیں، ایسے لوگ اِس قابل ہی نہیں کہ اُن پہ کوئی تبصرہ کیا جائے۔

تیسرا آپ کے فہم و بصیرت تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے معترض وجود میں آئے جس کی تصریحات محدثین اور فقہاء کرام نے بیان فرمائی ہیں۔ شیخ الاسلام امام ابن حجر ہیتمی المکی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"قال ابو سلیمان: کان ابو حنیفة عجبا من العجب، و انما یرغب عن کلامه من لم یقو علیه"۔

(الخیرات الاحسان فی مناقب الامام اعظم ابی حنیفہ: ص:83؛ عقود الجمان ص 204)

ترجمہ ابوسلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عجب العجاب تھے، ان کے کلام سے وہی شخص نفرت کرے گا جو شخص ان کے سمجھنے کی قدرت نہیں رکھتا"۔

امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ سے یحیٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ جو لوگ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر بولتے ہیں

اُن کے حق میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کیا ارشاد فرماتے ہیں: فرمایا:

"امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو مسئلے بیان فرماتے ہیں ان میں سے بعض کو وہ سمجھتے ہیں اور بعض اُن کی عقل سے ماوراء ہوتے ہیں اس لئے ان سے حسد رکھتے ہیں"۔

(الخیرات الاحسان: ص:81؛ عقود الجمان ص 199)

چوتھی وجہ یہ ہے کہ آپ کے مستنبط شدہ مسائل کے بنیادی ماخذ کے مقامات اور مواقع کو نہ جانے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فکری اور استنباطی قوت تک رسائی نہ ہونے اور اپنی کج فہمی کی بنیاد پر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو موردِ الزام ٹھہرایا گیا کہ "یہ تو احادیث کے خلاف اپنی رائے قائم کرتے ہیں"۔ اِس افواہ کے نتیجے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معاصرین میں سے بڑے بڑے نام ایسے ہیں جو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے خفا تھے، لیکن جب وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملے تو تمام اشکال بھی رفع ہو گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فکر کو تسلیم بھی کیا اور عزت و تکریم سے نوازا بھی سہی۔ جس کی وضاحت کتبِ محدثین اور فقہاء میں موجود ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن حجر ہیتمی مکی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ایک دفعہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: یہ کون ہے بدعتی؟ جو کوفہ میں ظاہر ہوا ہے، جس کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر جواب نہ دیا بلکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشکل مسئلوں سے چند مسئلے دکھائے۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان مسئلوں کو نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب دیکھا۔ بولے: یہ کون شخص ہیں؟۔ کہا: ایک شیخ ہیں جن سے میں عراق میں ملا ہوں۔ بولے: یہ بہت تیز طبع مشائخ ہیں، جاؤ اور ان سے بہت سا لکھ لو۔ انہوں نے کہا: یہی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے منع فرمایا تھا۔ پھر جب امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ مکہ معظّمہ میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملے تو انہی مسئلوں میں گفتگو کی، تو جس قدر ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھا تھا اس سے بہت زیادہ واضح کر کے بیان فرمایا، جب دونوں جدا ہوئے، تو امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا:

"غبطت الرجل بکثرة علمه ووفور عقله، وأستغفر الله تعالی. لقد

کنت فی غلط ظاھر، إلزم الرجل فانه بخلاف ما بلغنی عنه"۔

(الخیرات الاحسان: ص 77، 78: تاریخ بغداد و ذیولہ ج 13 ص 238؛ مناقب ابی حنیفہ للکردری ص 45)

ترجمہ ''میں امام صاحب ؒ کے کثرتِ علم و کمالِ عقل پر غبطہ کرتا ہوں، اور میں استغفار کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے، میں کھلی غلطی پر تھا۔ میں ان کو الزام دیتا تھا حالانکہ وہ اس کے برخلاف ہیں جو ان کے بارے میں مجھ تک پہنچا''۔

چونکہ امام ابوحنیفہ ؒ احادیثِ مبارکہ سے مسائل کے استنباط کرنے میں وافر ملکہ رکھتے تھے جو ہر کسی کے بس کی بات نہیں تھی۔ اس لئے بعض لوگوں نے اپنی کج فہمی اور کج فکری کی بنیاد پر آپ ؒ کے خلاف اتنی افواہیں پھیلا دی تھیں جو امام اوزاعی ؒ تک بھی پہنچ گئیں۔ اسی وجہ سے تو امام ابوجعفر محمد الباقر ؒ نے بھی آپ ؒ سے حدیث اور قیاس کی بابت پوچھا تھا۔

امام ابوبکر خطیب بغدادی ؒ تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں:

"عن ابی یوسف ما رایت احدا اعلم بتفسیر الحدیث و مواضع النکت التی فیه من الفقه من ابی حنیفة"۔

(تاریخ بغداد، ج: 15، ص: 459، ناشر: دار الغرب الاسلامی بیروت)

ترجمہ ''امام ابو یوسف ؒ فرماتے ہیں: میرے نزدیک حدیث کی تفسیر اور حدیث میں فقہی نکتوں کے مقامات کا جاننے والا ابوحنیفہ ؒ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے''۔

جن لوگوں نے امام صاحب ؒ اور ان کے شاگردوں کے بارے میں یہ کہا ہے کہ وہ اپنی رائے کو سنتِ رسول ﷺ پر ترجیح دیتے ہیں۔ میں سوچتا ہوں کہ آج کا اصول الشاشی پڑھنے والا طالب علم بھی اتنا شعور رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ سب سے پہلے قرآن کی طرف رجوع کیا جائے گا، پھر سنتِ رسول ﷺ کی طرف، پھر اجماعِ صحابہ ؓ اور بعد میں قیاس کی طرف رجوع کیا جائے گا، تو کیا ان لوگوں کے نزدیک امام صاحب ؒ کو اس طالب علم جتنا بھی درک نہ تھا؟ وہ امام ابوحنیفہ ؒ جن کا دادا بھی تابعی، باپ بھی تابعی اور آپ ؒ خود بھی تابعین ؒ میں سے ہیں۔

جس نے پیدا ہوتے ہی آنکھ ''خیر القرون قرنی'' میں کھولی ہو، جس نے اپنی زندگی کے شب و روز صحابہ ؓ اور تابعین ؒ کی صحبت میں گزارے ہوں، جس کے لیے آقا کریم ﷺ یہ خوشخبری سنائیں:

"طُوبٰی لِمَنْ رَآنِي، وَلِمَنْ رَأَى مَنْ رَآنِي، وَلِمَنْ رَأَى مَنْ رَأَى مَنْ رَآنِي"۔

(الفوائد لابو القاسم تمام، ج: 2، ص: 258، الناشر: مکتبة الرشد - الریاض؛ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج: 9، ص: 3880، الناشر: دار الفکر، بیروت، لبنان؛ التیسیر بشرح الجامع الصغیر، ج: 2، ص: 119، الناشر: مکتبة الإمام الشافعي - الریاض؛ (کنز العمال، ج: 11، ص: 530، الناشر: مؤسسة الرسالة)

ترجمہ بشارت ہے اس کے لیے جس نے مجھے دیکھا (یعنی صحابہ کرام ؓ)، اور اُس کے لئے بھی جس نے مجھے دیکھنے والے کو دیکھا (یعنی تابعین ؒ، امام اعظم ؒ بھی تابعی ہیں) اور اس کے لیے بھی جس نے مجھے دیکھنے والوں کے دیکھنے والوں کو دیکھا (یعنی تبع تابعین ؒ)۔

اس روایت کے مطابق تو امام اعظم ؒ کی زیارت کرنے والے بھی اس بشارت کے مصداق ہیں۔

جن کے بارے میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری ؒ ''کشف المحجوب'' میں لکھتے ہیں:

''آپ ؒ بکثرت مشائخ متقدمین کے استاد ہیں چنانچہ ابراہیم بن ادھم ؒ، فضیل بن عیاض ؒ، داؤد طائی ؒ اور بشر حافی ؒ وغیرہ نے آپ ؒ سے اکتسابِ فیض کیا''۔ (کشف المحجوب، ص: 146، ناشر: کتب خانہ حاجی نیاز احمد اندرون بوہڑ گیٹ ملتان)

ذرا سوچئے! کہ جو اتنے بڑے مشائخ کا استاد ہو جن کے تقویٰ اور روحانیت کا یہ عالم ہو کہ عالم رؤیا میں اللہ تعالیٰ انہیں 99 مرتبہ اپنے انوار و تجلیات کی زیارت کا شرف عطا کرے جیسا کہ کتبِ مناقب میں مرقوم ہے:

"رای الله تبارك و تعالی تسعا و تسعین مره"

جن کی قرآن وسنت سے وابستگی مُسلّم ہو اور جن کی روحانیت اور ولایت پر اُمت کا اجماع ہو، ان کے بارے میں کوئی آدمی یہ کہنے کی کیسے جسارت کرسکتا ہے کہ وہ اپنی رائے کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ترجیح دیتے ہیں؟

دراصل مسئلہ یہ تھا کہ جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مستنبط شدہ ذخیرہ مسائل کا مطالعہ کرتے اور اپنی کج فہمی کی وجہ سے دلیل تک رسائی نہ ہوسکتی، تو سوچ اور فکر میں اشکال پیدا ہو جاتا اور حقیقت یہ ہے کہ جب تک متکلم خود اُس کی وضاحت نہ کرے، تو آدمی اسی اشکال میں رہتا ہے۔ شارح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: 676ھ) ''شرح المہذب'' میں کچھ ایسا ہی لکھتے ہیں:

''حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ سے قاتل کی توبہ کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا اُس کی توبہ (قبول) نہیں ہے، دوسرے شخص نے یہی سوال کیا آپ (رضی اللہ عنہ) نے اُس کو فرمایا کہ قاتل کی توبہ قبول ہے''۔

غور فرمائیں: سوال ایک ہے کہ قاتل کی توبہ قبول ہے یا نہیں؟ ایک سائل کو آپ فرمارہے ہیں کہ قاتل کی توبہ قبول نہیں ہے اور اُسی سوال کے جواب میں دوسرے کو فرمارہے ہیں کہ قاتل کی توبہ قبول ہے، حالانکہ قاتل کی توبہ قبول ہے۔

صرف اتنی بات پر کم ظرف آدمی آپ کے علم پر، آپ کی فقاہت پر، آپ کی فہم و فراست پر، آپ کی دور اندیشی پر طعنہ زنی کرسکتا ہے، اور اُس وقت تک اس طعن و تشنیع کے چنگل سے باہر نکل ہی نہیں سکتا، جب تک متکلم خود اس کی وضاحت نہ کرے۔

کچھ ایسا ہی حال امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوا کہ جب کج فہم لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قواعدِ اجتہاد، مواقعِ اجتہاد اور احادیث میں فقہی نکتوں کے مقامات کو نہ سمجھ سکے، تو بدگمانی میں مبتلا ہوگئے جو انہیں طعن وتشنیع کی دہلیز تک لے گئی۔

شارح مسلم ''امام نووی رحمۃ اللہ علیہ'' آگے لکھتے ہیں:

پھر حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے اس کی وجہ بیان فرمائی کہ میں نے دونوں کو الگ الگ جواب کیوں دیا؟'' پھر فرمایا کہ بہرحال شخصِ اول کی آنکھوں میں مَیں نے دیکھ لیا تھا کہ ارادہ قتل ہے۔ پس میں نے اُسے باز رکھنے کیلئے (یہ فتویٰ دیا کہ قاتل کی توبہ قبول نہیں ہے) اور رہا دوسرا شخص تو وہ قتل (کرنے) کے بعد عاجزی سے آیا۔ تو میں نے اُسے (رحمتِ الٰہی سے) مایوس نہیں کیا۔ (اُسے فتوی دیا کہ قاتل کی توبہ قبول ہے)''۔

(آداب الفتویٰ والمفتی والمستفتی للنووی، ج 1، ص 56، الناشر: دار الفکر - دمشق؛ المجموع شرح المهذب للنووی، ج 1، ص 50، الناشر: دار الفکر؛ روضة الطالبین للنووی، ج 11، ص 102، الناشر: المکتب الإسلامی، بیروت؛ أسنی المطالب فی شرح روض الطالب للزکریا الأنصاری ج 4، ص 281، الناشر: دار الکتاب الإسلامی)

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: 465ھ) ''رسالۃ القشیریۃ'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''میں نے ایک مرتبہ ''الحمدللہ'' کہا تو تیس سال سے اپنے اس قول سے استغفار کر رہا ہوں''۔

تو یہ کتنا تعجب خیز قول ہے کہ ''الحمدللہ'' کہنے پر استغفار کرنا، حالانکہ کتبِ حدیث میں اِن کلمات ''الحمدللہ'' کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور یہی کلمات اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب ترین ہیں۔ حضرت امام سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ ''الحمدللہ'' کی فضیلت کو بھی جانتے تھے کیونکہ وہ کوئی عام انسان نہیں تھے بلکہ امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''أَبُو الْحَسَنِ سری السقطی کَانَ أوحد زمانه فِي الورع وأحوال السنة و علوم التوحید''۔

ترجمہ ''حضرت ابوالحسن سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ ورع، احوال السنۃ، اور علومِ توحید میں یکتائے زمانہ

تھے''۔

تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ذخیرہ احادیث کے خلاف بات کریں تو جب تک صاحب کلام (امام سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ) خود اس کی وضاحت بیان نہیں فرمائیں گے کہ 'الحمد للہ' کہنے پر استغفار کرنے سے اُن کی کیا مراد ہے؟ اُس وقت تک اشکال رفع نہیں ہوسکتا اور نہ کسی کو اُس پر حکم لگانے کی شرعاً اجازت ہوگی۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ آگے لکھتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں عرض کیا گیا:

''وہ کیسے آپ الحمد للہ کہنے پر استغفار کرتے رہے؟ پس آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایک مرتبہ بغداد میں آگ لگ گئی (اور لوگوں کے مکانات وغیرہ جل گئے) ایک شخص میرے سامنے آیا اور اس نے کہا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دکان بچ گئی، تو میں نے کہا: الحمد للہ، پس میں تیس سال سے اپنے اِس قول پر نادم ہوں کہ میں نے اِس سے اپنے نفس کے لئے اُس نقصان سے محفوظ رہنے کا ارادہ کیا جو مسلمانوں کو پہنچا''۔

آپ نے دیکھا کہ جب تک حضرت امام سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قول کی خود وضاحت نہیں فرمائی اُس وقت تک اشکال رفع نہیں ہوا اور جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت سامنے آگئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ''عین منشائے شریعت محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)'' کے مطابق ثابت ہوا۔ یہی انسانیت ہے اور یہی منشائے اسلام۔

باقی رہا قلت روایت اور ایک محدث کا دوسرے محدث سے روایت نہ لینے یا اس قسم کے جتنے بھی دیگر اعتراضات ہیں ان کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کمزوری اور ضعف پہ محمول کرنا یہ معترض کے اپنے کمزور شعور اور ''ضعف فی العلم'' ہونے کی دلیل ہے۔

اس قسم کے اعتراضات تو کسی محدث کی کمزوری اور ضعف کو ظاہر نہیں کرسکتے چہ جائیکہ امام الائمہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کمزوری اور ضعف کو ظاہر کریں۔

اگر قلتِ روایت کو بالفرض مان بھی لیا جائے تو اس کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں اور قلتِ روایت کوئی عیب نہیں تھا اور نہ ہے، جو عیب اور کمزوری بنا کر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر چسپاں کردی گئی۔ بندہ ناچیز کی رائے میں اگر فضیلت اور شرف کا معیار کثرتِ روایت

پر ہوتا تو یقیناً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بزرگی اور فضیلت میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کم ہوتے، کیونکہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی مرویات کی تعداد دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کم ہیں، لیکن ایسا نہیں ہے کہ روایت کم ہونے کی بِنا پر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی فضیلت و بزرگی پہ کسی محدث یا فقیہ نے کبھی کلام کیا ہو۔ اس لئے عقل مندی یہ ہے کہ اعتراض کرنے سے پہلے اس کی علت اور سبب کو معلوم کرلیا جائے تاکہ آدمی الزام درازی سے بچ سکے۔ اگر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اتنا کثیر علمِ حدیث نہ ہوتا تو اتنے کثیر مسائل کا استنباط کیونکر ممکن تھا؟ جو لوگ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو محض سترہ (17) احادیث یاد ہونے کا بہتان دھرتے ہیں ان کے دامن میں سوائے تعصب و کم علمی کے کچھ نہیں۔ اتنے کثیر مسائل کا استنباط کہ اسلام کا اولین اور عظیم ترین فقہی مذہب وجود میں آیا۔ کیا آپ نے یہ عظیم استنباط صرف اُن 17 احادیث سے کیا ہے؟

بالفرض! اگر اس من گھڑت فسانے کو چند لمحے کیلئے مان لیا جائے تو پھر بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت، بزرگی اور شرف ماننا پڑے گا۔

امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: 463ھ) تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں:

ابوعبدالرحمن المقری رحمۃ اللہ علیہ جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت بیان کرتے تو فرماتے:

''قَالَ: حَدَّثَنَا شاهنشاه''۔ (تاریخ بغداد، ج:13، ص:344، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ترجمہ ''ہم سے بادشاہوں کے بادشاہ نے حدیث بیان کی''۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جنہیں علمِ حدیث میں ''امیر المؤمنین فی الحدیث'' کا درجہ حاصل ہے وہ خود اپنی زبانی بیان کرتے ہیں:

''فلما طعنت في ست عشرة سنة حفظت كتب ابن المبارك ووكيع''۔

ترجمہ ''جب میں سولہ سال کا ہوا تو میں نے ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور وکیع رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں زبانی یاد کرلیں تھیں''۔

سیدنا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جن محدثین کی کتابوں کو حفظ کرنا سندِ علم اور مقامِ سعادت سمجھ کر کہہ رہے ہیں یہ دونوں ائمہ یعنی عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ امام

اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بلند پایہ شاگرد تھے۔

احادیث مبارک میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت ہی تمام اعتراضات کو رفع کر دیتی ہے۔

شیخ اجل حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''التبییض الصحیفة'' میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان عالی شان کی روشنی میں لکھتے ہیں:

"قال رسول الله ﷺ: لو كان العلم بالثريا لتناوله رجال من ابناء فارس۔ (حلیہ)

ترجمہ ''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اگر علم ثریا ستارے پر بھی ہوتا تو ضرور فارس کے مردوں کی اولاد میں سے کچھ لوگ اسے پا لیتے''۔

"أقول و قد بشر (ﷺ) بالإمام أبي حنيفة في الحديث"۔

ترجمہ ''میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی حدیثِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں بشارت دی گئی ہے''۔

اس حدیث پاک کی تخریج کرتے ہوئے بخاری ومسلم کی روایت کو نقل کرنے کے بعد امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"فهذا أصل صحيح يعتمد عليه في البشارة و الفضيلة نظير الحديثين الذين في الإمامين و يستغني به عن الخبر الموضوع"۔ [10]

(التبييض الصحيفه بمناقب أبي حنيفه، ج:1 ص:31-33، الناشر: دار الكتب العلميه، بيروت)

پس یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت اور بشارت میں ایسی صحیح اصل ہے جو قابلِ اعتماد ہے اور جن دو حدیثوں کو شیخین یعنی بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے ان کی وجہ سے انسان (امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل میں) خبر موضوع سے بے نیاز ہوجاتا ہے''۔

امام الفقہاء و خاتمۃ المجتہدین علامہ سید ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ شامی میں لکھتے ہیں:

"قَالَ الْحَافِظُ السُّيُوطِيّ: هٰذَا الْحَدِيثُ الَّذِي رَوَاهُ الشَّيْخَانِ أَصْلٌ صَحِيحٌ

يُعْتَمَدُ عَلَيْهِ فِي الْإِشَارَةِ لِأَبِي حَنِيفَةَ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَى صِحَّتِهِ"۔

(حاشية ابن عابدين = رد المحتار ط الحلبي (ابن عابدين)، ج1 ص53)

ترجمہ ''حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے، اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے اور اس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل اور مناقب میں یہ حدیث کافی ہے''۔

امیر المؤمنین فی الحدیث امام سفیان الثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جو شخص ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کرے اس کو چاہیے کہ وہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بلند مرتبہ بالا قدر ہو اور ایسا ہونا دشوار ہے''۔

جو خلاف کرنے سے باز نہ آئے ان کے بارے میں امام عبدالوہاب شعرانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ ''المیزان الکبریٰ'' میں لکھتے ہیں:

''اور امام اعظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بعض متعصبین کے کلام کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور نہ ان کے اس قول کی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اہل رائے میں سے ہیں بلکہ جو آپ رحمۃ اللہ علیہ پر یہ طعن کرتا ہے اہلِ تحقیق کے نزدیک حقیقت میں اس کا یہ کلام بکواسات کی طرح ہے''۔

(المیزان الکبریٰ، ج:1، ص:89، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس طرح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ استنباطِ مسائل، فقہ اور علمِ حدیث میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ روحانیت میں بھی اوجِ ثریا پر فائز تھے۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''محک الفقر کلاں'' میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''بعد از اصحاب ولایتِ فقر بدو کس رسید: یکی حضرت شاہ محی الدّین، دوم حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ کوفی را کہ از دنیا تارک صافی بود وصوفی''۔

ترجمہ ''یاد رہے کہ اصحابِ پاک رضی اللہ عنہم کے بعد فقر کی دولت دو حضرات نے پائی، ایک محی الدین شاہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حضرت امام ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ جو ایک

تارکِ دنیا صوفی تھے''۔

اس لئے ضروری ہے کہ جب بھی کسی معترض کی جانب سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کو نشانہ بنایا جائے تو اُس سے لاعلمی کا اظہار کیا جائے اور خاموشی اختیار کی جائے، کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام و مرتبہ اِسی بات کا متقاضی ہے، اور یہی حق ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ الخیرات الاحسان میں لکھتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے:

''علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اے طالب ہدایت! تجھے یہی لائق ہے کہ ائمہ سلف کے ساتھ ادب کا راستہ اختیار کرو اور یہ کہ بعضوں کا کلام جو بعضوں کے حق میں ہوا ہے اُسے نہ دیکھ، مگر جب مدلل بیان کیا جائے پھر بھی اگر تاویل اور حسنِ ظن ہو سکے تو اس کو اختیار کر ورنہ ان میں جو اختلافات ہوئے ان سے درگزر کر اور اس کی طرف کان مت لگا''۔

''پس اگر تو اس میں مشغول ہوا، تو تجھ پر ہلاک ہونے کا خوف ہے اور جو کچھ اُن کے درمیان واقع ہوا، اس سے سکوت کر، جس طرح ہم اُن باتوں میں سکوت کرتے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان واقع ہوئیں''۔

اَسلاف کی تعلیمات کے مطابق جو شخص اِس طرح کی صاحبِ تقویٰ و صاحبِ تصرف شخصیات پر بہ غرضِ تنقیص معترض ہوا وہ ایک بہت بڑے خسارے میں مبتلا ہوا۔

جیسا کہ خاتمۃ المجتہدین علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: 1252ھ) رسائل ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ میں لکھتے ہیں:

"مَنْ فَتَحَ بَابَ الْاِعْتِرَاضِ عَلَى الْمَشَائِخِ وَالنَّظْرُ فِيْ اَفْعَالِهِمْ وَالْبَحْثُ عَنْهَا فَاِنَّ ذٰلِكَ عَلَامَةُ حِرْمَانِهٖ وَسُوْءِ عَاقِبَتِهٖ وَاِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ۔ اِنْتَهٰى"۔

(مجموعہ رسائل ابن عابدین الجزالثانی ص:289 سہیل اکیڈمی لاہور پاکستان)

ترجمہ ''جس شخص نے مشائخ (اولیاء اللہ) پر اعتراض کا دروزہ کھولا اور عیب جوئی کے لیے ان کے افعال میں نظر کی اور (مخالفت میں) اس سے بحث کی پس بے شک یہ بدنصیبی

اور بُرے خاتمے کی علامت ہے اور بے شک وہ کبھی کامیاب نہ ہوگا''۔

حقیقت میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اسلامی علوم و فنون کے تمام شعبوں میں امام اور مجتہد تھے جس طرح وہ آسمانِ فقہ کے درخشندہ آفتاب تھے۔ عقائد و کلام کے افق پر بھی انہی کا سورج طلوع ہوتا تھا اور روایت و درایت کے میدان میں سابقیتِ فنِ حدیث میں یہ بہار انہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے شافعی اور مالکی فقہ میں انہی کے پروردہ ہیں اور صحاح ستہ کے شیوخ اُن ہی کے فیض یافتہ ہیں وہ نہ ہوتے تو نہ فقہاء کو یہ عروج ہوتا اور نہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ کو یہ جوبن نصیب ہوتا۔

آج کل بھی یہی مسئلہ ہے کہ لوگ دوسروں کے بارے میں رائے قائم کرنے میں دیر نہیں لگاتے۔ کسی کے بارے میں منفی رائے قائم کرنے سے قبل اس سے ایک بار مل لینا اپنے اوپر لازم کر لیجئے کیونکہ ہمارا رب ہمیں یہی حکم فرماتا ہے:

آیت 1: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ○ (الحجرات:6)

ترجمہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔

تاکہ ایک سنجیدہ معاشرے کا قیام عمل میں لایا جاسکے۔

باب 3

امام ابوحنیفہ ؒ کی طرف خلقِ قرآن، قدر، ارجاء وغیرہ کے الزامات کی حقیقت

1 امام ابوحنیفہ ؒ کی عظمتِ شان

امام اعظم ابوحنیفہ ؒ اس امت کے منتخب اور چنندہ افراد میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اپنے علم، تقویٰ، عمل، اخلاق، تواضع وانکساری، جود وسخاوت، بلند نظری، مخلوق کی ہم دردی وغم خواری، پاکیزہ صحبت وعلم وعلماء کی بے غرضانہ خدمتِ عظیم کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے آپ ؒ کو عزت کے آسمان اور شہرت کے ثریا پر پہنچا دیا۔ آپ ؒ کی زندگی، آپ ؒ کی خدمات، آپ ؒ کی فکر نے بہت سوں کے لیے فکر وعمل اور غور وتدبر کے دروازوں کو وا کر دیا۔ آپ ؒ باتفاقِ امت مجتہدِ مطلق تھے اور ائمہ مجتہدین میں مختلف حیثیتوں سے آپ ؒ کو تفوق حاصل تھا۔ آپ ؒ کی مجتہدانہ رجال سازی نے مجتہدین کی ایک جماعت تیار کر دی۔ فقہ وحدیث میں گہری واقفیت نے فقہ کے دائرے کو بہت وسیع کیا اور ایک ایسی فقہ وجود میں آئی جس سے آج بھی امت کا سوادِ اعظم استفادہ کر رہا ہے۔ آپ ؒ کی عظمتِ شان اور جلالتِ مکان کو بڑے بڑے اساطینِ علم وفضل نے تسلیم کیا ہے۔ فقہ وحدیث کے تاج داروں نے آپ ؒ کو فقہ

وحدیث کا امام اعظم مانا ہے اور آپ ؒ کی گوناگوں صفات اور علمی تبحر کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ یہی نہیں کہ ائمہ احناف یا علمائے احناف نے ہی آپ ؒ کی سوانح تحریر کی ہے، بلکہ آپ ؒ کے سوانح نگاروں میں زیادہ تر فقہ مالکی اور فقہ شافعی کے متبعین اور پیروکار شامل ہیں، جنہوں نے صاف اور واضح لفظوں میں امام صاحب ؒ کے علمی کمالات اور ان کی صاف وشفاف زندگی کو تاریخ بنا کر پیش کیا ہے۔ امام صاحب ؒ کے سوانح نگاروں میں زیادہ تر حضرات نے امام صاحب ؒ کے صرف ایجابی پہلو کو ذکر کیا ہے اور امام صاحب ؒ کی خدمات کا اعتراف کیا ہے، جب کہ بعض مصنفین نے، جیسے خطیب ؒ وغیرہ، ہر طرح کے رطب ویابس کو لکھ کر امام صاحب ؒ کے بعض نقائص کو ذکر کیا ہے اور بہت سے بے جا الزامات اور غلط خیالات کو امام صاحب ؒ کی طرف منسوب کیا ہے، جس کی کوئی دلیل اور صحیح سند کبھی پیش نہیں کی جاسکتی۔ اسی کے ساتھ بہت سے منصف اہلِ علم اور مؤرخین نے امام صاحب ؒ کی طرف منسوب ان اعتراضات اور الزامات کا جائزہ لے کر امام صاحب ؒ کی طرف سے صفائی پیش کی ہے اور آپ ؒ کو ان الزامات سے بری ہونے کا سرٹیفکیٹ دیا ہے۔

2 امام صاحب ؒ پر جرح کی حقیقت

امام صاحب ؒ کے بعض سوانح نگاروں نے امام صاحب ؒ کی طرف عقائد و فروعات سے متعلق بعض ایسی باتیں نقل کی ہیں جن سے امام صاحب ؒ بالکل بری ہیں۔ بہت سے منصف اہلِ قلم نے امام صاحب ؒ کی طرف سے دفاع کیا ہے اور اس کے جوابات لکھے ہیں۔ امام صاحب ؒ کی طرف خلقِ قرآن، قدر وارجاء وغیرہ کے الزامات لگائے گئے ہیں۔ شیخ طاہر پٹنی ؒ صاحب "مجمع البحار" اس کے متعلق فرماتے ہیں:

وقد نسب إليه من خلق القرآن والقدر والإرجاء ما يجل قدره عنها،

ویدل علیه ما یسر الله له من الذکر المنتشر فی الأفاق، فلو لم یکن لله سر فیه لما جمع شطر الإسلام علی تقلیده.

(مجمع بحار الأنوار فی غرائب التنزیل ولطائف الأخبار، ج5 ص281. المؤلف: جمال الدین، محمد طاهر بن علی الصدیقی الهندی الفَتَّنِی الکجراتی (ت 986ھ). الناشر: مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانیة. الطبعة: الثالثة، 1387ھ - 1967م. عدد الأجزاء:5)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ ؒ کی طرف ایسے اقوال منسوب کیے گئے ہیں جن سے ان کی شان بالاتر ہے۔ وہ اقوال: خلقِ قرآن، قدر، ارجا، وغیرہ ہیں۔ ہم کو ضرورت نہیں کہ ان اقوال کے منسوب کرنے والوں کا نام لیں۔ یہ ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ ؒ کا دامن ان سے پاک تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ان کو ایسی شریعت دینا جو سارے آفاق میں پھیل گئی اور جس نے روئے زمین کو ڈھک لیا اور ان کے مذہب وفقہ کو قبولِ عام دینا ان کی پاک دامنی کی دلیل ہے۔ اگر اس میں اللہ تعالیٰ کا سرِ خفی نہ ہوتا، نصف یا اس سے قریب اسلام ان کی تقلید کے جھنڈے کے نیچے نہ ہوتا۔

امام صاحب ؒ پر جس طرح کا بھی جرح کیا گیا ہے اس کی حقیقت معاصرانہ چپقلش، غلط فہمی اور جہالت، یا تعصب وحسد ہے، ورنہ امام صاحب ؒ کی زندگی ان الزامات سے آئینہ کی طرف صاف وشفاف ہے۔

مولانا سرفراز خان صفدر ؒ "مقام ابوحنیفہ ؒ" میں اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کے بارے میں جن جن حضرات نے کلام کیا ہے یا تو وہ محض تعصب اور عناد وحسد کی پیداوار ہے، جس کی ایک پر کاہ کی حیثیت بھی نہیں ہے اور بعض حضرات نے اگرچہ دیانۃً کلام کیا ہے، مگر اس رائے کے قائم کرنے میں جس اجتہاد سے انہوں نے کام لیا ہے وہ سر سر اباطل ہے، کیوں کہ تاریخ ان تمام غلط فہمیوں کو بیخ وبن سے اکھاڑ رہی ہے۔ اس لیے ان حوالجات سے مغالطہ آفرینی میں مبتلا ہونا یا دوسروں کو دھوکہ دینا انصاف ودیانت کا جنازہ نکالنا اور محض تعصب اور حسد وغیبت

جیسے گناہ میں آلودہ ہونا ہے۔ (مقام ابی حنیفہ ؒ ص:272)

خطیب ؒ نے عبد بن داؤد ؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے:

"الناس فی أبی حنیفة رجلان: جاهل به، وحاسد له".

(تاریخ بغداد:13/346)

ترجمہ: امام صاحب ؒ کے سلسلے میں لوگوں کی دو قسمیں ہیں: یا تو امام صاحب ؒ کے فضل وکمال سے ناواقف ہیں یا ان سے حسد کرتے ہیں۔

باب 4

کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ارجاء کی نسبت درست ہے؟

اعتراض غیر مقلدین کہتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ”عقیدۂ ارجاء“ رکھتے تھے اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب: ”غنیۃ الطالبین“ میں تہتر فرقوں کی تفصیل میں ”مرجئہ فرقہ“ کا ذکر بھی کیا، اور ”مرجئہ فرقہ“ میں اصحابِ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شمار کیا ہے۔

جواب فرقۂ غیر مقلدین نام نہاد اہل حدیث کے بعض متعصب لوگوں نے ”غنیۃ الطالبین“ کی اس عبارت کو لے کر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور احناف کے خلاف بہت شور مچایا، اور آج تک اس وسوسہ کو گردانتے چلے جارہے ہیں۔ انہی لوگوں میں پیش پیش کتاب ”حقیقت الفقہ“ کے مولف نام نہاد اہل حدیث غیر مقلد عالم یوسف جے پوری بھی ہے۔ لہٰذا اس نے اپنی کتاب ”حقیقت الفقہ“ میں گمراہ فرقوں کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت فرقہ کا نام ”الحنفیہ“ اور پیشوا کا نام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ لکھا، اور ”حنفیہ“ کو دیگر فرقۂ ضالہ کی طرح ایک گمراہ فرقہ قرار دیا اور اسی غرض سے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب: ”غنیۃ الطالبین“ کی عبارت نقل کی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب اس اعتراض کا جواب دینے سے قبل یوسف جے پوری کی امانت و دیانت ملاحظہ کریں۔ اس نے اصل عبارت پیش کرنے بجائے صرف ترجمہ پر اکتفاء کیا اور وہ بھی اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق ذکر کیا۔ ”غنیۃ الطالبین“ کی اصل عبارت اس طرح ہے:

أما الحنفية فهم بعض أصحاب أبي حنيفة النعمان بن ثابت زعموا ان الإيمان هو المعرفة والإقرار بالله ورسوله وبما جاء من عنده جملة على ما ذكره البرهوتي في كتاب الشجرة. (291)

اب ”غنیۃ الطالبین“ کی اس عبارت کی بنیاد ایک مجہول شخص ”برہوتی“ کی مجہول کتاب ”کتاب الشجرۃ“ پر ہے، لیکن یوسف جے پوری نے اس عبارت کا ترجمہ کرتے وقت ”کتاب الشجرۃ“ کا نام اڑا دیا جو کہ ”غنیۃ الطالبین“ کا ماخذ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ ”برہوتی“ کون شخص ہے؟ اور اس کی ”کتاب الشجرۃ“ کوئی مستند کتاب ہے؟ حقیقت میں یہ دونوں مجہول ہیں، لیکن یوسف جے پوری چونکہ فرقۂ جدید نام نہاد اہل حدیث سے تعلق رکھتے ہیں جن کا یہ اصول ہے کہ ہم ہر بات صحیح و ثابت سند کے ساتھ قبول کرتے ہیں، ضعیف اور مجہول بات کا ہمارے نزدیک کوئی اعتبار نہیں ہے، لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور احناف کے خلاف جو بات جہاں سے، جس کسی سے بھی مل جائے تو وہ سر آنکھوں پر ہے۔ اس کے لئے کسی دلیل، ثبوت، صحت، سند، غرض کسی چیز کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر ”کتاب الشجرۃ“ اور اس کا مصنف ”برہوتی“ واقعی ایک معروف و معتمد آدمی ہے، تو یوسف جے پوری نے اصل کتاب ”کتاب الشجرۃ“ کی عبارت مع سند کیوں ذکر نہیں کی؟

جب ایسا نہیں کیا تو اہلِ عقل پر واضح ہوگیا کہ یوسف جے پوری نے محض تعصب و عناد کی بنا پر جاہل عوام کو ورغلانے کی ناکام کوشش کی ہے۔

دوسری اہم بات ”غنیۃ الطالبین“ کی مذکورہ بالا عبارت کو دیکھیں اس میں ”بعض أصحاب أبي حنيفة“ کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے کہ کچھ حنفی اس عقیدہ کے حامل تھے، لیکن یوسف جے پوری کی امانت و دیانت کو داد دیں کہ اس نے ”بعض“ کا لفظ اڑا کر تمام احناف کو اس میں شامل کر دیا اور اس کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بنا دیا۔

یوسف جے پوری لکھتا ہے:

”ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمۃ اللہ علیہ مقتدا ہیں فرقۂ حنفیہ کے، اکثر اہلِ علم نے ان کو

’’مرجئہ فرقہ‘‘ میں شمار کیا ہے الخ (حاشیہ حقیقت الفقہ ص 27)

جے پوری کی یہ بات کہ (اکثر اہلِ علم نے ان کو ’’مرجئہ فرقہ‘‘ میں شمار کیا ہے) یہ محض دھوکہ اور کذب و وسوسہ ہے۔ اس لئے کہ اگر اکثر اہلِ علم نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئہ کہا ہے تو جے پوری نے ان اکثر اہل علم کی فہرست اور ان کے نام ذکر کرنے کی تکلیف کیوں نہیں کی؟

جو شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس درجہ بغض وعناد رکھتا ہے کہ سب رطب و یابس غلط جھوٹ بغیر جانچ پڑتال کے اپنی کتاب میں درج کرتا ہے، تعجب ہے کہ اس نے یہ تو کہہ دیا کہ اکثر اہل علم نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئہ کہا ہے، لیکن اکثر اہل علم میں سے کسی ایک کا نام ذکر کرنے کی تکلیف نہیں کی۔

تنبیہ یہ عبارت محرف نسخہ کی ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب اس عبارت کو تسلیم کیا جائے۔ جب کہ غنیۃ الطالبین کے صحیح نسخہ میں یہ عبارت مذکورہ ہے:

وأما الغسانية: فهم أصحاب غسان الكوفي، زعم أن الإيمان هو المعرفة والإقرار بالله ورسوله وبما جاء من عنده جملة على ما ذكره البرهوتي في كتاب الشجرة.

(الغنية لطالبي طريق الحق عز وجل، ج1 ص186۔ المؤلف: عبد القادر بن موسى بن عبد الله بن جنكي دوست الحسني، أبو محمد، محيي الدين الجيلاني، أو الكيلاني، أو الجيلي (المتوفى: 561 هـ)۔ المحقق: أبو عبد الرحمن صلاح بن محمد بن عويضة۔ الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان۔ الطبعة: الأولى، 1417هـ-1997م۔ عدد الأجزاء: 2)

تو اس صورت میں یہ ایک افتراء ہے۔

حافظ ابن عبد البر المالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَنَقَمُوا أَيْضًا عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ الْإِرْجَاءَ، وَمِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مَنْ يُنْسَبُ إِلَى الْإِرْجَاءِ كَثِيرٌ لَمْ يُعْنَ أَحَدٌ بِنَقْلِ قَبِيحِ مَا قِيلَ فِيهِ كَمَا عُنُوا بِذَلِكَ فِي

أَبِي حَنِيفَةَ لِإِمَامَتِهِ، وَكَانَ أَيْضًا مَعَ هَذَا يُحْسَدُ وَيُنْسَبُ إِلَيْهِ مَا لَيْسَ فِيهِ وَيُخْتَلَقُ عَلَيْهِ مَا لَا يَلِيقُ بِهِ. وَقَدْ أَثْنَى عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَفَضَّلُوهُ. (جامع بيان العلم وفضله، ج2 ص1080 تحت رقم 2105)

ترجمہ: بعض لوگوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر ’’ارجاء‘‘ کا الزام لگایا ہے، حالانکہ اہل علم میں تو ایسے لوگ کثرت سے موجود ہیں جن کو مرجئہ کہا گیا ہے، لیکن جس طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی امامت کی وجہ سے اس میں برا پہلو نمایاں کیا گیا ہے، دوسروں کے بارے میں ایسا نہیں کیا گیا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بعض لوگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حسد و بغض رکھتے تھے اور ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے تھے جن سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دامن بالکل پاک تھا، اور ان کے بارے نامناسب اور بے بنیاد باتیں گھڑی جاتی تھیں حالانکہ علماء کی ایک بڑی جماعت نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی اور ان کی فضیلت کا اقرار کیا ہے۔

دیگر اعتراضات و الزامات کے ساتھ ساتھ ’’ارجاء‘‘ کے عنوان سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف جو طوفان برپا کیا گیا ہے، پوری تاریخ میں کسی دوسرے محدث یا امام کے خلاف اس کی نظیر نہیں ملتی۔

شیخ مصطفیٰ حسنی السباعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ونسبت إليه آراء ما قالها، وعقائد لم يعتقدها، فهو مرجیء عند بعض الناس"۔

(السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي، 447۔ المؤلف: مصطفى بن حسني السباعي (ت 1384هـ)۔ الناشر: المكتب الإسلامي: دمشق - سوريا، بيروت - لبنان۔ الطبعة: الثالثة، 1402هـ-1982م (بيروت))

ترجمہ: حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایسی آراء وخیالات کو منسوب کیا گیا جن کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی نہیں کہا ہے۔ اور ان کی طرف ایسے عقائد کو منسوب کیا گیا جو اُن کے عقائد نہیں تھے۔ بعض لوگوں کے نزدیک آپ رحمۃ اللہ علیہ مرجئی تھے (حالانکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر

یہ تہمت ہی ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ اس سے بری ہیں)۔

1 ارجاء کا معنی اور حقیقت

ارجاء کا لغت عرب میں معنی ہے:

''الأمل والخوف والتأخير وإعطاء الرجاء والإمهال''۔

ترجمہ تاخیر اور مہلت دینا اور خوف اور امید۔

علامہ عبدالکریم شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب (الملل والنحل) میں فرماتے ہیں کہ ارجاء کے دو معنی ہیں:

1 تاخیر کرنا جیسا کہ قولِ باری تعالیٰ ہے:

آیت 1:۔قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ (الاعراف:111؛الشعراء:36)

ترجمہ انہوں نے کہا:''حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی کو مہلت دے''۔

یعنی ان کے بارے میں فیصلہ کرنے میں تاخیر سے کام لینا چاہیئے اور ان کو مہلت دینا چاہیئے۔

2 والثاني: إعطاء الرجاء.

دوسرا معنی ہے: امید دلانا (یعنی محض ایمان پر کلی نجات کی امید دلانا اور یہ کہنا کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ و معاصی کچھ مضر نہیں ہیں)۔

3 اور بعض کے نزدیک ارجاء یہ بھی ہے کہ کبیرہ گناہ کے مرتکب کا فیصلہ قیامت پر چھوڑ دیا جائے اور دنیا میں اس پر جنتی یا جہنمی ہونے کا حکم نہ لگایا جائے۔

4 اور بعض کے نزدیک ارجاء یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلے خلیفہ کے بجائے چوتھا خلیفہ قرار دیا جائے۔(الملل والنحل، الفصل الخامس المرجئة، ج1 ص139)

''ارجاء'' کے معنی و مفہوم میں چونکہ ''التأخير'' بھی شامل ہے، اس لئے جو حضرات ائمہ، گناہگار کے بارے میں توقف اور خاموشی سے کام لیتے ہیں، اور دنیا میں اس کے جنتی اور جہنمی ہونے کا کوئی فیصلہ نہیں کرتے، بلکہ اس کا معاملہ آخرت پر چھوڑتے ہیں

کہ حق تعالیٰ شانہ اس کے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے خواہ اس کو معاف کرے اور جنت میں داخل کردے، یا سزا بھگتنے کے لئے جہنم میں ڈال دے۔ یہ سب ''مرجئہ'' ہیں اور اسی معنی کے اعتبار سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ و محدثین کو ''مرجئہ'' کہا گیا۔

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح فقہ اکبر'' میں یہی بات لکھی ہے:

ثم اعلم أن القونوي ذكر أنّ أبا حنيفة كان يسمى مرجئاً لتأخيره أمرَ صاحبِ الكبيرة إلى مشيئة الله، والإرجاء التأخير. انتهى

ترجمہ جاننا چاہیئے کہ علامہ قونوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مرجئہ کہا جاتا تھا کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مرتکب کبیرہ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف رکھتے تھے، اور ''ارجاء'' کے معنی و مفہوم موخر کرنے کے ہیں۔

(منح الروض الأزهر في شرح الفقه الأكبر ص67 للعلامة علی القاری رحمۃ اللہ علیہ)

اب سوال یہ ہے کہ کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عقیدہ قرآن وحدیث کی تصریحات وتعلیمات کے خلاف ہے؟؟ یا صریح نصوص آیات واحادیث سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس عقیدہ کی تائید وتصدیق ہوتی ہے، اور تمام اہل سنت کا بھی یہی مذہب ہے۔

2 مرجئہ فرقہ کا عقیدہ

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (شرح فقہ الاکبر ص104) پر فرماتے ہیں:

پھر ''مرجئہ مذمومہ بدعتی فرقہ'' قدریہ سے جدا ایک فرقہ ہے جن کا عقیدہ ہے کہ ایمان کے آنے کے بعد انسان کے لیے کوئی گناہ مضر نہیں ہے جیسا کہ کفر کے بعد کوئی نیکی مفید نہیں ہے اور ان (مرجئہ) کا نظریہ ہے کہ مسلمان جیسا بھی ہو کسی کبیرہ گناہ پر اس کو کوئی عذاب نہیں دیا جائے گا۔ پس اس ارجاء (یعنی مرجئہ اہلِ بدعت کا ارجاء) اور اُس ارجاء (یعنی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ کا ارجاء) میں کیا نسبت؟؟؟

یوسف جے پوری لکھتا ہے:

چنانچہ ایمان کی تعریف اور اس کی کمی وزیادتی کے بارے میں جو عقیدہ مرجئہ کا ہے انہوں (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی بعینہ وہی اپنا عقیدہ اپنی تصنیف فقہ اکبر میں درج فرمایا ہے۔(حاشیہ حقیقت الفقہ ص72)

یوسف جے پوری کی یہ بات بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔

فقہ اکبر کی عبارت ملاحظہ کریں:

ولانقول ان المؤمن لایضرہ الذنوب ولانقول انه لایدخل النار فیھا ولانقول انه یخلد فیھا وان کان فاسقا بعدان یخرج من الدنیا مؤمنا ولا نقول حسناتنا مقبولة وسیئاتنا مغفورة کقول المرجئة۔

(شرح کتاب الفقه الاکبر ص108)

ترجمہ: اور ہم یہ نہیں کہتے کہ مومن کے لئے گناہ مضر نہیں، اور نہ ہم اس کے قائل ہیں کہ مومن جہنم میں بالکل داخل نہیں ہوگا، اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اگرچہ فاسق ہو جب کہ وہ دنیا سے ایمان کی حالت میں نکلا، اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری تمام نیکیاں مقبول ہیں اور تمام گناہ معاف ہیں جیسا مرجئہ کا عقیدہ ہے۔

اب یوسف جے پوری کی بات ((جو عقیدہ مرجئہ کا ہے انہوں (امام ابوحنیفہ) نے بھی بعینہ وہی اپنا عقیدہ اپنی تصنیف فقہ اکبر میں درج فرمایا ہے)) کو دیکھیں اور ''شرح فقہ اکبر'' کی مذکورہ بالا عبارت پڑھیں، اس میں مرجئہ کا رد و مخالفت ہے یا موافقت؟؟

یوسف جے پوری لکھتا ہے:

علامہ شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ نے (کتاب الملل والنحل) میں بھی رجال المرجئہ میں حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کو درج کیا ہے، اسی طرح غسان (جو فرقہ غسانیہ کا پیشوا ہے) بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئہ میں شمار کرتا ہے۔(حاشیہ حقیقت الفقہ ص72)

یوسف جے پوری کی یہ بات بھی دھوکہ وخیانت پر مبنی ہے یا پھر (کتاب الملل

والنحل) کی عبارت پڑھنے میں ان کو غلط فہمی ہوئی ہے

علامہ شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ سے سنیے:

ومن العجیب أن غسان کان یحکی عن أبی حنیفة رحمه الله مثل مذھبه، ویعدہ من المرجئة، ولعله کذب کذلك علیه، لعمری! کان یقال لأبی حنیفة وأصحابه مرجئة السنة۔

(ألملل والنحل، الفصل الخامس الغسانیة، ج1 ص141)

ترجمہ: تعجب کی بات ہے کہ غسان (جو فرقہ غسانیہ کا پیشوا ہے) بھی اپنے مذہب کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ظاہر کرتا اور شمار کرتا تھا، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مرجئہ میں شمار کرتا تھا۔ غالباً یہ جھوٹ ہے۔ مجھے زندگی عطا کرنے والے کی قسم! ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے اصحاب کو تو ''مرجئة السنة'' کہا جاتا تھا۔

اب آپ یوسف جے پوری کی عبارت پڑھیں اور علامہ شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ کی اصل عبارت اور ترجمہ دیکھ لیں۔ یہ نام نہاد اہل حدیث امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اس طرح جھوٹ و خیانت، دھوکہ وفریب کے ساتھ طعن وتشنیع کرتے ہیں۔ حاصل یہ کہ (غنیۃ الطالبین) میں جو کچھ لکھا ہے اس کی حقیقت بھی واضح ہوگئی اور جو کچھ ہاتھ کی صفائی سے یوسف جے پوری نے دکھائی وہ بھی آپ نے ملاحظہ کر لی۔

ایک دوسری اہم بات بھی ملاحظہ کریں وہ یہ کہ (غنیۃ الطالبین) میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی جگہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال بھی نقل کئے اور ان کو امام کے لقب سے یاد کیا۔ مثلاً: ایک مقام پر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تارک صلوٰۃ کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وقال الإمام أبو حنیفة رحمه الله: لا یقتل ولکن یحبس حتی یصلی فیتوب أو یموت فی الحبس۔ (غنیۃ الطالبین ج2 ص188)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اس (بے نمازی) کو قتل نہیں کیا جائے گا، لیکن اس کو قید کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ توبہ کر کے نماز پڑھنے لگ جائے، یا وہ جیل ہی میں مر

جائے''۔

مزید ملاحظہ فرمائیں: غنیۃ الطالبین ج1 ص116، ج2 ص85، 86، 170

اب اگر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ''مرجئہ مبتدعہ ضالہ'' میں سے ہوتے تو پھر ان کو ''الامام'' کے لقب سے کیوں ذکر کرتے ہیں؟؟؟ اور مسائل شرعیہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کیوں ذکر کرتے ہیں؟؟؟

''میزان الاعتدال''، ''تہذیب الکمال''، ''تہذیب التہذیب'' اور ''تقریب التہذیب'' وغیرہ رجال کی کتابوں میں ایسے بہت سے رواۃ کے حق میں ''ارجاء'' کا طعن والزام لگایا گیا۔ مثلاً: اس طرح کے الفاظ استعمال کئے گئے:

رُمِیَ بالإرجاء، کان مرجئاً، وغیرہ۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''تدریبُ الراوی'' میں بخاری ومسلم کے ان روایوں کے اسماء کی پوری فہرست پیش کی ہے جن کو ''مرجئہ'' کہا گیا ہے۔

امام الحافظ الذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قلتُ: الإرجاءُ مذهبٌ لعدةٍ من جلة العلماء، ولا ينبغي التحاملُ على قائله۔ (المیزان ج3 ص163 فی ترجمۃ مِسْعَر بن کِدَام)

ترجمہ: میں (امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ ''ارجاء'' تو بڑے بڑے علماء کی ایک جماعت کا مذہب ہے اور اس مذہب کے قائل پر کوئی مواخذہ نہیں کرنا چاہیئے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایک ''ارجاء'' فرقۂ مبتدعۂ ضالہ مرجئہ کا ہے اور ایک ''ارجاء'' ائمہ اہل سنت کا قول ہے، جس کی تفصیل گذشتہ سطور میں گزر گئی ہے۔

آخری بات فرقۂ اہل حدیث کے مستند عالم مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی بات نقل کرکے بات ختم کرتا ہوں، فرماتے ہیں:

''اس موقع پر اس شبہ کا حل نہایت ضروری ہے کہ بعض مصنفین نے سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی رجالِ مرجئہ میں شمار کیا ہے حالانکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت کے بزرگ امام ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اعلیٰ تقویٰ اور تورع پر گزری جس سے کسی کو بھی انکار نہیں۔

بے شک بعض مصنفین نے (اللہ ان پر رحم کرے) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ، امام زفر رحمۃ اللہ علیہ، اور امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کو رجالِ مرجئہ میں شمار کیا ہے، جس کی حقیقت کو نہ سمجھ کر اور حضرت امام صاحب ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کی طرزِ زندگی پر نظر نہ رکھتے ہوئے بعض لوگوں نے اسے خوب اچھالا ہے لیکن حقیقت رس علماء نے اس کا جواب کئی طریق پر دیا ہے۔

(تاریخ اہلِ حدیث، ارجاء اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، ص77)

اسی کتاب میں (ص93) پر لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کو حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بھی ٹھوکر لگی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مرجیئوں میں شمار کیا ہے۔ سو اس کا جواب ہم اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ اپنے شیخ الشیخ حضرت سید نواب صاحب مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے دیتے ہیں۔

اس کے بعد مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے بانی فرقۂ اہلِ حدیث نواب صدیق حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ان کی کتاب (دلیل الطالب) سے ذکر کیا، اور پھر اس ساری بحث کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھا:

''حاصل کلام یہ کہ لوگوں کے لکھنے سے آپ کس کس کو ائمہ اہل سنت کی فہرست سے خارج کریں گے؟؟''۔

ناظرین کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نہ تو ضعیف تھے نہ مرجئہ۔ یہ بات نامہ بر کی بنائی ہوئی سی ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اتہام اور افتراء ہے۔ سنیئے مرجئہ ارجاء سے مشتق ہے، جو باب افعال کا مصدر ہے، لغت میں اس کے معنی تاخیر کرنا ہیں، اصطلاح میں ارجاء کے معنی اعمال کو ایمان سے علیحدہ رکھنے کے ہیں۔ مرجئہ ضالہ اس فرقہ کو کہتے ہیں جو صرف اقرارِ لسانی اور معرفت کا نام ایمان رکھتا ہے اور ساتھ اس کے اس فرقہ کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ معصیت اور گناہ ایمان کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتے اور گنہگار کو گناہ پر سزا نہیں دی جائے گی، بلکہ معاصی پر سزا ہو ہی نہیں سکتی اور عذاب و ثواب گناہوں اور نیکیوں پر مترتب ہی نہیں ہوتا۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ

فرقہ گمراہ ہے۔ ان کے عقائد اس کے خلاف ہیں، چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ خود ''فقہ اکبر'' میں تصریح فرماتے ہیں اور فرقہ مرجئہ کا رد کر رہے ہیں:

وَلَا نقُول: "إن حَسَنَاتنَا مَقْبُولَة وسيئاتنا مغفورة كَقَوْل المرجئة وَلَكِن نقُول: "من عمل حَسَنَة بِجَمِيع شرائطها خَالِيَة عَن الْعُيُوب الْمفْسدَة وَلم يُبْطِلهَا بِالْكفْرِ وَالرِّدَّة والأخلاق السَّيئَة حَتَّى خرج من الدُّنْيَا مُؤمنا فَإِن الله تَعَالَى لَا يضيعها بل يقبلهَا مِنْهُ ويثيبه عَلَيْهَا"۔

(الفقه الأكبر، ص 47۔ المؤلف: أبو حنيفة النعمان بن ثابت بن زوطى بن ماه (المتوفى: 150ھ)۔ الناشر: مكتبة الفرقان - الإمارات العربية۔ الطبعة: الأولى، 1419ھ-1999م)

ترجمہ: ہمارا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ ہماری نیکیاں مقبول اور گناہ بخشے ہوئے ہیں جیسا کہ مرجئہ کا اعتقاد ہے کہ ایمان کے ساتھ کسی قسم کی برائی نقصان دہ نہیں اور نافرمان کی نافرمانی پر سزا نہیں، اس کی خطائیں سب معاف ہیں، بلکہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ جو شخص کوئی نیک کام اس کی شرطوں کے ساتھ کرے اور وہ کام تمام مفاسد سے خالی ہو اور اس کو باطل نہ کیا ہو اور دنیا سے ایمان کی حالت میں رخصت ہوا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس عمل کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ اس کو قبول کر کے اس پر ثواب عطا فرمائے گا۔

ناظرین! اس عبارت نے تمام بہتانوں کو دفع کر دیا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مرجئہ کا رد فرماتے ہیں۔ اگر خود مرجئی ہوتے تو ان کے عقیدہ کا رد کیسا اور اپنے عقیدہ کا اظہار کیوں کرتے؟ جو مرجئہ کے خلاف اور اہل سنت کے موافق ہے۔ افسوس ہے ان حضرات پر جو عداوت اور عناد کو اپنا پیشوا اور امام بنا کر اس کی اقتداء کرتے اور حق کو پس پشت ڈالتے ہیں۔

ومن العجيب أن غسان كان يحكي عن أبي حنيفة رحمه الله مثل مذهبه، ويعده من المرجئة، ولعله كذب كذلك عليه۔

(الملل والنحل، ج 1 ص 141۔ المؤلف: أبو الفتح محمد بن عبد الكريم بن أبي بكر

أحمد الشهرستاني (المتوفى: 548ھ)۔ الناشر: مؤسسة الحلبي۔ عدد الأجزاء: 3)

ترجمہ: تعجب خیز یہ بات ہے کہ ''غسان ابن ابان'' مرجئی ہے۔ اس نے اپنے مذہب کو رواج دینے کے لئے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ارجاء کی نسبت کی اور مرجئہ کے مسائل امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر دیا کرتا تھا، حالانکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دامن اس سے بری تھا۔ اور وہ شاید امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اسی طرح جھوٹ بولا کرتا تھا۔

اسی بناء پر ''علامہ ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ'' نے اس کی تردید کی۔ وہ فرماتے ہیں:

وقد نسب إليه وقيل عنه من الأقاويل المختلفة التي نجلُّ قدره عنها ويتنزه منها، من القول بخلق القرآن، والقول بالقدر، والقول بالإرجاء، وغير ذلك مما نُسب إليه. ولا حاجة إلى ذكرها ولا إلى ذكر قائليها، والظاهر أنه كان منزهاً عنها۔

(جامع الأصول في أحاديث الرسول، ج 12 ص 954 رقم 2780۔ المؤلف: مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد بن محمد بن محمد ابن عبد الكريم الشيباني الجزري ابن الأثير (المتوفى: 606ھ)۔ الناشر: مكتبة الحلواني - مطبعة الملاح - مكتبة دار البيان)

ترجمہ: بہت سے اقوال مختلفہ ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں جن سے ان کا مرتبہ بالاتر ہے اور وہ ان سے بالکل منزہ اور پاک ہیں، چنانچہ خلقِ قرآن، تقدیر، ارجاء وغیرہ کا قول جو ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اس کی ضرورت نہیں کہ ان اقوال کا اور ان کے قائلین کا ذکر کیا جائے، کیونکہ بدیہی بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان تمام امور سے بری اور پاک تھے۔

جب علماء اور ائمہ نے اس کی تردید کر دی کہ یہ جملہ امور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان و جھوٹ اور افتراء پردازی ہے، اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دامن اس سے بالکل پاک و صاف تھا۔ تو ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے کہ جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے اور حق کا متبع سمجھتے ہیں، پھر ایسے غلط اور باطل امور کو کتابوں، رسالوں میں لکھ کر شائع کرتے

اورعوام کو بہکاتے ہیں۔

اے ہنر نہادہ بر کف دست
عیب ہا را گرفتہ زیرِ بغل

محترم قارئین: ان عبارتوں پرغور فرمائیں اور مؤلف رسالہ (الجرح علی ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کو داد دیں۔ ایمان کے متعلق امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ان کے اقوال سے معلوم کریئے:

اخبرنی الامام الحفاظ ابو حفص عمر بن محمد البارع النسفی فی کتابه الی من سمرقند، اخبرنا الحافظ ابو علی الحسن بن عبدالملك النسفی، انا الحافظ جعفر بن محمد المستغفری النسفی، انا ابو عمر و محمد بن احمد النسفی، انا لامام الاستاذ ابو محمد الحارثی، انباء محمد بن یزید، انباء الحسن بن صالح، عن ابی مقاتل، عن ابی حنیفة رحمه الله انه قال: "الایمان هو المعرفة و التصدیق و الاقرار والاسلام"۔ قال: والناس فی التصدیق علی ثلاثة منازل، فمنهم من صدق الله تعالی و بما جاء منه بقلبه ولسانه و منهم من یقر بلسانه۔ فاما من صدق الله و بما جاء من عنده بقلبه و لسانه فهو عند الله کافرا و عند الناس مومنا لان الناس لایعلمون مافی قلبه و علیهم ان یسموه مومنا بما ظهر لهم من الاقرار بهذه الشهادة و لیس لهم ان یتکلفوا علم القلوب و منهم من یکون عند الله مومنا و عند الناس کافرا، و ذلك بان یکون الرجل مومنا عند الله یظهر الکفر بلسانه فی حال التقیة فیسمیه من لایعرفه متقیا کافراً وهو عند الله مومنا"۔

(کتاب المناقب للموفق بن احمد المکی رحمۃ اللہ علیہ جلد اول ص 84،85)

ترجمہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''معرفت اور تصدیقِ قلبی اور اقرارِ لسانی اور اسلام کے مجموعہ کا نام ایمان ہے''، لیکن تصدیقِ قلبی میں لوگ تین [3] قسم کے ہیں:

ایک تو وہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی اور جو امور اس کی طرف سے آئے ہیں دونوں کی تصدیق قلب وزبان سے کی ہے، دوسرے وہ لوگ ہیں جو زبان سے اقرار کرتے ہیں لیکن قلب سے تکذیب کرتے ہیں، تیسرے وہ ہیں جو قلب سے تصدیق کرتے اور تکذیب لسانی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

پہلی قسم کے حضرات عنداللہ اور عندالناس مومن ہیں اور دوسری قسم کے لوگ عنداللہ کافر اور عندالناس مومن شمار ہوتے ہیں کیونکہ لوگوں کو باطن کا حال معلوم نہیں، وہ تو صرف ظاہری حال دیکھ کر حکم لگاتے ہیں اور وہ ظاہر میں تصدیق کرتا ہے۔ لہٰذا ان کے نزدیک مومن ہے اور چونکہ تکذیبِ قلبی ہے، اس لئے خدا کے نزدیک کافر ہے۔

تیسری قسم کے لوگ خدا کے نزدیک مومن اور دنیا والوں کے نزدیک کافر شمار ہوتے ہیں، چونکہ کسی خوف ومصیبت کی وجہ سے انہوں نے کلمۂ کفر نکالا ہے لیکن دل میں تصدیق و ایمان باقی ہے۔ اس لئے خدا کے نزدیک مومن ہے اور ظاہری حالت تکذیب کی ہے۔ اس لئے دنیا والوں کے نزدیک کافر ہے کیونکہ ان کو ان کی باطنی حالت کا علم نہیں۔ اس لئے ان پر حکم کفر عائد کرتے ہیں۔

محترم قارئین! اب تو آپ کو معلوم ہوگیا کہ ایمان میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول فرقۂ مرجئہ کے بالکل خلاف ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئہ میں شمار کرنا جاہلوں اور مفسدوں کا کام ہے۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اعمال ظاہر یہ تصدیق قلبی کے اجزاء نہیں ہیں، ہاں ایمان کامل کے اجزاء ہیں۔ مطلق ایمان کے متمم اور مکمل ہیں۔ اعمالِ ظاہر یہ حسنہ سے ایمان میں کمال، نور، روشنی پیدا ہوتی ہے۔ یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ اور جملہ حنفیہ کا اعتقاد ہے۔ خارجیوں اور رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ اعمال ایمان کے اجزاء ہیں، اگر کوئی عمل فرض مثلاً: ایک وقت کی نماز کسی نے ترک کردی تو ان کے نزدیک وہ کافر ہوجاتا ہے۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک وہ فاسق ہے کافر نہیں۔ یہی حنفیوں کا عقیدہ ہے۔ یہ ارجاء کے معنی ہیں کہ اعمال ایمان سے جس کو تصدیق قلبی کہا جاتا ہے، علیحدہ ہیں اس کی حقیقت اور ماہیت میں داخل

نہیں۔ ہاں اس کے متممات ہیں۔ اسی بناء پر عقائد میں مرجئہ کی دو[2] قسمیں ہیں:

ثم المرجئة على نوعين: مرجئة مرحوم و هم اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم و مرجئة ملعون، و هم الذين يقولون بأن المعصية لاتضر و العاصي لايعاقب"۔ (تمہید، ابوالشکور)

ترجمہ: پھر مرجئہ کی دو اقسام ہیں: ایک مرجئہ مرحومہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت ہے اور دوسری نوع مرجئہ ملعونہ کی ہے جو اس کے قائل ہیں کہ معصیت ایمان کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچاتی اور عاصی کو عتاب وعذاب نہیں ہوگا۔

محترم قارئین! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی مرجئہ کہلاتے ہیں لیکن وہ اس گمراہ فرقہ سے علیحدہ ہیں۔ اگر بالفرض کسی نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئہ لکھا ہے تو اس کا مطلب وہی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر اس لفظ کا اطلاق کرنے میں لیا جاتا اور سمجھا جاتا ہے، ورنہ وجۂ فرق کے واسطے ثبوت کی ضرورت ہے، اور ظاہر ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال و اعمال اور ان کا عقیدہ و مذہب مرجئہ ضالہ کے خلاف ہے۔ تو پھر کس طرح ان پر اس کو منطبق کیا جاتا ہے۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

مسعر بن كدام [ع] فحجة إمام: ولا عبرة بقول السليماني: كان من المرجئة: مسعر، وحماد بن أبي سليمان، والنعمان، وعمرو بن مرة، وعبد العزيز ابن أبي رواد، وأبو معاوية، وعمرو بن ذر ... وسرد جماعة.

قلت: الارجاء مذهب لعدة من جلة العلماء، لا ينبغي التحامل على قائله.

(ميزان الاعتدال في نقد الرجال، ج4 ص99 رقم 8470۔ المؤلف: شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (المتوفى: 748هـ)۔ الناشر: دار المعرفة للطباعة والنشر، بيروت - لبنان۔ الطبعة: الأولى، 1382 هـ - 1963 م۔ عدد الأجزاء: 4)

ترجمہ: حضرت مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ حجت اور امام ہیں۔ قول سلیمانی کا اعتبار نہیں کہ مسعر رحمۃ اللہ علیہ، حماد رحمۃ اللہ علیہ، نعمان رحمۃ اللہ علیہ، عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ، عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ، ابو معاویہ رحمۃ اللہ علیہ، عمرو بن ذر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ مرجئی تھے۔ ان کی طرف اس کی نسبت کرنا غلط ہے۔ اس سے وہی ارجاء مراد ہے جو ملعون فرقہ کا اعتقاد ہے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ارجاء بڑے بڑے علماء کی ایک جماعت کا مذہب ہے۔ لہٰذا اس کے قائل پر تحامل مناسب نہیں''۔

اس سے وہی ارجاء مراد ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا طریق تھا۔ صدرِ اول میں فرقۂ معتزلہ اہل سنت والجماعت کو مرجئہ کہتا تھا۔ پس اگر کسی نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئہ کہا، تو اس سے کوئی نقصان نہیں کیونکہ یہ اقوال معتزلہ کے ہیں، جو اہل سنت والجماعت کے بارے میں استعمال کرتے تھے۔ نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ نے ''کشف الالتباس'' میں تصریح کی ہے کہ ائمہ اربعہ کے مقلدین ہی اہل سنت والجماعت میں منحصر ہیں اور اہل سنت کا انحصار مقلدین ائمہ اربعہ میں ہے۔

پس وہ حدیث جو مؤلف رسالہ (الجرح علی ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) نے ترمذی سے نقل کی ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے وہ امام صاحب اور حنفیہ پر کسی طرح منطبق نہیں ہو سکتی ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور اجلہ علماء بھی اس سے بعباراتِ بالا بچ نہیں سکتے اور پھر اس کا جو کچھ نتیجہ ہے ظاہر ہے۔

اے چشمِ اشکبار ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب وہ میرا ہی گھر نہ ہو

12 ''الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء'': یہ کتاب مشہور

حافظِ حدیث اور فقیہ بلکہ مجتہد ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہورِ زمانہ کتاب ''جامع بیان العلم وفضلہ'' میں یہ باب باندھا کہ علماء نے ایک دوسرے پر سخت تنقید کی ہے اور جن پر تنقید کی گئی ہے وہ امت کے مسلمہ امام ہیں، تو ان کی تنقیدات قبول نہیں کی جائے گی۔ اسی ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

وَنَقَمُوا أَيْضًا عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ الْإِرْجَاءَ، وَمِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مَنْ يُنْسَبُ إِلَى الْإِرْجَاءِ كَثِيرٌ لَمْ يُعْنَ أَحَدٌ بِنَقْلِ قَبِيحِ مَا قِيلَ فِيهِ كَمَا عُنُوا بِذَلِكَ فِي أَبِي حَنِيفَةَ لِإِمَامَتِهِ، وَكَانَ أَيْضًا مَعَ هَذَا يُحْسَدُ وَيُنْسَبُ إِلَيْهِ مَا لَيْسَ فِيهِ وَيُخْتَلَقُ عَلَيْهِ مَا لَا يَلِيقُ بِهِ. وَقَدْ أَثْنَى عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَفَضَّلُوهُ وَلَعَلَّنَا إِنْ وَجَدْنَا نُشْطَةً نَجْمَعُ مِنْ فَضَائِلِهِ وَفَضَائِلِ مَالِكٍ، وَالشَّافِعِيِّ، وَالثَّوْرِيِّ، وَالْأَوْزَاعِيِّ رَحِمَهُمُ اللهُ كِتَابًا، أَمَّلْنَا جَمْعَهُ قَدِيمًا فِي أَخْبَارِ أَئِمَّةِ الْأَمْصَارِ، إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى.

(جامع بیان العلم وفضلہ ج2 ص1080 تحت رقم 2105)

ترجمہ: اور محدثین نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر جن وجوہات سے نکتہ چینی کی ہے، اس میں سے ایک ارجاء کا مسئلہ بھی ہے، اور متعدد اہلِ علم کو ارجاء کی جانب منسوب کیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود دیگر کے مثالب میں روایات کے نقل کا وہ اہتمام نہیں کیا گیا جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں کیا گیا ہے ایسا ان کی امامت کی وجہ سے کیا گیا ہے (السعید من عدت غلطاتہ یعنی جس کی غلطیاں شمار کی جائیں وہ بڑے لوگ ہوتے ہیں)، اور اسی کے ساتھ ان سے حسد کی وجہ سے ان سے ایسی باتیں منسوب کی گئی جو ان میں نہیں تھیں اور ایسی باتیں ان کے خلاف وضع کی گئی جو ان کی شان سے فروتر تھیں جب کہ علماء کی ایک جماعت نے ان کی تعریف کی ہے اور ان کے فضائل بیان کئے ہیں۔ اور اگر ہم نے فرصت کار پائی تو ان کے فضائل میں (امام ابوحنیفہ

رحمۃ اللہ علیہ) اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل کو جمع کر کے کتاب کی تالیف کریں گے۔

حافظ ابوعمر و ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ اسی سلسلے میں یہ بھی لکھتے ہیں:

قَوْلِ الْأَئِمَّةِ الْجِلَّةِ الثِّقَاتِ السَّادَةِ، بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ مِمَّا لَا يَجِبُ أَنْ يُلْتَفَتَ فِيهِمْ إِلَيْهِ وَلَا يُعَرَّجُ عَلَيْهِ.

(جامع بیان العلم وفضلہ ج2 ص1093 تحت رقم 2128)

وَمَنْ لَمْ يَحْفَظْ مِنْ أَخْبَارِهِمْ إِلَّا مَا نَدَرَ مِنْ بَعْضِهِمْ فِي بَعْضٍ عَلَى الْحَسَدِ وَالْهَفَوَاتِ وَالْغَضَبِ وَالشَّهَوَاتِ دُونَ أَنْ يَعْنِيَ بِفَضَائِلِهِمْ وَيَرْوِي مَنَاقِبَهُمْ حُرِمَ التَّوْفِيقَ وَدَخَلَ فِي الْغِيبَةِ وَحَادَ عَنِ الطَّرِيقِ جَعَلَنَا اللهُ وَإِيَّاكَ مِمَّنْ يَسْمَعُ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُ أَحْسَنَهُ.

(جامع بیان العلم وفضلہ ج2 ص1113 تحت رقم 2195)

ترجمہ: بعض عالی مقام ائمہ کا ایک دوسرے پر کلام کرنا، اس سلسلے میں ضروری یہ ہے کہ اس جانب مطلق التفات نہ کیا جائے اور نہ اس کے درپے ہوا جائے۔

اور جس کا حال یہ ہو کہ اس کو ائمہ کے بارے میں صرف وہی یاد ہو جو انہوں نے ایک دوسرے کے بارے میں حسد، غضب اور خواہش پرستی کے تحت کچھ کہا، اور جو کچھ ان کے فضائل ومناقب میں مروی ہے اس سے بالکل صرفِ نظر کر لے، تو وہ شخص محرومِ توفیق ہے۔ غیبت جیسا شنیع کام کر رہا ہے اور جادۂ مستقیم سے ہٹا ہوا ہے اور اللہ ہمیں اور تمہیں اس شخص جیسا بنائے جو کہ اچھی بات سنتے ہیں تو اس کی پیروی کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام غیر مقلدین کے لیے ایک آئینہ ہے جس میں وہ اپنا چہرہ دیکھ سکتے ہیں اگر دیکھنا چاہیں اور ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیں تو۔

جیسا کہ ماقبل میں ذکر کیا گیا ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کا ارادہ یہ تھا کہ وہ ایک ایسی کتاب لکھیں جس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، مالک رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل ومناقب ذکر کئے جائیں لیکن جب انہوں نے کتاب لکھی تو اس میں صرف

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہی ذکر کیا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ انہوں نے سنن ابی داؤد کے مولف امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی پیروی کی ہو جو ان سے ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت ابن داسہ رحمۃ اللہ علیہ بسندِ حسن نقل کیا ہے۔

رَحِمَ اللهُ مَالِكًا كَانَ إِمَامًا، رَحِمَ اللهُ الشَّافِعِيَّ كَانَ إِمَامًا، رَحِمَ اللهُ أَبَا حَنِيفَةَ كَانَ إِمَامًا.

(الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء مالك والشافعي وأبي حنيفة، ص32)

ترجمہ اللہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر رحم کرے کہ وہ امام تھے، اللہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر رحم کرے کہ وہ امام تھے، اللہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر رحم کرے کہ وہ امام تھے۔

باب 5

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم کی نظر میں

1 امام دار الہجرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۷۹ھ)

1 توثیقی اقوال

1 حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مشہور ائمۂ متبوعین میں دوسرے بڑے امام اور محبوبِ دوعالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت گاہ اور آخری قرارگاہ ''مدینہ منورہ'' کے کبار محدثین اور فقہاء میں سے ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایتِ حدیث بھی کی تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب سے فائدہ مند بھی ہوئے تھے، جو کہ ان کی طرف سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علم پر اعتماد اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت پر واضح دلیل ہے۔

2 نیز جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ زَادَهَا اللهُ شَرَفًا وَ كَرَامَةً میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لاتے، تو وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نہایت تعظیم و توقیر بجا لاتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علم کی بہت تعریف کرتے۔ چنانچہ امام ابوعبداللہ صیمری رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۳۶ھ) نے امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۱ھ) سے نقل کیا ہے:

قَالَ ثَنَا ابْنُ الْمُبَارَك قَالَ: "كنت عِنْدَ مَالك بن أنس فدخل عَلَيْهِ رجل فرفعه، ثمَّ قَالَ: "أَتَدْرُونَ من هَذَا حِين خرج". قَالُوا: "لَا وعرفته أنا". فَقَالَ: "هَذَا أَبُو حنيفَة الْعِرَاقِيّ، لَو قَالَ هَذِه الاسطوانة

من ذهب لخَرَجت كَمَا قَالَ۔ لقد وفق لَهُ الْفِقْه حَتّٰى مَا عَلَيْهِ فِيهِ كَبِير مُؤنَة"۔ قَالَ: وَدخل عَلَيْهِ الثَّوْرِیّ فأجلسه دون الْموضع الَّذِی أَجْلس فِيهِ أَبَا حنيفَة، فَلَمَّا خرج قَالَ: "هٰذَا سُفْيَان وَذكر من فقهه وورعه۔

(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص81،82)

ترجمہ میں امام مالک ؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس ایک صاحب تشریف لائے، جن کو انہوں نے اونچی جگہ پر بٹھایا۔ جب وہ تشریف لے گئے، تو اپنے طلبہ سے فرمایا: ''تم جانتے ہو یہ کون شخص تھے؟''۔ طلبہ نے کہا: ''نہیں''۔ فرمایا: ''یہ امام ابوحنیفہ ؒ عراقی تھے۔ اگر یہ کہہ دیتے کہ یہ ستون سونے کا ہے، تو وہ ایسا ہی ہو جاتا۔ ان کو فقہ میں ایسی توفیق دی گئی ہے کہ اس میں ان کو کوئی زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی''۔

اس کے بعد امام سفیان ثوری ؒ تشریف لائے، تو امام مالک ؒ نے ان کو امام ابوحنیفہ ؒ سے کم درجہ کی جگہ پر بٹھایا۔ جب وہ چلے گئے تو فرمایا: ''یہ امام سفیان ثوری ؒ تھے''۔ اور پھر ان کے فقہ اور وَرع کا ذکر کیا۔

3 اسی طرح قاضی ابوالقاسم بن کاس ؒ (م ۳۲۴ھ) اور علامہ ابن عبدالبر ؒ (م ۴۶۳ھ) نے امام شافعی ؒ (م ۲۰۴ھ) سے روایت کیا ہے:

میں نے امام مالک ؒ سے پوچھا: ''آپ ؒ نے عثمان بتی ؒ کو دیکھا ہے؟''۔ فرمایا: ''ہاں! درمیانے درجے کے عالم تھے''۔ میں نے پوچھا: ''آپ ؒ نے ابن شبرمہ ؒ کو دیکھا ہے؟''۔ فرمایا: ''ہاں! فصیح اور عالم تھے''۔ میں نے پوچھا: ''آپ ؒ نے امام ابوحنیفہ ؒ کو دیکھا ہے؟''۔ فرمایا:

''سبحان الله! لم ارمثلهٗ، تالله لوقال ابوحنيفة ان الاسطوانة من ذهب، لاقام الدليل القياسی علٰی صحة قولهٖ''۔

(عقود الجمان، ص۱۸۶؛ الانتقاء، ص146،147)

ترجمہ سبحان اللہ! میں نے ان جیسا شخص کوئی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم! اگر امام ابوحنیفہ ؒ کہہ دیتے کہ یہ ستون سونے کا ہے، تو وہ ضرور اپنی اس بات کو کسی دلیلِ قیاسی سے صحیح

ثابت کر دیتے''۔

3 امام دار الجرۃ حضرت امام مالک بن انس ؒ (۱۷۹ھ) حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کے ہم عصر علماء میں ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ ؒ تابعی تھے اور امام مالک ؒ تبع تابعین ہونے کا شرف رکھتے ہیں۔ تاہم امام مالک ؒ کا امام ابوحنیفہ ؒ کی کتابوں سے استفادہ کرنا منقول ہے:

كان مالك ينظر فی كتب أبی حنيفة وينتفع بها۔

(تعلیقات الانتقاء ص14 - للعلامة الكوثری؛ اخبار الی حنيفة لابن ابی العوام)

بلکہ آپ ؒ نے خالد بن مخلد قطوانی ؒ کو خط لکھا کہ وہ امام صاحب ؒ کی کتابیں بھیج دیں۔

يسأله أن يحمل إليه شيئا من كتب أبی حنيفة ففعل۔

(عقود الجمان ص۱۸۶)

4 علامہ موفق بن احمد مکی ؒ (۵۶۸ھ) لکھتے ہیں:

امام مالک ؒ اکثر امام ابوحنیفہ ؒ کے قول کے مطابق حکم دیتے تھے اور ان کے فیصلوں کو تلاش کرتے رہتے تھے۔ یہ روایت اسحاق عن اسرائیل سے منقول ہے جو ابوداؤد ؒ اور نسائی ؒ کے شیوخ میں سے ہیں اور محمد بن عمر ؒ سے ہے جو امام مالک ؒ کے شاگرد تھے۔ (مناقب للمکیؒ، ج۲ ص ۳۳)

آپ ؒ یہ بھی لکھتے ہیں:

كان مالك بن انس كثيرا ما يقول بقول أبی حنيفة ويتفقده۔

(مناقب للمکیؒ، ج2 ص33)

5 آپ ؒ حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کی جلالت علمی کے قائل تھے اور آپ ؒ کے بے حد معتقد تھے۔ نیز امام ابوحنیفہ ؒ کی قوتِ استدلال کے بھی بہت معترف تھے۔ (میزان الکبریٰ شعرانی ص ۱۶۷، ص ۱۷۱)

(حافظ ابن عبدالبر ؒ متوفی 463ھ) اپنی کتاب:

''الاستغناء فی معرفة المشهورین من حملة العلم بالکنی''

میں امام ابوحنیفہ ؒ کے بارے میں ایک قابل غور بات لکھتے ہیں:

قال یحیی بن معین: "أصحابنا یفرطون فی أبي حنیفة وأهل الفقه لا یلتفتون إلی من طعن علیه ولا یصدقون بشيء من السوء نسب إلیه".

(الاستغناء فی معرفة المشهورین من حملة العلم بالکنی ج1 ص573 رقم 624)

ترجمہ: حضرت یحییٰ بن معین ؒ فرماتے ہیں: ''ہمارے اصحاب حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کے بارے میں بڑی تفریط (کوتاہی) کرتے ہیں۔ فقہاء امام ابوحنیفہ ؒ پر طعن کرنے والے طعن کی جانب توجہ نہیں کرتے ہیں اور ان کی جانب جو بری باتیں منسوب کی گئی ہیں اس کی تصدیق نہیں کرتے ہیں''۔

ابن عبدالبر ؒ نے ''الانتقاء'' میں بھی لکھا ہے کہ امام مالک ؒ سے امام ابوحنیفہ ؒ کے طعن میں سلسلے میں جتنی بھی روایتیں مروی ہیں وہ ان کے محدثین شاگردوں سے مروی ہیں جہاں تک ان کے فقیہ شاگردوں کا تعلق ہے تو ان میں سے کسی نے بھی امام ابوحنیفہ ؒ کے متعلق امام مالک ؒ کا کوئی بھی طعن نقل نہیں کیا ہے۔

2 امام مالک ؒ سے منسوب ایک بیان کی وضاحت

مگر افسوس کہ بعض لوگ حضرت امام مالک ؒ کو امام ابوحنیفہ ؒ کے مخالفین کی فہرست میں دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وقت کا اتنا بڑا امام بھی آپ ؒ کا مخالف تھا۔ (استغفر اللہ) اور اس پر امام مالک ؒ کا ایک بیان نقل کرتے ہیں۔ آیئے اس بیان پر غور کریں۔ امام شعرانی ؒ لکھتے ہیں:

ولید بن مسلم ؒ کا یہ قول کہ مجھ سے ایک مرتبہ امام مالک ؒ نے دریافت کیا کہ کیا تمہارے شہروں میں امام ابوحنیفہ ؒ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ میں نے کہا: ہاں۔ آپ ؒ نے فرمایا: تب تو تمہارے شہروں میں نہیں رہنا چاہیئے۔ (میزان کبریٰ)

اس سے بعض کج فہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت امام مالک ؒ حضرت ابوحنیفہ ؒ کو (معاذ اللہ) اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔

جواب: یہ نتیجہ بالکل غلط ہے کیونکہ اس بات کے قوی شواہد موجود ہیں کہ حضرت امام مالک ؒ نہ صرف یہ کہ آپ ؒ کی قوتِ استدلال اور جلالتِ علمی کے قائل تھے بلکہ آپ ؒ امام صاحب ؒ کی کتابوں سے بھی استفادہ کرتے تھے (جیسا کہ ابھی گزرا)۔ تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ ؒ کسی سے کچھ کہیں اور کسی سے کچھ۔ جب ایک عام مؤمن کی یہ شان نہیں ہوسکتی، تو اتنے بڑے امام کے بارے میں یہ تاثر دینا کس طرح درست ہوسکتا ہے۔

(۲) جہاں تک ولید بن مسلم ؒ کے اس قول کا تعلق ہے، علماء نے اس روایت کو ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ امام شعرانی ؒ نے حضرت امام مزنی ؒ کا ارشاد نقل کیا ہے:

یہ شخص: ولید بن مسلم ؒ ضعیف اور غیر معتبر ہے۔ (میزان ص ۱۷۱)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جب غیر مقلدین کو امام ابوحنیفہ ؒ کے بارے میں کوئی مذموم پروپیگنڈہ کرنا ہو، تو وہ ضعیف سے ضعیف تر راوی سے بھی روایت لے لیتے ہیں۔

(۳) اگر کسی درجے میں امام مالک ؒ کی یہ بات ثابت بھی ہو، تو اس کا یہ مطلب کہاں سے نکل آیا کہ آپ ؒ امام ابوحنیفہ ؒ کو ناپسند رکھتے تھے، اور ان کے مخالفین میں سے تھے۔ امام شعرانی ؒ لکھتے ہیں کہ اس قول کے ثابت ہونے کی صورت میں بھی اس کا وہ معنی کرنا چاہیئے جس سے دونوں ائمہ عظام کی بزرگی اور ان کی جلالت پر حرف نہ آنے پائے۔ امام شعرانی ؒ قرآن کریم کی اس آیت کو سامنے رکھے ہوئے ہیں:

آیت 1:۔ فَبَشِّرْ عِبَادِ ○ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ (الزمر:17،18)

ترجمہ: پس (اے نبی ﷺ!) بشارت دے دو۔ میرے ان بندوں کو جو بات کو غور سے سنتے ہیں اور اس کے بہترین پہلو کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت بخشی ہے اور یہی دانش مند ہیں۔

امام شعرانی ؒ نے حضرت امام مالک ؒ کے اس مذکورہ بیان سے جو اچھا پہلو نکالا ہے، اسے بھی ملاحظہ کریں، اور دیکھیں کہ محدثین کس طرح قرآن وسنت کے سایہ میں چلا کرتے ہیں، اور اپنے اسلاف پر کیچڑ اچھالنے کے بجائے ان پر پھینکے جانے والے کیچڑ صاف کرتے ہیں۔ آپ ؒ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اگر امام مالک ؒ سے اس قول کا ثبوت بھی ہو جائے، تو ہم یہ کہیں گے کہ ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر تمہارے شہروں میں امام ابوحنیفہ ؒ کا تعظیم اور وقعت کے ساتھ نام لیا جاتا ہو، تو پھر کسی عالم کو وہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے کہ امام ابوحنیفہ ؒ کا علم ان سب کے لئے کافی ہے، اور تمہارے شہروں کے لوگوں کو دینی امور کے سلسلے میں کسی اور شخص سے پوچھنے کی کوئی ضرورت ہے۔ اور کوئی عالم ان شہروں سے کسی شہر میں سکونت اختیار کرے، تو اس کا علم عدم تعلیم سے معطل ہو جائے۔ اس لئے اس کو مناسب ہے کہ وہ وہاں سے نکل کر کسی ایسے شہر میں چلا جائے جس کے باشندے اس علم کے محتاج ہوں تا کہ وہاں اس کا علم پھیلے، اور تعلیم کا ملکہ باقی رہے اور لوگوں کو اس کے علم سے نفع حاصل ہو۔

ہمارے نزدیک امام مالک ؒ جیسے بڑے شخص کا امام ابوحنیفہ ؒ کے حق میں اس کلام کو اسی معنی پر محمول کرنا چاہئیے، بشرطیکہ ان کی یہ بات ثابت بھی ہو۔ اس لئے کہ تمام ائمہ کرام آپس میں حقد وحسد سے بری اور پاک ہیں، اور جس نے بھی امام مالک ؒ کے قول کو اس کے ظاہری معنی پر رکھا، اس کو خدا تعالیٰ کے آگے توبہ کرنا چاہئیے، اور اپنی بات سے رجوع کرنا چاہیے کیونکہ امام مالک ؒ سے جب امام ابوحنیفہ ؒ کی قوتِ مناظرہ اور دلائل کی قوت کے بارے میں اچھا قول ثابت ہے، جو گزر چکا تو پھر ان کی شان سے بہت بعید ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ ؒ کی تحقیر اور تنقیص کا کلام اپنی زبان پر لائیں۔ (میزان کبریٰ ص ۱۷۲)

امام شعرانی ؒ کے اس بیان کا حاصل یہ ہے کہ اگر امام مالک ؒ کا یہ قول ثابت ہو، تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ جس شہر میں حضرت امام ابوحنیفہ ؒ تشریف رکھتے ہوں۔

وہاں کسی دوسرے عالم کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ آپ ؒ اکیلے ہزاروں پر بھاری ہیں۔ اگر کوئی وہاں ہے تو اسے چاہئیے کہ وہ کسی دوسرے شہر میں چلا جائے تا کہ وہاں کے لوگوں کو اس کے علم سے فائدہ حاصل کرنے کے مواقع ملیں۔

سو حضرت امام مالک ؒ کا یہ بیان امام ابوحنیفہ ؒ کی منقبت ہے، ہرگز مذمت نہیں۔ اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ؒ کے دل میں امام ابوحنیفہ ؒ کی بہت عقیدت وعظمت تھی۔ اگر خدانخواستہ بات وہی ہوتی جسے غیر مقلدوں کے جہلاء لئے لئے پھرتے ہیں، تو آپ ہی بتائیں کہ پھر مالکی علماء امام ابوحنیفہ ؒ کی مدح ومنقبت کیوں کرتے اور کیوں آپ ؒ کی عقیدت وعظمت کے جھنڈے بلند کرتے ہیں؟ جو لوگ امام مالک ؒ کے مذکورہ بیان سے امام ابوحنیفہ ؒ کی تنقیص کا پہلو تلاش کرتے ہیں، انہیں بقول امام شعرانی ؒ اللہ کے حضور توبہ کرنی چاہئیے۔

(نوٹ) خطیب بغدادی ؒ نے اپنی تاریخ میں جن لوگوں کے حوالہ سے امام ابوحنیفہ ؒ کو بدنام کرنے کی کوشش کی، ان میں امام مالک ؒ سے بھی دو تین روایتیں نقل کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے معروف محقق علامہ محمد زاہد الکوثری ؒ (۱۳۷۱ھ) کو جنہوں نے ان روایتوں کی تحقیق کی اور بتایا کہ خطیب بغدادی ؒ نے جن لوگوں کے حوالے سے یہ روایتیں نقل کی ہیں وہ کسی طرح اعتبار کے قابل نہیں ہیں۔ اور محدثین نے ان پر سخت جرحیں کی ہیں۔ آپ ؒ اس روایت کی سند پر کلام کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فتلك الاسانيد تنادي بأن الخبر لا يثبت عن مالك.

(تانیب الخطیب، ص244)

ترجمہ: یہ سندیں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ بلا شک وشبہ یہ روایت امام مالک ؒ سے ثابت ہی نہیں ہے۔

آپ ؒ ایک بحث میں مالکی المذہب محدث علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی ؒ (۴۹۴ھ) کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

وقد برّأ الباجی مالکاً من أمثال هذه السفاسف غاية التبرئة فی شرح الموطا کما سبق، وهو من أعرف الناس بمالكٍ وأقواله۔

(تانیب الخطیب ص209)

بیشک علامہ باجی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی شرح میں اس جیسی لغو اور فضول باتوں سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو بری الذمہ بتایا ہے۔ علامہ باجی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اقوال کو دوسرے لوگوں کی بہ نسبت زیادہ اچھی طرح جانتے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک اور اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

الثالث: قول أبی الولید الباجی فتراه ینفی فی المنتقی شرح المؤطا ثبوت ذلك عن مالك بشدة، ویقول: لم یتکلم مالك فی الفقهاء اصلا۔ وأنما تکلم فی بعض الرواة من جهة الضبط۔ ثم یذکر مبلغ إجلال مالك لابن المبارك الذی هو من أخص اصحاب أبی حنیفة۔

(تانیب الخطیب ص230)

ترجمہ: اس سلسلے میں تیسرا قول علامہ ابو الولید باجی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مؤطا کی شرح المنتقی دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اس قسم کی روایات کے ثبوت کا سختی سے انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فقہاء کے بارے میں کچھ بھی کلام نہیں کیا۔ البتہ انہوں نے صرف بعض راویوں کے جہتِ ضبط کے متعلق کلام کیا ہے۔ پھر اس نے یہ بھی کہا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی تعظیم کرتے تھے جو کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاص ساتھیوں میں سے تھے۔

2 مجددِ قرنِ ثانی حضرت امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۴ھ)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام کے بڑے معترف تھے اور تمام

لوگوں کو فقہ میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا محتاج قرار دیتے تھے۔ چنانچہ امام ابن ابی العوام رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۳۵ھ) علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) اور علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) وغیرہ محدثین نے بہ سند ان سے نقل کیا ہے:

سَمِعْتُ الشَّافِعِيَّ، يَقُولُ: "النَّاسُ عِيَالٌ عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ فِي الْفِقْهِ"۔

(مناقب الإمام أبی حنیفة وصاحبیه ص30؛ أخبار أبی حنیفة وأصحابه ص26؛ تاریخ بغداد ج15 ص473؛ فضائل ابی حنیفۃ، ص ۸۷؛ تاریخ بغداد و ذیولہ ج3، ص345؛ الانتقاء ص 136؛ طبقات الفقهاء ص 86؛ منازل الأئمة الأربعة أبی حنیفة ومالك والشافعی وأحمد ص170؛ تهذیب الأسماء واللغات ج2 ص220؛ طبقات علماء الحدیث ج1 ص261؛ الجواهر المضیة فی طبقات الحنفیة ج1 ص456)

ترجمہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خوشہ چین ہیں۔

نیز فرماتے ہیں:

قال: سمعت مُحَمَّد ابن إدريس الشافعي يقول: "... مَنْ أَرَادَ أَنْ يَتَبَحَّرَ فِي الفِقْهِ فَهُوَ عِيَالٌ عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ"۔ قال: وسمعته- يعنی الشافعی- يقول: "كان أَبُو حنيفة ممن وفق له الفقه"۔

(تاریخ بغداد ج15 ص473؛ تاریخ بغداد، ج13، ص346؛ طبقات الفقهاء ص86؛ منازل الأئمة الأربعة أبی حنیفة ومالك والشافعی وأحمد ص 173؛ تاریخ دمشق ج 60 ص 117؛ وفیات الاعیان، ج5 ص 409؛ تهذیب الکمال فی أسماء الرجال ج 28 ص437، ج29 ص434؛ تذهیب تهذیب الکمال فی أسماء الرجال ج9 ص221؛ الجواهر المضیة فی طبقات الحنفیة ج 1 ص 456؛ مکانة الإمام أبی حنیفة فی الحدیث ص93، 108؛ التاج المکلل، ص126)

ترجمہ: جو شخص فقہ میں تبحر حاصل کرنا چاہتا ہے، وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا محتاج ہے۔

اور فرمایا: "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو فقہ کی توفیق (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) دی گئی تھی"۔

امام صیمری رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۳۶ھ) نے بہ سند متصل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان نقل کیا ہے:

قَالَ لِی الشَّافِعِی: "قَولُ أبي حنيفَة أعظمُ من أَنْ يدْفع بالهوينا".

(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص 87)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول بہت عظیم المرتبت ہے، اس کو ہم اپنی خواہشات سے رَدّ نہیں کر سکتے۔

نیز امام صیمری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی نقل کیا ہے:

قَالَ سَمِعت الشَّافِعِی يَقُول: "من لم ينظر فِي كتب أبي حنيفَة لم يتبحر فِي الْفِقْه". (اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص 87)

ترجمہ: جو شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں نہیں دیکھے گا اس کو فقہ میں تبحر حاصل نہیں ہو سکے گا۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد لکھتے ہیں:

''ہم بھی امام صاحب (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کے فضائل کے منکر نہیں ہیں۔ اور نہ ہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا، کیونکہ خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اقرار سے سب لوگوں کو فقہ میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عیال قرار دیا ہے''۔ (ماہنامہ الاعتصام، لاہور، ۲۷ رستمبر ۲۰۰۲ء، ص ۲۸)

اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اشعار کے ذریعے بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی اور محدثانہ مقام کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ چنانچہ اپنی ایک نظم میں فرماتے ہیں:

لَقَد زانَ البِلادَ وَمَن عَلَيها
إِمامُ المُسلِمينَ أَبو حَنيفَه
بِأَحكامٍ وَآثارٍ وَفِقهٍ
كَآياتِ الزَبورِ عَلى الصَحيفَه
فَما بِالمَشرِقَينِ لَهُ نَظيرٌ
وَلا بِالمَغرِبَينِ وَلا بِكوفَه
فَرَحمَةُ رَبِّنا أَبَداً عَلَيهِ

مَدى الأَيّامِ ما قُرِأَت صَحيفَه

(دیوان الامام الشافعیؒ، ص ۷۷، طبع: دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

ترجمہ: تمام شہروں اور ان پر بسنے والے لوگوں کو مسلمانوں کے امام، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے زینت بخشی ہے۔

احکامِ شرعیہ، احادیثِ نبویہ اور فقہ کے ساتھ جیسا کہ قرآن مجید کی آیتیں اوراق پر سجی ہوئی ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نظیر نہ مشرقی شہروں میں ہے، نہ مغربی شہروں میں، اور نہ ہی کوفہ میں ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ پر ہمارے رب کی رحمتیں سدا بہار برستی رہیں، اور جب تک کہ اللہ کی کتاب قرآن مجید کی تلاوت ہوتی رہے۔

2 حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی ہے، اور نہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ پایا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ یہ وہی سال ہے جس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سفرِ آخرت پر چلے ہیں۔ تاہم انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قابلِ اعتماد شاگرد اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی وارث حضرت امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۹ھ) سے بہت زیادہ اخذِ علم کیا ہے، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے علمِ حدیث اور علمِ فقہ پایا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اس کا اعتراف بھی کرتے رہے ہیں، اور شافعی علماء بھی اس کی شہادت دیتے چلے آئے ہیں۔ خود حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی تربیت میں کوئی کمی نہیں کی۔ ان کے ساتھ ہر قسم کا اور ہمیشہ لطف ومحبت کا معاملہ فرماتے رہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ہی معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کس درجے کے محدث اور فقیہ ہوئے ہیں۔ اور قرآن وسنت اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کتنی، وسیع اور گہری تھی۔ پھر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جب

امام ابوحنیفہ ؒ کے اجتہادات اور آپ ؒ کی قوت استنباط پر نظر کی، تو پکار اٹھے:

الناس کلھم فی الفقه عیال علی الامام ابی حنیفة۔ (میزان ص ٦١)

آپ ؒ کا یہ ارشاد بھی دیکھئے:

من أراد أن یعرف الفقه فلیزم أبا حنیفه وأصحابه فان الناس کلھم عیال علیه فی الفقه۔ (میزان ص ١٦٧، ١٩٢؛ تاریخ بغداد ج ١٣ ص ٣٤٦)

ترجمہ: جو شخص فقہ حاصل کرنا چاہتا ہے اسے لازم ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ ؒ اور آپ ؒ کے اصحاب کی لائن پر چلے کیونکہ سب لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ ؒ کے خوشہ چین ہیں۔

امام شافعی ؒ بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن وسنت کو سمجھنے کے لئے علمِ فقہ کی ضرورت ہے اور علمِ فقہ میں سب علماء امام صاحب ؒ کے محتاج ہیں کیونکہ آپ ؒ نے علمِ فقہ کے لئے جو اصول وقواعد ترتیب دیئے ہیں وہ اتنے اہم ہیں کہ اسے لئے بغیر کوئی شخص دین کی فقہ نہیں پا سکتا۔

ایک مرتبہ امام شافعی ؒ عراق آئے، تو آپ ؒ امام ابوحنیفہ ؒ کے مزار کی زیارت کے لئے بھی تشریف لے گئے۔ صبح کی نماز کا وقت تھا تو آپ ؒ نے اپنے معمول سے ہٹ کر نماز میں دعائے قنوت ترک کردی اور فرمایا: میں یہاں کس طرح اسے پڑھوں اس لئے کہ امام ابوحنیفہ ؒ نمازِ صبح میں اس کے پڑھنے کے قائل نہیں تھے۔ (میزان ص ١٦٦)

بعض حضرات نے امام شافعی ؒ کے ترکِ قنوت کی وجہ آپ ؒ کا اجتہاد بتلایا ہے کہ اس وقت دعائے قنوت پڑھنا آپ ؒ کے ہاں بہتر اور افضل نہ تھا، جبکہ بعض علماء کے نزدیک آپ ؒ نے اس کا ترک محض امام ابوحنیفہ ؒ کے موقف کے احترام میں کیا۔ تاہم امام شعرانی ؒ کی رائے دوسروں سے الگ ہے۔ آپ ؒ کا کہنا ہے کہ یہ درحقیقت امام ابوحنیفہ ؒ کی کرامت تھی کہ اس خاص وقت میں امام شافعی ؒ کا اجتہاد بھی اس قنوت کی عدمِ مسنونیت کی طرف ہو گیا تھا۔ آپ ؒ لکھتے ہیں:

میرے نزدیک امام شافعی ؒ کا نام امام ابوحنیفہ ؒ کے مزار پر دعائے قنوت کو ترک کر دینا اس وجہ سے تھا کہ اس خاص وقت میں دونوں اماموں کا اجتہاد دعائے قنوت کے عدمِ مسنونیت میں متحد ہو گیا تھا، اور یہ امام ابوحنیفہ ؒ کی منجملہ کرامات میں سے ایک کرامت تھی۔ (میزان ج 1 ص 166)

امام شافعی ؒ کی نظر میں امام ابوحنیفہ ؒ عنداللہ کس مقبولیت کے مقام پر فائز تھے اور آپ ؒ کے دل میں ان کی عظمت اور عقیدت کس قدر زیادہ ہے، اسے بھی دیکھتے جایئے۔

علی بن میمون ؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی ؒ سے سنا ہے آپ ؒ فرماتے تھے کہ بیشک میں ابوحنیفہ ؒ کے وسیلے سے برکت حاصل کرتا ہوں، اور میں روزانہ ان کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں۔ پس جب بھی مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے، تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے قریب کھڑا ہو کر اللہ سے اپنی حاجت طلب کرتا ہوں، تو بہت ہی کم وقت میں میری مطلوبہ حاجت مل جاتی ہے۔

(تاریخ بغداد ج ١ ص ١٢٣)

ایک اور شافعی المذہب فقیہ، علامہ شرف الدین الدمشقی، جو بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں مدرس تھے، فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سخت مصیبت میں مبتلا ہو گیا اور بہت پریشان تھا۔ چنانچہ میں نے امام شافعی ؒ سے مروی اس عمل کا تجربہ کیا، اور امام ابوحنیفہ ؒ کی قبر کے پاس آ کر اللہ کے حضور دعا کی، تو اللہ نے بہت ہی جلد مجھے اس مصیبت سے نجات دے دی۔

(دیکھئے: الجمع بین الفتوی والتقوی، لصاعد من احمد الرازی)

حضرت امام شافعی ؒ کے دل میں امام ابوحنیفہ ؒ کا بہت ہی زیادہ ادب واحترام تھا۔ امام شعرانی ؒ لکھتے ہیں:

امام شافعی ؒ سے امام ابوحنیفہ ؒ کا ادب اور ان کی تعظیم اس قدر منقول ہے جو کافی سے زائد ہے مگر اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کو خداداد عقل اور فراست ہے۔ چنانچہ اس

کے واقعات اس (میزان کبریٰ) میں تمہاری نظروں سے گزریں گے انشاء اللہ۔

(میزان کبریٰ ج1 ص167)

آپ رحمۃ اللہ علیہ آگے چل کر لکھتے ہیں:

اگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رفعت مقامی کی تعظیم کا صدور صرف اسی طرح ہوتا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نماز صبح میں جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے قریب (مسجد میں) ادا کی تھی، اور دعائے قنوت کو باوجود اس کے کہ ان کے نزدیک مستحب تھا، ترک کر دیا تھا، تو بھی مقلدین پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ادب واجب کرنے کے لئے کافی ہوتا، جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے (میزان کبریٰ ج1 ص171)

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ تمام مذاہب کے پیروکاروں بالخصوص شوافع کو اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ادب احترام میں کوئی کمی کوتاہی نہ کی جائے کیونکہ ان کے امام ہمیشہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم اور تعریف و مدح کرتے تھے۔ آپ لکھتے ہیں:

سمعت سيدى عليا الخواص رحمه الله تعالى يقول مرارا: يتعين على أتباع الائمة أن يعظموا كل من مدحه إمامهم لإن إمام المذهب أذاً مدح عالما وجب على جميع أتباعه أن يمدحوه تقليدا لإمامهم، وأن ينزهوه عن القول فى دين الله بالرأى، وأن يبالغوا فى تعظيمه وتبجيله لان كل مقلد قد أوجب على نفسه أن يقلد فى كل ما قاله سواء، أفهم دليله أم لم يفهم من أن يطالبه بدليل۔ (میزان ج۱ ص ۶۴)

ترجمہ: میں نے اپنے شیخ حضرت علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کو بارہا یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ائمہ کے متبعین پر اس اس آدمی کی تعظیم واجب ہے جس کی ان کے اماموں نے مدح اور تعریف کی ہے۔ اس لیے کہ جب امامِ مذہب کسی عالم کی مدح وتعریف کرے گا، تو اس کے مقلدین پر اس کی اتباع (اور اس پر اعتبار واعتماد) کرتے ہوئے اس عالم کی تعظیم اور اس کو دینِ خداوندی میں قول بالرائے سے منزہ خیال کرنا واجب ہوگا، اور اصل وجہ

اس کی ظاہر ہے کہ جب وہ کوئی شخص کسی امام کی تقلید کرتا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس امام کے تمام فرمودہ اقوال کا پابند رہوں گا، خواہ اس کی دلیل میری فہم میں آئے یا نہیں۔ میں اس سے دلیل کا مطالبہ نہیں کروں گا (حالانکہ امام اس دلیل سے پوری طرح واقف اور باخبر ہوگا)۔

3 امام اہلِ سنت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۴۱ھ)

آپ رحمۃ اللہ علیہ مشہور ائمہ متبوعین میں سے چوتھے امام اور علم حدیث وفقہ کے عظیم سپوت ہیں۔ امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح حکومتِ وقت کے ظلم وستم کا نشانہ بنے اور جس طرح امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلطان جابر کی بات نہ ماننے کی پاداش میں کوڑوں سے زدوکوب کیے گئے، ایسے ہی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو بھی فتنۂ خلقِ قرآن کے وقت حق بات کہنے کی وجہ سے کوڑوں سے اپنا جسم لہولہان کرانا پڑا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو فتنۂ خلقِ قرآن میں کوڑوں سے پیٹا جاتا تھا، تو اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سزا کو یاد کر کے اپنے غموں کو ہلکا کرتے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے دعائے رحمت مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وكان احمد بن حنبل اذا ذكر ذلك بكى وترحم على ابى حنيفة، وذلك بعد ان ضرب احمد۔ (تاریخ بغداد وذیولہ: ج ۱۳، ص ۳۲۸)

ترجمہ: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سزا کو یاد کرتے، تو رو پڑتے اور ان کے لیے دعائے رحمت کرتے۔ یہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کوڑوں سے زدوکوب ہونے کے بعد کی بات ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۸ھ) نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام ابوبکر مروزی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۹۲ھ)، جو ثقہ حافظ الحدیث تھے (تقریب التہذیب، ج۱، ص ۴۲)، سے نقل کیا ہے:

"میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا:

سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ، يَقُولُ: "لَمْ يَصِحَّ عِنْدَنَا أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ، قَالَ: الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ". فَقُلْتُ: "الْحَمْدُ لِلهِ، يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ! هُوَ مِنَ الْعِلْمِ بِمَنْزِلَةٍ!". فَقَالَ: "سُبْحَانَ اللهِ! هُوَ مِنَ الْعِلْمِ، وَالْوَرَعِ، وَالزُّهْدِ، وَإِيثَارِ الدَّارِ الآخِرَةِ بِمَحَلٍّ لا يُدْرِكُهُ فِيهِ أَحَدٌ، وَلَقَدْ ضُرِبَ بِالسِّيَاطِ عَلَى أَنْ يَلِيَ الْقَضَاءَ لأَبِي جَعْفَرٍ فَلَمْ يَفْعَلْ". (مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ ص43)

ترجمہ: ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کو مخلوق کہا ہے۔
میں نے کہا: ''اے ابوعبداللہ! (امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو علم کے اونچے درجے پر فائز تھے''۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر فرمایا:
''سبحان اللہ! آپ رحمۃ اللہ علیہ واقعی علم، پرہیزگاری، دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے میں ایسے مقام پر فائز تھے کہ جس پر کوئی نہیں پہنچ سکا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ابوجعفر منصور رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں عہدۂ قضاء قبول کرانے کے لیے کوڑوں سے زخمی کیا گیا لیکن پھر بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے لیے آمادہ نہیں ہوئے''۔

خلاصہ: امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
خلاصہ کلام یہ کہ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم کرنا ثابت ہے، اور سب سے بڑا ثبوت تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ اقوال ہیں جو گزر چکے ہیں اور جب ایسے بڑے لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم کرتے ہیں، تو دوسرے لوگوں کے ان اقوال کی طرف جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ یا ان کے متبعین کے خلاف منقول ہیں، ہرگز توجہ نہ کرنی چاہیئے۔ (میزان الکبریٰ ج1 ص172)

باب 6

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے معاصرین کی نظر میں

1 امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہ بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۰ھ)

امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کا پایہ علمِ حدیث میں اس قدر بلند تھا کہ محدثین میں یہ ''امیر المؤمنین فی الحدیث'' کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔
حدیث اور اسماء الرجال کے اس عظیم المرتبت امام کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی لگاؤ تھا، اور یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی تعریف وتوصیف کیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام موفق بن احمد مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۶۸ھ) نے امام یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۳ھ) سے ان کا یہ قول بالسند نقل کیا ہے:

كان شعبة اذا سئل عن ابی حنيفة اطنب فی مدحه وكان يهدی اليه فی كل عام طرفة۔ (مناقب ابی حنیفۃ، ص۱۰۳، للمکی)

ترجمہ: امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بہت زیادہ تعریف کرتے اور ہر سال وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کوئی تحفہ بھیجتے۔
حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) نے اپنی سند کے ساتھ امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۳۳ھ) سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں نقل کیا ہے:

قَالَ سُئِلَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ وَأَنَا أَسْمَعُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، فَقَالَ: "ثِقَةٌ مَا سَمِعْتُ أَحَدًا ضَعَّفَهُ، هٰذَا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ يَكْتُبُ إِلَيْهِ أَنْ يحدث ويأمره

وَشُعْبَةُ شُعْبَةُ"۔ (الانتقاء، ص127)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ثقہ ہیں، میں نے کسی آدمی سے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف کہتے ہوئے نہیں سنا۔ یہ شعبہ بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو اُن کو لکھ رہے ہیں اور ان سے کہہ رہے ہیں کہ وہ حدیث بیان کریں، اور شعبہ رحمۃ اللہ علیہ آخر شعبہ رحمۃ اللہ علیہ ہی ہیں۔

یعنی امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم المرتبت امام جس شخص کو حدیث بیان کرنے کا کہہ رہے ہیں، کیا وہ غیر ثقہ یا علم حدیث میں کوئی معمولی شخص ہوسکتا ہے؟

اسی طرح حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن ابی العوام رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۳۵ھ) نے امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام شبابہ بن سوار رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۴ھ)، جو ثقہ حافظ الحدیث تھے (تقریب التہذیب، ۱/۴۱۰)، سے بہ سند متصل نقل کیا ہے:

قَالَ سَمِعْتُ شَبَابَةَ بْنَ سَوَّارٍ يَقُولُ كَانَ شُعْبَةُ: "حَسَن الرَّأْيِ فِي أَبِي حَنِيفَةَ۔ وَكَانَ يَسْتَنْشِدُنِي أَبْيَاتَ مُسَاوِرِ الْوَرَّاقِ:

إِذَا مَا النَّاسُ يَوْمًا قَايَسُونَا
بِآبِدَةٍ مِنَ الْفُتْيَا طَرِيفَةْ
رَمَيْنَاهُمْ بِمِقْيَاسٍ مُصِيبٍ
صَلِيبٍ مِنْ طِرَازِ أَبِي حَنِيفَةْ
إِذَا سَمِعَ الْفَقِيهُ بِهِ وَعَاهُ
وَ أَثْبَتَهُ بِحِبْرٍ فِي صَحِيفَةْ

(الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء مالك والشافعي وأبي حنيفة ص126؛ جامع بیان العلم وفضلہ ج 2 ص 1082 رقم 2110، 2111؛ الکامل فی ضعفاء الرجال، ج 8 ص 241؛ فضائل ابی حنیفۃ، ص138)

ترجمہ: امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بہت اچھی رائے رکھتے تھے اور وہ مجھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں مساور ورّاق رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار سنایا کرتے تھے۔ ان اشعار کا ترجمہ ہے: جب لوگ ہمارے عجیب اور عمدہ مسئلہ کا قیاس سے مقابلہ کرتے ہیں، تو

ہم ان پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے طرز پر ایسا درست اور مضبوط قیاس پھینکتے ہیں کہ جب ایک فقیہ اس کو سنتا ہے تو اس کو یاد کر لیتا ہے اور سیاہی سے اس کو اپنے دفتر (رجسٹر) میں لکھ لیتا ہے۔

نیز امام ابوالقاسم بن کاس نخعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۲۴ھ) نے امام شبابہ بن سوار رحمۃ اللہ علیہ کا بیان یوں نقل کیا ہے:

شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ، قَالَ: "كَانَ شُعْبَةُ حَسَنَ الرَّأْيِ فِي أَبِي حَنِيفَةَ كَثِيرَ التَّرَحُّمِ عَلَيْهِ"۔ (مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه ص29؛ عقود الجمان، ص ۲۰۳)

ترجمہ: امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بابت اچھی رائے رکھتے تھے اور وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے دعائے رحمت کیا کرتے تھے۔

حافظ ابوعبداللہ صیمری رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۳۶ھ) نے امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان نقل کیا ہے:

وانا أعلم أَنّ الْعلم جليس النُّعْمَان كَمَا أعلم ان النَّهَار لَهٗ ضوء يجلو ظلمَة اللَّيْل۔ (أخبار أبي حنيفة وأصحابه ص23)

ترجمہ: میں علم (علم سے یہاں مراد علم حدیث ہے، کیونکہ شعبہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے امام ہیں: ناقل) کو امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کا ہم نشین ایسا ہی جانتا ہوں جیسا کہ میرے علم میں ہے کہ دن روشن ہے اور اس کی روشنی رات کے اندھیرے پر چھا جاتی ہے۔

علاوہ ازیں امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایتِ حدیث بھی کی ہے۔

(ناسخ الحديث ومنسوخه، ص474۔ المؤلف: أبو حفص عمر بن أحمد بن عثمان بن أحمد بن محمد بن أيوب بن أزداذ البغدادي المعروف بـ ابن شاهين (ت ۳۸۵ھ)۔ الناشر: مكتبة المنار - الزرقاء۔ الطبعة: الأولى، ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸م)

امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنا بھی باقرار غیر مقلدین ایک مستقل دلیل ہے کہ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ روایتِ حدیث میں ثقہ ہیں، کیونکہ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ صرف ثقہ راوی سے ہی روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ مولانا عبدالرؤف سندھو غیر مقلد لکھتے ہیں:

شیخ احمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ (مشہور غیر مقلد عالم) فرماتے ہیں کہ محمد بن مہران رحمۃ اللہ علیہ سے شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت لی ہے اور وہ ثقہ ہی سے روایت لیتے ہیں۔

(القول المقبول شرح صلوٰۃ الرسول ص ۳۸۶)

امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا تھا اور فرمایا تھا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے کوفہ سے علم کا نور گل ہو گیا، اور اب کوفہ والے ان جیسا شخص نہیں دیکھیں گے۔ (الانتقاء ص: 127)

الحاصل، امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علم حدیث میں مقام بہت بلند تھا اور ان کے نزدیک آپ رحمۃ اللہ علیہ روایت حدیث میں ثقہ تھے۔

2 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

1 حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے توثیقی اقوال

امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی امامت، جلالتِ شان اور علمی کمالات پر سب کا اتفاق ہے۔ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ محدثین ان کو "امیر المؤمنین فی الحدیث" قرار دیتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص ۱۵۲)

امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر ہونے کے باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث اور فقہ دونوں علوم میں استفادہ کیا، اور موصوف علمی مسائل میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس قدر اتباع کرتے تھے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے بھی زیادہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع کرتے ہیں"۔

علاوہ ازیں انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی علمِ حدیث میں توثیق بھی کی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) اور حافظ ابن ابی العوام رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۳۵ھ) نے سندِ

متصل کے ساتھ امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۱ھ) کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ يَقُوْلُ: "كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ شَدِيدَ الْأَخْذِ لِلْعِلْمِ ذَابًّا عَنْ حَرَمِ اللهِ أَنْ تُسْتَحَلَّ يَأْخُذُ بِمَا صَحَّ عِنْدَهُ مِنَ الْأَحَادِيثِ الَّتِي كَانَ يَحْمِلُهَا الثِّقَاتُ، وَبِالْآخِرِ مِنْ فِعْلِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عَلَيْهِ وسلم، وَبِمَا أَدْرَكَ عَلَيْهِ عُلَمَاءَ الْكُوفَةِ. ثُمَّ شَنَّعَ عَلَيْهِ قَوْمٌ. يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَهُمْ. (الانتقاء ص142؛ فضائل ابی حنیفۃ ص ۹۹)

ترجمہ: میں نے امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ علمِ (حدیث) کو نہایت مضبوطی سے تھامنے والے تھے، اور حُدودُ اللہ کی بے حرمتی کی بہت روک تھام کرنے والے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ صرف وہی حدیث لیتے تھے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح اور ثقہ راویوں سے مروی ہو، اور جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل مذکور ہو۔ نیز جس حدیث پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے کوفہ کو عمل پیرا ہوتے ہوئے پایا تھا۔ لیکن پھر بھی کچھ لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر (بلاوجہ) تنقید کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور اُن لوگوں کی مغفرت فرمائے"۔

غور فرمائیں! حضرت امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کس اعلیٰ پیرایہ میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے محدثانہ مقام کو اُجاگر کیا ہے اور کتنے عمدہ الفاظ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق بیان فرمائی ہے۔ جَزَاهُ اللهُ عَنَّا أَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

نیز قاضی ابوالقاسم بن کاس رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۲۴ھ) اپنی سند کے ساتھ امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام محمد بن مہاجر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں:

سمعت سفيان الثوري يقول: ان الذي يخالف اباحنيفة يحتاج ان يكون اعلى منه قدرا و اوفر علما، وبعيد ما يوجد ذلك.

(عقود الجمان، ص ۱۹۰)

ترجمہ: میں نے امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "جو شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کرتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اونچے درجے کا ہو، اور

آپ ؒ سے زیادہ علم والا ہو، لیکن کسی میں اس خوبی کا پایا جانا بعید ہے"۔

مولانا عبدالرحمن مبارکپوری صاحب ؒ غیر مقلد اور ان کے شاگرد مولانا نذیر احمد رحمانی ؒ غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حفاظِ حدیث میں سے یحییٰ بن معین ؒ، ابن المدینی ؒ، شعبہ ؒ اور سفیان ثوری ؒ نے امام ابوحنیفہ ؒ کی توثیق کی ہے"۔

(تحقیق الکلام، ج ۲، ص ۱۴۵؛ انوار المصابیح ص ۱۴۶)

2 امام ابوحنیفہ ؒ اور حضرت امام سفیان ثوری ؒ کے درمیان غلط فہمی کا ازالہ

امام سفیان ثوری ؒ (161ھ) امام ابوحنیفہ ؒ کے ہم عصر بزرگ ہیں۔ آپ ؒ بڑے محدث اور فقیہ ہوئے ہیں اور بہت سے لوگ ایک عرصہ تک آپ ؒ کی فقہ پر عمل بھی رہے ہیں۔ آپ ؒ کی تقلید کرتے تھے۔ تاہم آپ ؒ کا مذہب آگے نہ بڑھ سکا اور آہستہ آہستہ معدوم ہو گیا۔ امام ثوری ؒ کو کسی نے یہ خبر دی کہ امام ابوحنیفہ ؒ قیاس کو نص پر مقدم رکھتے ہیں۔ یہ خبر سن کر امام سفیان ثوری ؒ کو بہت افسوس ہوا، اور آپ ؒ کے دل میں امام ابوحنیفہ ؒ کے بارے میں کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں۔ تاہم آپ ؒ چاہتے تھے کہ امام ابوحنیفہ ؒ سے براہِ راست گفتگو کر کے ان کا موقف معلوم کریں۔ چنانچہ آپ ؒ نے اپنے ہمراہ امام مقاتل بن حیان ؒ، حضرت حماد بن سلمہ ؒ اور دیگر بڑے علماء اور فقہاء کو لیا اور امام ابوحنیفہ ؒ کے پاس کوفہ کی جامع مسجد پہنچ گئے۔ اور ان سب نے امام ابوحنیفہ ؒ سے کھل کر سوال کیا اور آپ ؒ کا موقف معلوم کیا۔ امام ابوحنیفہ ؒ نے علماء اور فقہاء کے سامنے اپنے موقف کی تفصیل سے وضاحت کی اور فرمایا:

میں سب سے پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں، اس کے بعد حدیث پر اس کے بعد صحابہ کرام ؓ کے فیصلوں پر اور جس حکم میں ان سب کا اتفاق ہو،

اس کو میں عملاً مقدم جانتا ہوں۔ ان احکام پر جن میں ان کا اختلاف ہو۔

البتہ اختلاف کی صورت میں مجھے قیاسِ شرعی سے کام لینا پڑتا ہے۔

جب ان علماء نے آپ ؒ کی وضاحت سنی، تو ادب و احترام میں کھڑے ہو گئے۔ پھر کیا ہوا؟ اسے پڑھئے۔ امام شعرانی ؒ امام ابومطیع بلخی ؒ سے نقل کرتے ہیں:

یہ سن کر وہ سب حضرات کھڑے ہو گئے اور آپ ؒ کے ہاتھ اور گھٹنے کو بوسہ دیا اور کہا:

(ہمیں آپ ؒ کے بارے میں غلط خبر دی گئی تھی۔) آپ ؒ تو علماء کے سردار و سرتاج ہیں۔ ہمارے قصور سے درگزر کیجئے کہ ہم نے آپ ؒ پر (انجانے میں) اعتراض کر دیا۔ ہم کو آپ ؒ کے مذہب سے پوری طرح واقفیت نہ تھی۔

امام ابوحنیفہ ؒ نے جب ان کی یہ بات سنی تو فرمایا:

غفر اللہ لنا ولکم أجمعین۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو بھی معاف کرے۔ (میزان ص ۱۷۶)

اس سے پتہ چلا کہ امام سفیان ثوری ؒ اور دیگر علماء کے ہاں امام ابوحنیفہ ؒ کو بڑا مرتبہ حاصل تھا۔ آپ ؒ کو علماء کے سردار سمجھتے تھے۔ ان بزرگوں کو امام ابوحنیفہ ؒ سے کوئی غلط فہمی ہوئی تھی۔ تو اس کا سبب امام صاحب ؒ کا مذہب نہ تھا، بلکہ حاسدوں کا غلط پروپیگنڈہ تھا، جس سے یہ حضرات متاثر ہو گئے۔ جب حقیقتِ حال واضح ہو گئی، تو انہیں اپنے خیالات پر ندامت ہوئی، اور اپنے قصور کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے معافی کے خواستگار ہوئے۔ اور امام ابوحنیفہ ؒ نے بھی ان سب کو معاف کر دیا تھا۔ فرحمھم اللہ تعالی أجمعین۔

3 امام سفیان ثوری ؒ سے منسوب ایک بیان کی وضاحت

امام سفیان ثوری ؒ کو جب تک امام ابوحنیفہ ؒ کے مذہب سے پوری طرح واقفیت نہ تھی، اور انہوں نے براہِ راست آپ ؒ سے گفتگو نہ کی تھی، آپ ؒ کا دل

امام ابوحنیفہ ؒ کے بارے میں غیر مطمئن تھا، اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ امام صاحب ؒ کا مذہب صرف اور صرف رائے و قیاس پر مبنی ہے، اور وہ قیاس کو نص پر ترجیح دیتے ہیں۔ اسی غلط اطلاع کی وجہ سے وہ آپ ؒ کی کسی بات پر معترض ہوئے ہوں، لیکن جب ان کی آپ ؒ سے ملاقات ہوگئی، اور بالمشافہ گفتگو کر لی، تو ساری غلط فہمیاں ختم ہوگئیں، اور بھرے مجمع میں امام ابوحنیفہ ؒ کو سید العلماء کہہ کر ان کی عظمت کے آگے سر تسلیم خم کیا۔

امام سفیان ثوری ؒ کے دل میں امام ابوحنیفہ ؒ کی اس قدر علمی عظمت تھی کہ آپ ؒ ان کی کتابوں کا باقاعدہ مطالعہ کیا کرتے تھے، اور چاہتے تھے کہ امام ابوحنیفہ ؒ کی کتابیں ان کے پاس موجود ہوں تاکہ وہ ان سے استفادہ کرسکیں۔ علامہ شبلی نعمانی ؒ (م: ۱۳۳۲ھ) لکھتے ہیں:

تعجب ہے کہ جن لوگوں کو امام صاحب ؒ سے ہمسری کا دعوی تھا وہ بھی اس کتاب سے بے نیاز نہ تھے۔ امام سفیان ثوری ؒ نے بڑے لطائف الحیل سے کتاب الرہن کی نقل حاصل کر لی، اور اسے پیش نظر رکھتے تھے۔ زائدہ ؒ کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن سفیان ؒ کے سرہانے ایک کتاب دیکھی، جس کا وہ مطالعہ کر رہے تھے۔ ان سے اجازت مانگ کر میں اس کو دیکھنے لگا، تو وہ امام ابوحنیفہ ؒ کی کتاب الرہن نکلی۔ میں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ ؒ ابوحنیفہ ؒ کی کتابیں دیکھتے ہیں۔ بولے: کاش کہ ان کی سب کتابیں میرے پاس ہوتیں۔ یہ بھی کچھ کم تعجب کی بات نہیں کہ اس وقت بڑے بڑے مدعیانِ فن موجود تھے اور ان میں بعض امام ابوحنیفہ ؒ کی مخالفت بھی رکھتے تھے۔ تاہم کسی کو اس کتاب کی ردوقدح کی جرات نہیں ہوئی۔ (سیرۃ النعمان ص ۲۸۸)

علامہ شبلی نعمانی ؒ کی بات نہیں مانتے نہ مانیں۔ علامہ ابن حجر مکی ؒ کی بات مانیں وہ تو شافعی المذہب ہیں۔ امام ابوحنیفہ ؒ کے مقلد نہیں ہیں:

و قیل له - قد رؤی تحت رأسه کتاب الرهن لأبی حنیفة - تنظر فی

کتبه؟۔ فقال: وددت انها کلها عندی مجتمعة، أنظر فیها۔ ما أبقی فی شرح العلم غایة، ولکنا لا ننصفه۔

(الخیرات الحسان ص 77؛ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ ص 65؛ مناقب ج ۲ ص ۹ کردری)

ترجمہ: حضرت سفیان ثوری ؒ کے سرہانے امام ابوحنیفہ ؒ کی کتاب الرہن موجود تھی، کسی نے کہا: آپ ؒ بھی امام صاحب ؒ کی کتابوں کو دیکھتے ہیں؟ آپ ؒ نے کہا: ہاں، میری تو قلبی خواہش ہے کہ امام ابوحنیفہ ؒ کی سب کتابیں میرے پاس ہوں جنہیں میں دیکھوں تاکہ میرے علم میں اضافہ ہوتا رہے۔ افسوس کہ ہم لوگ ان کے ساتھ انصاف نہیں کرتے۔

امام وکیع بن الجراح ؒ (۱۹۷ھ) بھی کہتے ہیں:

علمت انه کان ینظر فی کتب الامام۔ (مناقب ج ۲ ص ۱۳ للکردری ؒ)

ترجمہ: میں جانتا ہوں کہ امام سفیان ثوری ؒ امام ابوحنیفہ کی کتابیں دیکھتے تھے۔

نوٹ: امام یزید بن ہارون ؒ (۲۰۶ھ) نے بھی یہ بات کہی ہے۔ (الخیرات ص 78)

حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کی حدیثی اور فقہی بصیرت نے حضرت سفیان ثوری پر کتنا گہرا اثر ڈالا تھا، اسے امام ابوحنیفہ ؒ کے تلمیذ رشید امام ابو یوسف ؒ (۱۸۲ھ) سے سنئے۔ آپ ؒ فرماتے ہیں:

الثوری أکثر متابعة لأبی حنیفة منی۔

(الانتقاء ص ۱۹۸؛ الخیرات الحسان، ص 77؛ عقود الجمان ص 191)

ترجمہ: حضرت امام سفیان ؒ تو مجھ سے زیادہ امام صاحب ؒ کے پیرو تھے۔

ایک مرتبہ ایک شخص امام ابوحنیفہ ؒ کے شاگرد امام زفر بن ہذیل ؒ (۱۵۸ھ) کے پاس آیا اور کہا: میں نے امام سفیان ثوری ؒ کو یہ مسئلہ بتاتے ہوئے سنا۔ امام زفر ؒ نے فرمایا: یہ امام سفیان ؒ کا نہیں، امام ابوحنیفہ ؒ کا قول ہے۔ امام سفیان ؒ نے امام ابوحنیفہ ؒ سے یہ بات لی ہے۔

فقال زفر: لم یکن هذا قوله، إنما أخذه عن الامام۔

(مناقب ج ۲ ص ۱۲، للکردریؒ)

علامہ موفق الدینؒ نے اپنی کتاب المناقب میں نقل کیا ہے:

امام سفیان ثوریؒ کے تلمیذ اور امام بخاریؒ کے استاد شیخ ثابت کہتے ہیں کہ امام سفیانؒ کو جب کسی مسئلہ میں کوئی اشکال پیش آتا، اور اس کا حل نہ ملتا، تو آپؒ صاف فرما دیتے کہ اس کا جواب وہی بہتر طور پر دے سکتا ہے جس پر لوگ حسد کرتے ہیں:

قال ما یحسن جوابها الا من حسدناه.

یعنی امام ابوحنیفہؒ ہی اس علمی مشکل کا بہترین حل پیش کر سکتے ہیں، اور آپؒ خود امام ابوحنیفہؒ کے تلانذہ سے پوچھتے کہ آپؒ کے استاد کا اس بارے میں کیا فیصلہ ہے؟ اور جب انہیں جواب ملتا، تو اسے یاد رکھتے اور آپؒ بھی پھر اس کے مطابق فتویٰ صادر کرتے تھے۔

ثم یسأل عن اصحابه ویقول: ماقال فیه صاحبکم؟ فیحفظ الجواب، ثم یفتی به.

اس سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ امام سفیان ثوریؒ امام ابوحنیفہؒ کے حد درجہ معتقد رہے۔ اب اگر ان سے کوئی ایسی بات نظر آئے جس سے امام ابوحنیفہؒ کی تنقیص یا مخالفت کا کوئی پہلو نکلتا ہو، تو اولاً ان اقوال کی اچھی طرح چھان پھٹک ہونی چاہیے۔ خطیب بغدادیؒ نے امام سفیان ثوریؒ کے حوالہ سے جتنے بیانات نقل کئے ہیں، عالم عرب کے مشہور فاضل علامہ محمد زاہد من الحسن کوثریؒ نے اپنی کتاب تانیب الخطیب میں اس کی قلعی کھول دی ہے۔ اہلِ علم کو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کر لینا چاہیئے۔ اگر وہ بیانات سندِ صحیح سے کہیں ثابت بھی ہوں، تو ہم اسے زیادہ سے زیادہ اسی سابقہ دور سے متعلق سمجھیں گے، جب ان کو اصل حقیقت کا علم نہ تھا، اور وہ غلط پراپیگنڈے کے زیر اثر آ گئے تھے۔ ہاں، حقیقت واضح ہونے کے بعد وہ ہمیشہ امام صاحبؒ کے مداح رہے ہیں۔ حضرت امام شعرانیؒ امام سفیان ثوریؒ کے

مذکورہ قول کے بارے میں لکھتے ہیں:

اے صاحبو! اگر تم (امام سفیان ثوریؒ کے) اس جملے کو ظاہری معنی پر ہی رکھنا چاہتے ہو، اور اس کی کوئی تاویل نہیں کرنا چاہتے ہو، تو بھی تم کو ہرگز جائز نہیں کہ اس جملے کو امام سفیان ثوریؒ کی طرف منسوب کر کے مشہور کرتے پھرو۔ یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ جب تم ان کے واقعہ مذکورہ سے معلوم کر چکے ہو کہ انہوں نے اپنے سابقہ جملہ سے رجوع کر لیا تھا، اور اس کا کھلا اعتراف کر لیا کہ امام حنیفہؒ تو علماء کے سرتاج ہیں، اور پھر ان سے اپنے قصور کی معافی بھی مانگ لی تھی۔ (میزان ص ۱۷۶)

یہ بھی مان لیں کہ امام سفیان ثوریؒ کا اپنے بیان سے نہ رجوع ثابت ہے، اور نہ کبھی اس طرح کی کوئی گفتگو ہوئی تھی، تو بھی اسلامی تعلیم کا تقاضا ہے کہ اس کلام کی اچھی تاویل تلاش کی جائے، اور اہلِ علم تو ہمیشہ سے اچھی تاویل کرتے رہے ہیں کہ قرآنی نصیحت بھی یہی ہے۔ امام شعرانیؒ نے اس کلام کی کس قدر اچھی تاویل کی ہے، اسے بھی دیکھتے جائیں۔ آپؒ لکھتے ہیں:

اگر اس جملہ میں تاویل کر لی جائے، تو قائل کے رجوع کا لحاظ کرنے کی بھی ضرورت نہیں، اور وہ اچھی تاویل یہ ہے کہ سفیان ثوریؒ کے اس جملے سے یہ مراد ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے اسلام کے تمام مشکل مسائل حل کر دئے ہیں اور انہیں علیحدہ علیحدہ (ابواب میں مرتب و مدون) کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے تجرِ علمی سے کسی مسئلہ کو اب مشکل باقی ہی نہیں رہنے دیا۔ (میزان الکبریٰ ج1 ص 177)

ظاہر ہے کہ کسی مسئلے کی موشگافی کرنا، اور اس کی ایک ایک جزئیات کو علیحدہ کر دینا اور پھر ان پر بحث کرنا، اور ہر ایک کا حکم بھی علیحدہ معلوم کرنا، یہ علمی گہرائی اور اعلیٰ درجہ کی فقاہت نہیں، تو اور کیا ہے؟ اسی کو دیکھ کر تو امام شافعیؒ کو کہنا پڑا کہ امام ابوحنیفہؒ کو فقہی دنیا میں سرداری کا مقام حاصل ہے، اور باقی سب ان کے خوشہ چین ہیں۔

اس کے باوجود بھی اگر کوئی میں نہ مانوں، پر ہی اڑا رہے، اور امام ابوحنیفہؒ کی بدگوئی کرنے سے باز نہ آئے، تو پھر وہ اس دربار میں حساب کے لئے تیار ہو جائے جو

رب العالمین کا ہے۔

4 امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے تنقیص نقل کرنا

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''تاریخ صغیر'' میں نعیم ابن حماد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں پہنچی، تو انہوں نے فرمایا:

الْحمدُ للهِ كَانَ ينْقض الْإِسْلَام عُرْوَة مَا ولد فِي الْإِسْلَام أشأم مِنْهُ

(التاریخ الأوسط (مطبوع خطأ باسم التاریخ الصغیر، ج2 ص100 رقم 1941)

ترجمہ: الحمد للہ! وہ اسلام کو واضح طور پر ڈھانے والا تھا۔ اس سے نامبارک شخص اسلام میں نہیں آیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت بلاشبہ غلط ہے۔ اس کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو تو متہم نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے جیسا سنا ویسا لکھ دیا۔ یہ نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں نہایت متعصب ہے۔ اس لئے اس روایت کی تکذیب کے لئے صرف اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ یہ نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، کیونکہ حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''تہذیب التہذیب'' میں کئی ائمہ حدیث سے نقل کیا ہے کہ اگرچہ بعض لوگوں نے نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کی ہے، لیکن وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے معاملہ میں جھوٹی روایات نقل کرتے ہیں۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یروی حکایات فی ثلب ابی حنیفة کلها کذب''

ترجمہ: وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو عیب دار کرنے کے لئے ایسی حکایات روایت کرتا ہے، جو ساری کی ساری جھوٹی ہیں۔

اس جملہ کے بعد اس حکایت کی جواب دہی کی ضرورت نہیں رہتی اور سوچنے کی بات ہے کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ایسی بات کیسے کہہ سکتے ہیں؟ جبکہ وہ خود امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، اور تقریباً نوے فیصد مسائلِ فقہیہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

کی موافقت کرتے ہیں، اور خود انہی کا واقعہ ہے، جو غالباً حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ ہی نے نقل کیا ہے: ''جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اُن کے بھائی کی تعزیت کے لئے اُن کے پاس آئے تو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حلقۂ درس سے کھڑے ہوکر اُن کا استقبال کیا۔ بعض حاضرین نے اس تعظیم پر اعتراض کیا، تو امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا:

''هذا رجل من العلم بمكان. فإن لم أقم لعلمه قمت لسنّه، وإن لم أقم لسنه قمت لفقهه، وإن لم أقم لفقهه قمت لورعه''۔

(تاریخ بغداد وذیولہ ج13 ص341؛ تهذيب الأسماء واللغات، للنووی، ج2 ص220)

ترجمہ: یہ شخص علم کی بناء پر ایسے مقام پر ہے، اگر میں اس کے علم کی وجہ سے کھڑا نہ ہوں، تو اس کی عمر وجہ سے کھڑا ہوں گا، اور اگر میں اس کی عمر وجہ سے کھڑا نہ ہوں تو اس فقاہت کی وجہ سے کھڑا ہوں گا اور اگر اس کی فقاہت کی وجہ سے بھی نہ کھڑا ہوں، تو پھر اس کے تقویٰ کی وجہ سے کھڑا ہوں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتنی عزت کرتے تھے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر محدث نے ایسا جھوٹا قصہ کیونکر روایت کردیا؟؟؟

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف تعصب رکھنے والوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بہت مکدر کیا ہوا تھا۔ اس لئے انہیں نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ کی روایات میں کوئی خرابی محسوس ہی نہ ہوسکی۔ حاسدین کی سازشوں کے علاوہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تکدر کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حُمیدی رحمۃ اللہ علیہ ظاہری المسلک تھے، اور ظاہریہ کو حنفیہ کے خلاف ہمیشہ سے غیظ رہا ہے۔ لہٰذا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے استاذ کے اثرات سے خالی نہ رہ سکے۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''المیزان الکبریٰ'' میں نقل کیا ہے کہ شروع میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بھی بعض لوگوں کے اس خیال سے متاثر ہوگئے تھے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ

قیاس کو نصوص پر مقدم رکھتے ہیں۔ چنانچہ ایک دن سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ، حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ اور جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اُن کے پاس گئے، اور بہت سے مسائل پر صبح سے ظہر تک گفتگو رہی، جس میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مذہب کے دلائل پیش کئے، تو آخر میں سب حضرات نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ چومے اور اُن سے کہا:

"انت سیّد العلماء فاعف عنا فیما مضیٰ منا من وقیعتنا فیك بغیر علم"

ترجمہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ تو علماء کے سردار ہیں۔ ہم سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لاعلمی میں جو کچھ ہوا، اسے درگزر فرمادیں۔

3 شیخ المحدثین امام حسن بن صالح بن حی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۷ھ)

یہ کوفہ کے جلیل القدر محدث، عظیم الشان عابد اور بلند پایہ فقیہ تھے۔

موصوف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر ہیں لیکن اس معاصرت کے باوجود انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے روایتِ حدیث کرنے کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ کی تعلیم بھی حاصل کی۔

نیز انہوں نے علم حدیث میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق بھی بڑے عمدہ الفاظ میں کی ہے۔

چنانچہ ثقہ امام حافظ ابن ابی العوام رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۳۵ھ) اور حافظ المغرب علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) نے سند متصل کے ساتھ ان کا یہ بیان نقل کیا ہے:

قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ صَالِحٍ یَقُوْلُ: "کَانَ النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ فَهْمًا عَالِمًا مُتَثَبِّتًا فِی عِلْمِهٖ، إِذَا صَحَّ عِنْدَهُ الْخَبَرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ عَلَیْهِ وَسلم لَمْ یَعْدُهُ إِلٰی غَیْرِهٖ۔

(الانتقاء، ص 128؛ فضائل ابی حنیفۃ، ص ۸۶؛ مغانی الأخیار فی شرح أسامی رجال معانی الآثار ج3 ص136)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ عقلمند، عالم اور اپنے علم میں پختہ تھے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث صحیح ثابت ہوجاتی، تو پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی

اور طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔

حافظ ابوعبداللہ صیمری رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۳۶ھ) نے ان سے نقل کیا ہے:

ثَنَا الحسن بن صَالح قَالَ کَانَ ابو حنیفة شَدِیدَ الفحص عَن النَّاسِخ من الحَدِیث والمنسوخ، فَیعْمل بِالْحَدِیثِ إِذا ثَبت عِنْده عَن النَّبِی صلی الله عَلَیْهِ وَسلم وَعَن أَصْحَابه وَکَانَ عَارِفًا بِحَدِیث أهل الْکُوفَة۔

(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص25)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے ناسخ اور منسوخ کی جانچ میں بہت شدت سے کام لیتے تھے۔ اور جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی کوئی حدیث ثابت ہو جاتی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس پر ضرور عمل پیرا ہوتے تھے۔ نیز آپ رحمۃ اللہ علیہ اہلِ کوفہ کی احادیث کے عالم بھی تھے۔

باب 7

امام اعظم ابوحنیفہ ؒ اپنے تلامذہ کی نظر میں

1 امام ابوحنیفہ ؒ امام عبداللہ بن المبارک ؒ کی نظر میں

1 امام عبداللہ بن مبارک ؒ (م ۱۸۱ھ) کے توثیقی اقوال

حضرت ابن المبارک ؒ نے بھی اپنے جلیل القدر استاذ امام ابوحنیفہ ؒ کی زبردست توثیق کی ہے اور ان سے آپ ؒ کے فضائل و محامد میں بکثرت روایات مروی ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن عبدالبر ؒ (م ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

وَعَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ رِوَايَاتٌ كَثِيرَةٌ فِي فَضَائِلِ أَبِي حَنِيفَةَ. (الانتقاء، ص133)

ترجمہ امام ابن المبارک ؒ سے امام ابوحنیفہ ؒ کے فضائل میں بہت سی روایات مروی ہیں۔

ان روایاتِ کثیرہ میں سے کچھ روایات ہم اس سلسلہ کے پہلے حصہ: "امام ابوحنیفہ ؒ: حیات و خدمات" میں نقل کر چکے ہیں، اب چند مزید روایات ہدیہ قارئین کی جاتی ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر ؒ ہی نے سندِ متصل کے ساتھ امام ابن المبارک ؒ کے شاگرد امام احمد بن محمد السراج ؒ سے نقل کیا ہے:

امام ابن المبارک ؒ کی مجلس میں کسی شخص نے امام ابوحنیفہ ؒ پر تنقید کی، تو انہوں نے اس کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

فَقَالَ لَهُ: "اسْكُتْ، وَاللهِ! لَوْ رَأَيْتَ أَبَا حَنِيفَةَ لَرَأَيْتَ عَقْلًا وَنُبْلًا.

(الانتقاء، ص133)

ترجمہ خاموش ہوجا۔ اللہ کی قسم! اگر تو امام ابوحنیفہ ؒ کو دیکھ لیتا، تو یقیناً آپ ؒ کو ایک عقل مند اور اونچے درجے کے شخص پاتا۔

امام ابومحمد حارثی ؒ (م ۳۴۰ھ) نے امام حبان بن موسیٰ ؒ (م ۲۳۳ھ) سے روایت کیا ہے کہ ایک دن امام عبداللہ بن مبارک ؒ حدیث کا درس دے رہے تھے اور دورانِ درس فرمایا:

حَدَّثَنِي نُعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ.

ترجمہ مجھ سے نعمان بن ثابت ؒ نے حدیث بیان کی۔

اس پر مجلس میں سے کسی شخص نے کہا: "اے ابوعبدالرحمن! نعمان بن ثابت ؒ سے کون شخص مراد ہیں؟"۔ فرمایا: "میری مراد امام ابوحنیفہ ؒ ہیں، جو ایک برگزیدہ عالم تھے۔ آپ ؒ نے جب یہ کہا، تو کچھ لوگوں نے حدیث لکھنا بند کر دیا۔ آپ ؒ یہ منظر دیکھ کر کچھ دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا:

ایها الناس! ما اسوأ ادبكم، وما اجهلكم بالائمة، وما اقل معرفتكم بالعلم واهله، ليس احد ان يقتدى به من ابى حنيفة، لانه كان اماما تقيا نقيا ورعا عالما فقيها، كشف العلم كشفا لم يكشفه احد ببصر وفهم وفطنة وتقى، ثم خلف ان لايحدثم شهرا.

(كشف الآثار الشريفة فى مناقب الامام ابى حنيفة، ج2 ص238 رقم 2496. المؤلف: عبدالله بن محمد بن يعقوب ابى محمد الحارثى البخارى (المتوفى 340ھ). حققه و علق عليه: لطيف الرحمٰن البهرائجى القاسمى. الناشر: مكتبة رشيدیه سرکی روڈ، کوئٹہ؛ المناقب للمکی: 371؛ عقود الجمان، ص189)

ترجمہ اے لوگو! تم کتنے بے ادب ہو؟ ائمہ کے مقام سے کس قدر ناواقف ہو؟ اور علم و اہلِ علم کی کتنی کم معرفت رکھتے ہو؟ کوئی شخص بھی امام ابوحنیفہ ؒ سے زیادہ اقتداء کے لائق

نہیں ہے، اس لیے کہ وہ امام تھے، متقی تھے، نقی تھے، پرہیزگار تھے، عالم اور فقیہ تھے۔ انہوں نے علم کو بصیرت، سمجھ داری، فطانت اور تقویٰ سے ایسے کھول کر بیان کیا کہ اس طرح کوئی نہیں کر سکا۔ پھر قسم اٹھائی کہ میں ایک مہینہ ان سے حدیث بیان نہیں کروں گا''۔

علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) نے اپنی سند کے ساتھ امام ابراہیم بن عبداللہ الخلال رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۴۱ھ) سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک آیت (نشانی) تھے''۔ اس پر شرکاءِ مجلس میں سے ایک شخص نے کہہ دیا: ''اے ابوعبدالرحمن! وہ خیر میں آیت تھے یا شر میں؟''۔ امام ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

فقال: "اُسکت یا هذا! فإنه یقال: "غایة فی الشر، وآیة فی الخیر"، ثم تلا هذه الآیة: وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً۔ [المؤمنون 50].

(تاریخ بغداد ج 15 ص 459؛ تاریخ بغداد وذیولہ، ج 13، ص 336)

ترجمہ: اے فلانے! خاموش ہو جا (آیت کا لفظ تو خیر میں ہی بولا جاتا ہے اور شر کے لیے غایت کا لفظ استعمال ہوتا ہے) جیسا کہ کہا جاتا ہے: ''غَايَةٌ فِي الشَّرِّ'' (شر میں انتہا) اور ''آيَةٌ فی الخیر'' (خیر میں نشانی)۔ پھر استدلال میں یہ آیت پڑھی:

آیت 1:۔ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً۔ (المؤمنون: 50)

ترجمہ: ہم نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اور ان کی ماں کو نشانی بنایا۔

حافظ ابوعبداللہ صیمری رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۳۶ھ)، جو علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ محدثین کے استاذ ہیں، علامہ خطیب رحمۃ اللہ علیہ ان کو صدوق اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ان کو ثقہ اور صاحبِ حدیث کہتے ہیں (تاریخ بغداد وذیولہ، ج ۸، ص ۷۷؛ العبر، ج ۲، ص ۲۳۷)، نے امام محمد بن مقاتل عبادانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۶ھ) سے، جو صدوق اور عابد تھے (تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۱۳۶)، بالسند نقل کیا ہے:

''ایک مرتبہ امام محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ خراسان تشریف لے گئے۔ وہاں کے لوگوں کو جب

ان کی آمد کا پتہ چلا، تو وہ ان کے اردگرد جمع ہو گئے، اور ان سے فقہی مسائل دریافت کرنے لگے۔ انہوں نے کہا: ''فقہ تو کوفہ کے ایک نوجوان، جس کی کنیت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہے، کا فن ہے''۔ لوگوں نے کہا: ''وہ حدیث نہیں جانتے''۔ وہاں امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے۔ انہوں نے ان لوگوں کو جواب دیا:

فَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَك: "كَيفَ تَقولُونَ لَهُ: لَا يعرف۔ لقد سُئِلَ عَن الرطب بِالتَّمرِ، قَالَ: "لَا بَأْسَ بِهِ"۔ فَقَالُوا: "حَدِيث سعد"۔ فَقَالَ: "ذَاك حَدِيث شَاذ لَا يُؤْخذ بِرِوَايَة زيد ابي عَيَّاش"۔ فَمن تكلم بِهَذَا لم يكن يعرف الحَدِيث"۔ (اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص 26)

ترجمہ: تم لوگ کیسے کہتے ہو کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث نہیں جانتے؟ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے رطب کو تمر کے بدلے فروخت کرنے کے متعلق پوچھا گیا، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں''۔ اس کے جواب میں لوگوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی (جس میں رطب کو تمر کے بدلے فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے)۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: ''یہ حدیث شاذ ہے، اس کو زید بن ابوعیاش رحمۃ اللہ علیہ راوی کی وجہ سے قبول نہیں کیا جا سکتا''۔ امام ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''جو شخص ایسی بات کرے، کیا وہ حدیث نہیں جانتا''۔

حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) نے سندِ متصل کے ساتھ امام اسماعیل بن داؤد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے:

قَالَ سَمِعت اسماعيل ابْن دَاوُد يَقُول: "كَانَ ابْن الْمُبَارك يذكر عَن أَبي حنيفَة كل خير ويزكيه ويقرضه ويثني عَلَيْهِ۔ وَكَانَ أَبُو الْحسن الفزازي يَكْرَهُ أَبَا حَنِيفَةَ، وَكَانُوا إِذَا اجْتَمَعُوا لَمْ يجترىء ابو اسحق أَنْ يَذْكُرَ أَبَا حَنِيفَةَ بِحَضْرَةِ ابْنِ الْمُبَارَكِ بشيءٍ"۔ (الانتقاء، ص 133)

ترجمہ: امام ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہر خوبی کا ذکر کرتے، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق اور تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہتے،

جب کہ ابوالحسن فزاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو پسند نہیں کرتے تھے، لیکن جب یہ لوگ اکٹھے ہوتے، تو ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ کو امام ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں یہ جرأت نہیں ہوسکتی تھی کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی برائی بیان کریں۔

اسی طرح حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے امام سلمہ بن سلیمان مروزی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۳ھ) سے بالسند روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ سُلَيْمَانَ يَقُولُ: قُلْتُ لِابْنِ الْمُبَارَكِ: "وَضَعْتَ مِنْ رَأْيِ أَبِي حَنِيفَةَ وَلَمْ تَضَعْ مِنْ رَأْيِ مَالِكٍ". قَالَ: لَمْ أَرَهُ عَلَمًا".

(جامع بیان العلم وفضلہ، ج2، ص1107 رقم2170)

ترجمہ: میں نے امام ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: "آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ تو لکھی ہے لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کیوں نہیں لکھی؟"۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے اس کو علم ہی نہیں سمجھا"۔

یعنی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کا مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ سے بہت کم ہے۔

نیز ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے:

قِيلَ لِابْنِ الْمُبَارَكِ: "فُلَانٌ يَتَكَلَّمُ فِي أَبِي حَنِيفَةَ". فَأَنْشَدَ بَيْتَ ابْنِ الرُّقَيَّاتِ:

حَسَدُوكَ أَنْ رَأَوْكَ فَضَّلَكَ اللّٰ
ـهُ بِمَا فُضِّلَتْ بِهِ النُّجَبَاءُ

(جامع بیان العلم وفضلہ، ج2، ص1116 رقم2191)

ترجمہ: امام ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کو کہا گیا: "فلاں شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی برائی بیان کرتا ہے"۔ تو انہوں نے اس کے جواب میں ابن الرقیات شاعر کا یہ شعر پڑھا:

ترجمہ: لوگ آپ (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) سے حسد کرتے ہیں، جب وہ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو وہ فضیلت عطا کی ہے جو فضیلت معزز لوگوں کو عطا کی جاتی ہے۔

حافظ صمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سندِ متصل ان سے نقل کیا ہے:

سَمِعت عبد الله بن الْمُبَارك يَقُول: "مَا رَأَيْت نَفسِي فِي مجْلِس أذلّ مِنْهَا فِي مجْلِس أبي حنيفَة". (اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص139)

ترجمہ: میں اپنے آپ کو جتنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں کمتر سمجھتا تھا، اتنا میں نے کسی مجلس میں اپنے کو کمتر نہیں سمجھا۔

نیز حافظ صیمری رحمۃ اللہ علیہ ان سے بہ سند نقل کرتے ہیں:

ابْن الْمُبَارك يَقُول: "لَو كَانَ لأحد من أهل الزَّمَان أَن يَقُول بِرَأْيِهِ فَأَبُو حنيفَة أَحَق أَن يَقُول بِرَأْيِهِ". (اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص140)

ترجمہ: اگر اہلِ زمانہ میں سے کسی کو اپنی رائے سے بات کرنے کی اجازت ہے تو پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ وہ اپنی رائے سے بات کریں۔

2 امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف غلط اقوال کا انتساب

علم وفضل کی دنیا میں امیر المؤمنین فی الحدیث امام عبد اللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۱ھ) کی ذاتِ گرامی بہت وقیع ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ امیر المؤمنین فی الحدیث، شیخ الاسلام، اور یگانہ روزگار شخصیت ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض حاسدین نے چاہا کہ کسی طرح حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بدگمان کر کے ان کا مخالف بنا دیا جائے، اور ان کے خلاف خوب بھڑکا دیا جائے، مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکے۔ تو پھر انہوں نے ان کے نام سے بعض ایسے بیانات منسوب کر دیئے جس سے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تنقیص کا پہلو نظر آئے۔ افسوس کہ بعض لوگ اسے سچ سمجھ بیٹھے، اور ان کے نام سے یہ بیانات اپنی کتابوں میں نقل کر گئے، جبکہ حقیقت اس کے خلاف تھی۔

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کس نظر سے دیکھتے تھے، ہم اسے امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے درج ذیل کرتے ہیں اور یہ صرف امام شعرانی

رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نہیں اور بھی محقق علماء نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے یہی بیانات نقل کئے ہیں جو ہم اس کتاب کے پہلے اور تیسرے حصہ میں نقل کر چکے ہیں۔

امام عبداللہ بن المبارک کہتے ہیں:

جب میں کوفہ گیا تو میں نے وہاں کے باشندوں سے پوچھا کہ تمہارے شہر میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ سب نے بالاتفاق یہ جواب دیا: امام ابوحنیفہ ہیں۔ پھر میں نے پوچھا: یہاں سب سے زیادہ متقی کون شخص ہے؟ انہوں نے پھر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام بتلایا۔ پھر میں پوچھا: سب سے زیادہ زاہد کون ہے؟ تو انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا۔ میں نے پوچھا: سب سے زیادہ عابد اور علمی مشاغل میں مصروف رہنے والا کون ہے؟ تو انہوں نے جواب میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا۔ غرض میں جس عمدہ خصلت اور اخلاق والے آدمی سے سوال کرتا گیا، وہ جواب میں یہی کہتے گئے کہ ہم امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوا کسی اور میں یہ بات نہیں پاتے۔ (میزان کبریٰ ص ۱۸۹)

اس سے آپ خود اندازہ کر لیں کہ حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کس درجہ احترام آیا ہوگا۔

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جس پہلو سے پرکھا اور دیکھا، انہیں اہلِ علم اور اہلِ دل لوگوں میں سے ہی پایا۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ان علم وعمل اور فضل وکمال سے اس درجہ متاثر ہو گئے کہ خود بخود ان کی طرف کھنچتے چلے گئے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی میں آنا باعث فخر جانا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو امام المسلمین فرماتے تھے، اور کہا کرتے تھے کہ میں نے جو علم پایا ہے، وہ سب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی سے پایا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی کہتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سب سے بڑے فقیہ ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ سے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ میری مدد نہ کرتے، تو میں بھی عام آدمیوں کی طرح ہوتا۔ (دیکھئے: تہذیب ج ۱۰ ص ۵۰، لابن حجر الشافعی)

آپ رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو خدا کی ایک نشانی اور آیت سمجھتے تھے:

كان أبو حنيفة آية۔ (مناقب للذہبی ص ۳۰)

کسی نے پوچھا: نیکی میں یا بدی میں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: چپ رہو۔ لفظ آیت کا استعمال خیر اور نیکی میں کیا جاتا ہے، اور لفظ: غایت کا استعمال شر اور برائی میں ہوتا ہے۔ تجھے قرآن کی یہ آیت بھی یاد نہیں:

آیت 1: ۔ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ○
(المؤمنون:50)

ترجمہ: اور حضرت عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام اور اس کی ماں کو ہم نے ایک نشانی بنایا، اور ان کو ایک سطح مرتفع پر رکھا جو اطمینان کی جگہ تھی اور چشمے اس میں جاری تھے۔

(تاریخ المشاہیر ص ۱۸ از مولانا قاضی سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ)

آپ رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ بڑے فقیہ جانتے تھے۔

(تاریخ المشاہیر ص 32، از مولانا قاضی سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ)

اور فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو برائی سے یاد کرنے والا خدا کی پکڑ میں آکر رہے گا۔ (تاریخ المشاہیر ص 32، از مولانا قاضی سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ)

سو امام عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین میں لانا اور پھر اس سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تنقیص کا نشانہ بنانا بڑا ظلم ہے، اور یہ وہی لوگ کرتے ہیں جن کا دل خوفِ خدا سے عاری اور فکرِ آخرت سے خالی ہو چکا ہے۔ آپ ہی سوچیں کہ اگر امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ذرا بھی بوجھ ہوتا، تو کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ آخر تک ان کے ساتھ وابستہ رہتے، اور ان کے وصال کے بعد ان کے مزار پر آکر کبھی زاروقطار روتے، اور فرماتے: آپ رحمۃ اللہ علیہ تو چلے گئے، مگر اب آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسا کہیں کوئی نہیں ملے گا۔

2 امام المحدثین حافظ وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۷ھ)

امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث میں کس بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان کا امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اتنا گہرا تعلق تھا کہ فقہی مسائل میں یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر

فتویٰ دیا کرتے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے احادیث بھی بڑی تعداد میں سن رکھی تھیں، جوسب کی سب ان کو زبانی یاد تھیں۔

دراصل ان کا امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث سے یہ اس قدر اعتناء اس لیے تھا کہ انہوں نے بڑے بڑے محدثین سے احادیث کا سماع کیا تھا۔لیکن روایتِ حدیث میں جو احتیاط انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ میں دیکھی، ایسی احتیاط انہوں نے کسی میں نہیں پائی۔ چنانچہ امام حارثی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۴۰ھ) اپنی سند کے ساتھ ان سے نقل کرتے ہیں:

لقد وُجد الورع عن ابی حنیفة فی الحدیث مالم یوجد عن غیرہ۔

(کشف الآثار الشریفة فی مناقب الامام ابی حنیفة، ج1 ص280 رقم 855؛ مناقب ابی حنیفة، ص ۱۷۲، للمکیؒ)

ترجمہ: جو احتیاط حدیث میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پائی گئی ہے، ایسی احتیاط کسی دوسرے سے نہیں پائی گئی۔

امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے کوئی حدیث بیان کرتے تھے تو فرماتے:

حدثنا ابوحنیفة وکان ورعا، عالما۔ (مناقب ابی حنیفة، ص ۱۰۹، للمکیؒ)

ترجمہ: ہم سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث بیان کی، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ پرہیزگار اور عالم تھے۔

امام حارثی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۴۰ھ) نے امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۳۳ھ) سے نقل کیا ہے:

کان وکیع جیّد الرائی فی ابی حنیفة وکان یصفه بالورع وصحة الدین۔

(کشف الآثار الشریفة فی مناقب الامام ابی حنیفة، ج1 ص 280، 281 رقم 858؛ مناقب ابی حنیفة، ص ۲۷، للمکیؒ)

ترجمہ: امام وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پرہیزگاری اور صحتِ دین کے ساتھ موصوف کرتے تھے۔

نیز امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ امام احمد بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۱۱ھ) سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

عدل، ثقة، ماظنك بمن عدله ابن المبارك ووكيع۔

(مناقب ابی حنیفة، ص ۱۰۱، للکردریؒ)

ترجمہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ سراپا عدل اور ثقہ ہیں، تیرا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جس کو عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔

3 امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن سعید قطان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۸ھ)

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۲۱ھ) حدیث اور اسماء الرجال کے عظیم ثبوت امام یحییٰ بن سعید قطان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۸ھ) سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ قول نقل کرتے ہیں:

انه والله! لاعلم هذه الامة بما جاء عن الله ورسوله۔

(مقدمہ کتاب التعلیم لشیخ الاسلام مسعود بن شیبہ سندیؒ بحوالہ ابن ماجہ اور علم حدیث، ص ۱۶۷)

ترجمہ: بخدا! امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس امت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ وارد ہوا (یعنی قرآن وحدیث) اس کے سب سے بڑے عالم تھے۔

اسی طرح امام ابراہیم بن جنید رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۶۰ھ) نے اپنے استاذ امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ (جو امام قطان رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں) سے نقل کیا ہے:

سمعت يحيى يقول: سمعت يحيى بن سعيد يقول: "أنا لا أكذب الله، ربما بلغنا الشيء من قول أبي حنيفة، فنستحسنه فنأخذ به"۔

(سؤالات ابن الجنيد لأبي زكريا يحيى بن معين ص368 رقم 395۔ المؤلف: أبو زكريا يحيى بن معين بن عون بن زياد بن بسطام بن عبد الرحمن المري بالولاء، البغدادي (المتوفى: 233ھ)۔ دار النشر: مكتبة الدار-المدينة المنورة)

ترجمہ: میں نے امام یحییٰ بن سعید قطان رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "اللہ کی قسم! میں اللہ پر جھوٹ نہیں بولتا، ہم (محدثین) کو بسا اوقات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی قول مل جاتا

ہے، تو ہم اس کو اچھا سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں''۔

محدث امام ابن ابی العوام رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۳۵ھ) اور محدث امام محمد بن یوسف صالحی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۴۲ھ) وغیرہ نے ان کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت حدیث کرنے والوں میں شمار کیا ہے۔ (فضائل ابی حنیفۃ، ص ۱۹۴؛ عقود الجمان، ص ۱۵۵)

حضرت امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یحیی بن سعید الْقطّان یکنی أَبَا سعید بصری ثِقَة، نقی الحَدِیث، وَکَانَ لَا یحدث إِلَّا عَن ثِقَة۔

(معرفة الثقات من رجال أهل العلم والحديث ومن الضعفاء وذكر مذاهبهم وأخبارهم، للعجلی، ج2 ص353 رقم1978؛ تاریخ بغداد ج16 ص203؛ تهذیب الكمال فی أسماء الرجال ج 31 ص 340؛ طبقات علماء الحدیث ج 1 ص 433؛ تاریخ اسلام للذہبی ج4 ص1244؛ تذکرۃ الحفاظ ج1 ص219؛ سیر اعلام النبلاء ج 7 ص582)

ترجمہ امام یحییٰ قطان رحمۃ اللہ علیہ ثقہ ہیں، حدیث کی بڑی چھان بین کرتے تھے اور صرف ثقہ راوی سے ہی حدیث روایت کرتے تھے۔

مشہور غیر مقلد عالم مولانا ابویحییٰ محمد شاہجہان پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۸ھ) حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اور چونکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے مشہور علماء میں سے تھے اور وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ اور یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کے طبقہ سے متقدم تھے۔ لہٰذا انہوں نے ان کے قول و مذہب کو لیا اور اس پر فتویٰ دیا۔ خصوصاً جب کہ ان کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ علاقہ تلمذ کا بھی تھا''۔ (الارشاد الی سبیل الرشاد، ص ۱۷۴، ۱۷۵)

اور مولانا عبدالرحمن مبارکپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد نے تصریح کی ہے کہ امام قطان رحمۃ اللہ علیہ صرف ثقہ راوی سے روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ بحوالہ امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

نقی الحَدِیث، وَکَانَ لَا یحدث إِلَّا عَن ثِقَة۔ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ص ۲۳۷)

ترجمہ امام یحییٰ قطان رحمۃ اللہ علیہ حدیث کی بڑی چھان بین کرتے تھے اور صرف ثقہ راوی سے ہی

حدیث روایت کرتے تھے۔

بنابریں امام قطان رحمۃ اللہ علیہ کا امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی اقوال کو قبول کرنا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث کی سماعت اور روایت کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے نزدیک ثقہ ہیں۔

4 شیخ الاسلام امام ابویوسف قاضی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۲ھ)

امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث میں بہت عظیم مقام رکھنے کے باوجود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے سے زیادہ حدیث کا ماہر سمجھتے تھے۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) اور ان کے استاذ امام ابوعبداللہ صیمری رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۳۶ھ) نے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں نقل کیا ہے:

وَکَانَ هُوَ أَبْصر بِالْحَدِیثِ الصَّحِیح مِنِّی۔

(تاریخ بغداد ج15، ص459؛ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ ص25؛ تاریخ بغداد وذیولہ، ج13، ص340)

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے زیادہ صحیح حدیث کی بصیرت رکھتے تھے۔

امام ابن ابی العوام رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۳۵ھ) اور علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں:

قَالَ سَمِعْتُ أَبَا یُوسُفَ یَقُولُ: "کُنَّا نَخْتَلِف فی المسئلة فَیَأْتِی أَبُو حَنِیفَةَ فَنَسْأَلُهُ، فَکَأَنَّمَا یُخْرِجُهَا مِنْ کُمِّهِ، فَیَدْفَعُهَا إِلَیْنَا"۔ قَالَ: "وَمَا رَأَیْتُ أَحَدًا أَعْلَمَ بِتَفْسِیرِ الْحَدِیثِ مِنْ أَبِی حَنِیفَةَ"۔

(الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء، ص 139؛ تاریخ بغداد ج 15 ص 459؛ فضائل ابی حنیفۃ، ص ۸۷، ۹۷؛ الجواهر المضیة فی طبقات الحنفیة ج1 ص28)

ترجمہ ہمارا بسا اوقات (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی غیر موجودگی میں) کسی مسئلہ میں اختلاف پیدا ہو جاتا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب تشریف لے آتے، تو ہم وہ مسئلہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ کو اس طرح حل کر دیتے، گویا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ مسئلہ اپنی

جیب سے نکال کر ہمارے حوالے کر دیا ہے۔ نیز امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو حدیث کی تفسیر کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ جانتا ہو''۔

حافظ ابوعبداللہ صیمری رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۳۶ھ) نے بہ سند متصل امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے:

وَمن جعله بَينه وَبَين ربه فقد استَبرَأ لدينِه۔ (اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص 83)

ترجمہ: جو شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ بنالے گا وہ اپنے دین کے بارے میں بری الذمہ ہو جائے گا۔

5 عابد الحرمین امام فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۷ھ)

یہ جلیل القدر محدث اور مشہور ولی اللہ ہیں۔ موصوف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے ہیں، جب کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ان کے تلامذہ میں داخل ہیں۔ حافظ عبدالقادر قرشی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۵ھ) بحوالہ حافظ ابوعبداللہ صیمری رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۳۶ھ) لکھتے ہیں:

انه احد من اخذ الفقه عن ابی حنیفة و روی عنه الامام الشافعی فاخذ عن امام عظیم واخذ عنه امام عظیم وهو امام عظیم نفعنا الله بهم آمین۔ (الجواہر المضیئۃ، ج ۱، ص ۴۰۹)

ترجمہ: امام فضیل رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے علم فقہ کی تحصیل کی، جب کہ خود ان سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے ایک عظیم الشان امام (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) سے علم حاصل کیا، اور خود ان سے ایک عظیم الشان امام (امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ) نے اخذِ علم کیا اور یہ خود بھی عظیم الشان امام ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان سب سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

موصوف حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے مداح ہیں اور انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام کو بڑا سراہا ہے۔ چنانچہ امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) وغیرہ محدثین نے ان سے نقل کیا ہے:

كان ابو حنيفة رجلا فقيها معروفا بالفقه مشهورا بالورع، واسع المال معروفًا بالافضال على كل من يطيف به صبورًا على تعليم العلم بالليل والنهار، حسن الليل كثيرا لصمت قليل الكلام حتى ترد مسئلة فى حرام او حلال، وكان يحسن يدل على الحق هاربا من مال السلطان واذا وردت عليه مسئلة فيها حديث صحيح اتبعه، وان كان عن الصحابة والتابعين، والا قاس فاحسن القياس۔

(تاریخ بغداد وذیولہ، ج ۱۳، ص ۳۴۰؛ کتاب الانساب، ج ۲، ص ۲۹۰)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک فقیہ تھے۔ علم فقہ کے ساتھ معروف اور ورع وتقویٰ کے ساتھ مشہور تھے۔ بڑے مالدار تھے۔ اپنے پاس آنے والے حاجت مندوں پر سخاوت کرنے میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ رات دن تعلیمِ علم میں مصروف رہتے، رات کو عبادت کرتے، اکثر خاموش رہتے اور بہت کم بات کرتے تھے۔ لیکن جب کوئی حلال یا حرام کا مسئلہ ان کے سامنے پیش ہوتا، تو پھر بہت اچھی طرح سے حق بات پر دلیل قائم کرتے۔ بادشاہوں کے مال سے دور بھاگنے والے تھے۔ جب کوئی ان کے سامنے مسئلہ پیش ہوتا، تو اگر اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث وارد ہوتی، تو اس کی پیروی کرتے۔ اگر صحیح حدیث نہ ملتی، تو پھر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم میں سے کسی کا قول مل جاتا تو اس کو لے لیتے، ورنہ قیاس کرتے اور قیاس کرنے میں بڑی عمدگی دکھاتے تھے۔

غور فرمائیں! کس قدر عمدہ پیرائے میں امام فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تمام علمی وعملی کمالات کو اُجاگر کیا ہے، اور کس احسن انداز میں واضح کیا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بلند پایہ محدث بھی تھے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ صحیح حدیث کو پہچان کر اس پر عمل پیرا ہوتے۔ اور اگر صحیح حدیث نہ ملتی، تو پھر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے آثار کی پیروی کرتے۔ اور اگر ان کے آثار بھی نہ ملتے، تو تب جا کر قیاس کرتے اور قیاس بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا عمدہ ہوتا تھا۔

اب کسی شخص کے محدثانہ مقام کو اس سے بہتر کیسے بیان کیا جاسکتا ہے؟

6 حافظ الحدیث امام عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق سبعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۷ھ)

امام عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ مشہور حافظ الحدیث اور نہایت بلند پایہ محدث ہیں۔ ان کے بھائی امام اسحاق بن یونس رحمۃ اللہ علیہ، والد امام یونس بن ابی اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور دادا امام ابواسحاق سبعی رحمۃ اللہ علیہ (استاذ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) بھی جلیل القدر ائمۂ حدیث ہیں۔ امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے اس جلالتِ قدر کے باوجود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ چنانچہ امام موفق بن احمد مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۶۸ھ) ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

اکثر عن ابی حنیفۃ الروایۃ فی الحدیث والفقہ۔

(مناقب ابی حنیفۃ، ص ۱۷۲، للمکیؒ)

ترجمہ: انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث اور فقہ کی بکثرت روایت کی ہے۔

''سنن النسائی'' میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جو حدیث مروی ہے، اُس کو بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے والے یہی ہیں۔ (سنن کبریٰ نسائی رقم 7301)

نیز امام مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے شاگرد امام محمد بن داؤد رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۵۰ھ) سے نقل کیا ہے:

''ایک دفعہ عیسیٰ بن یونس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب نکالی، جس کا وہ ہمیں درس دینا چاہتے تھے۔ اس پر اہلِ مجلس میں سے ایک شخص نے ان سے کہہ دیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں؟ انہوں نے اس سے فرمایا:

رضیت بہ حیاً، افلا ارضی بہ بعد الموت۔ (مناقب ابی حنیفۃ، ص ۱۷۲، للمکیؒ)

ترجمہ: میں جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں راضی رہا، تو اب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد کیسے نہ آپ سے راضی رہوں گا؟

حافظ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) نے سند متصل کے ساتھ موصوف کے شاگرد

حافظ سلیمان شاذکونی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۳۴ھ) سے نقل کیا ہے کہ مجھ سے امام عیسیٰ بن یونس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

قَالَ عِيسَى بنُ يُونُس: "لا تتكلمن فِي أَبِي حَنِيفَةَ بِسُوءٍ وَلا تُصَدِّقَنَّ أَحَدًا يسيء الْقَوْلَ فِيهِ، فَإِنِّي وَاللهِ! مَا رَأَيْتُ أَفْضَلَ مِنْهُ، وَلا أَوْرَعَ مِنْهُ، وَلا أَفْقَهَ مِنْهُ". (الانتقاء، ص136، 137)

ترجمہ: تم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہرگز کوئی بری بات زبان پر نہ لانا، اور نہ ہی کسی ایسے شخص کی تصدیق کرنا جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو برائی سے یاد کر رہا ہو، اس لیے کہ بخدا! میں نے کوئی شخص آپ رحمۃ اللہ علیہ سے افضل نہیں دیکھا، اور نہ ہی کوئی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا پارسا اور آپ سے زیادہ فقیہ دیکھا ہے۔

7 حافظ کبیر امام ابوعبدالرحمن عبداللہ بن یزید المقری رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۱۳ھ)

یہ ایک ثقہ محدث اور جلیل القدر حافظ الحدیث ہیں۔ امام مقری رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی لگاؤ تھا اور یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے محدثانہ مقام کے بڑے معترف تھے۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) نے بالسند نقل کیا ہے:

''جب یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے کوئی حدیث بیان کرتے، تو فرماتے: ''**حدثنا شاھنشاہ**''۔ (تاریخ بغداد وذیولہ، ج ۱۳، ص ۳۴۴)

ترجمہ: ہم سے اس شخص نے حدیث بیان کی ہے جو سب محدثین کا شہنشاہ یعنی سرخیل تھا۔

نیز امام ابن ابی العوام رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۳۵ھ) اور حافظ ابن عبدالہادی مقدسی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۴ھ) نے نقل کیا ہے کہ جب امام مقری رحمۃ اللہ علیہ، امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے حدیث بیان کرتے تو فرماتے:

حدثنی العالم الفقیہ ابوحنیفۃ۔

(فضائل ابی حنیفۃ، ص ۸۲؛ مناقب الائمۃ الاربعۃ، ص ۶۷، للمقدسیؒ)

ترجمہ: مجھ سے عالم اور فقیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث بیان کی ہے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) نے امام مقری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام محمد بن اسماعیل ضرائری رحمۃ اللہ علیہ، جو صدوق تھے (تقریب التہذیب (ج ۲،ص ۵۷)، سے روایت کرتے ہیں:

سَمِعْتُ أَبَا عبد الرَّحْمٰن المقرئ يَقُول: وَاخْتلف النَّاس عِنْده قوم فَقَالَ قَوْمٌ: "حَدِّثْنَا عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ"، وَقَالَ قَوْمٌ: "لَا حَاجَةَ لَنَا فِيهِ". فَقَالَ الْمُقْرِئُ: وَيْحَكُمْ أَتَدْرُونَ مَنْ كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ؟ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِثْلَ أَبِي حَنِيفَةَ"۔ (الانتقاء ص 147)

ترجمہ: ایک دفعہ امام ابوعبدالرحمن مقری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسِ درس میں بعض لوگوں نے ان سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث سنانے کی فرمائش کی، جب کہ کچھ لوگوں نے اس سے اختلاف کیا اور کہا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ امام مقری رحمۃ اللہ علیہ نے ان مخالفین سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:
''تم لوگوں پر تعجب ہے، تم جانتے ہی نہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ میں نے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسا شخص کوئی نہیں دیکھا''۔

8 حافظ الحدیث امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۸ھ)

امام ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ ایک مشہور محدث اور بلند پایہ حافظ الحدیث ہیں۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۸ھ) ان کو ''الحافظ'' اور ''شیخ الاسلام'' کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۴ھ) فرمایا کرتے تھے: ''اگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم جاتا رہتا''۔

امام عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۸ھ) فرماتے تھے:
''سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ اہلِ حجاز کی احادیث کے سب سے بڑے عالم تھے''۔
(تذکرۃ الحفاظ، ج ۱،ص ۱۹۳)

اس عظیم اور جلیل القدر محدث کے بارے میں آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ ان کو

سب سے پہلے بطورِ محدث متعارف کرانے والے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اور یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس احسان کا ہمیشہ اقرار کرتے رہے۔ چنانچہ حافظ عبدالقادر قرشی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۵ھ) نے ان کا اپنا بیان نقل کیا ہے:

فاوّل من صيّرني محدثا ابو حنيفة۔ (الجواہر المضیئۃ، ج ۱،ص ۲۵۰)

ترجمہ: سب سے پہلے جنہوں نے مجھے محدث بنایا، وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ يَقُولُ: أَوَّلُ مَنْ أَقْعَدَنِي لِلْحَدِيثِ بِالْكُوفَةِ أَبُو حَنِيفَةَ. أَقْعَدَنِي فِي الْجَامِعِ. وَقَالَ: هٰذَا أَقْعَدَ النَّاسَ بِحَدِيثِ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ فَحَدَّثْتُهُمْ۔
(الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الأئمۃ الفقهاء (ابن عبد البر) ص128)

ترجمہ: حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سب سے پہلے جس نے مجھے حدیث بیان کرنے کے لیے کوفہ میں بٹھایا، وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ انھوں نے مجھے کوفہ کی مسجد میں بٹھایا، اور فرمایا: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے حضرت عمرو بن دینار کی حدیثوں کو بیان کرنے کے لیے لوگوں کے سامنے بٹھایا۔ لہٰذا میں نے لوگوں سے حدیثیں بیان کیں۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۸ھ) نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف میں ان سے نقل کیا ہے:

سَمِعْتُ ابْنَ عُيَيْنَةَ، يَقُولُ: "مَا مَقَلَتْ عَيْنِي مِثْلَ أَبِي حَنِيفَةَ"۔
(مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ، ص 30؛ تاریخ بغداد ج 15 ص 459؛ تاریخ بغداد وذیولہ ج 13 ص 336؛ تہذیب الأسماء واللغات ج 2 ص 219)

ترجمہ: میری آنکھ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسا شخص نہیں دیکھا۔

حافظ ابوعبداللہ صیمری رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۳۶ھ) ان کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

سَمِعت ابْن عُيَيْنَة قَالَ: الْعلمَاء أَرْبَعَة: ابْن عَبَّاس فِي زَمَانه وَالشعْبِيّ

فِی زَمَانِهٖ وَأَبُو حنیفة فِی زَمَانِهٖ وَالثَّوْرِی فِی زَمَانِهٖ۔

(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص83)

ترجمہ: علماء چار ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں، امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے میں، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے میں اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے میں۔

حافظ ابن ابی العوام رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۳۵ھ) نے مشہور محدث امام اسحاق بن ابی اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۴۵ھ) سے بہ سند متصل نقل کیا ہے:

سَمِعْتُ إِسْحَاقَ بْنِ أَبِي إِسْرَائِيلَ، يَقُولُ: ذَكَرَ قَوْمٌ أَبَا حَنِيفَةَ عِنْدَ ابْنِ عُيَيْنَةَ فَتَنَقَّصَهُ بَعْضُهُمْ. فَقَالَ سُفْيَانُ: "مَهْ! كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ أَكْثَرَ النَّاسِ صَلَاةً، وَأَعْظَمَهُمْ أَمَانَةً، وَأَحْسَنَهُمْ مُرُوءَةً"۔

(مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ، ص17؛ فضائل ابی حنیفۃ، ص ۴۸)

ترجمہ: امام ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں کسی شخص نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ نازیبا الفاظ کہہ دیئے، تو انہوں نے اس کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا: ''اس سے باز آ جا! امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ نماز پڑھنے والے، سب سے بڑے امانتدار اور سب سے اچھے اخلاق والے تھے''۔

حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) سند متصل کے ساتھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۴ھ) سے روایت کرتے ہیں:

سَمِعت سُفْيَان ابْن عُيَيْنَةَ يَقُولُ: كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ لَهُ مُرُوءَةٌ وَكَثْرَة صَلَاة۔

(الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: مالك والشافعي وأبي حنيفة، ص130)

ترجمہ: میں نے امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اچھے اخلاق اور کثرت سے نماز پڑھنے والے تھے''۔

16 محدث کبیر امام عبداللہ بن داؤد الخریبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۱۳ھ)

موصوف حدیث کے جلیل القدر امام اور عظیم المرتبت حافظ الحدیث ہیں۔ امام خریبی رحمۃ اللہ علیہ جیسے محدث کبیر نے اپنے متعدد بیانات میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زبردست الفاظ میں توثیق کی ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام یحییٰ بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۴۲ھ) سے نقل کیا ہے:

ان الخریبی قیل له رجع ابو حنیفة عن مسائل کثیرة. قال: انما یرجع الفقیه اذا اتسع علمه۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص ۲۴۷)

ترجمہ: امام خریبی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا: ''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے مسائل سے رجوع کر لیا تھا''۔ اس پر انہوں نے فرمایا: ''فقیہ رجوع اس وقت کرتا ہے جب اس کا علم وسیع ہوتا ہے''۔ (لہٰذا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ان مسائل سے رجوع کرنا آپ کے وسیع العلم ہونے کی دلیل ہے)۔

امام ابن ابی العوام رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۳۵ھ) نے بھی امام خریبی رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح کا قول بہ سند متصل نقل کیا ہے۔ (فضائل ابی حنیفۃ، ص ۸۵)

نیز علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) اور ان کے استاذ امام صیمری رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۳۶ھ) نے بہ سند متصل خود امام خریبی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے:

الناس فی ابی حنیفة حاسد و جاهل، واحسنهم عندی حالًا الجاهل۔

(تاریخ بغداد وذیولہ، ج ۱۳، ص ۳۴۹؛ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص ۸۵)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر تنقید کرنے والے لوگ دو طرح کے ہیں: ایک حاسدین ہیں جو حسد کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر تنقید کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جاہل لوگ جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ سے ناواقف ہیں۔ اور میرے نزدیک حاسد سے جاہل اچھی حالت میں ہے۔

اسی طرح امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۲۱ھ) سند متصل کے ساتھ امام سعد بن روح رحمۃ اللہ علیہ سے ناقل ہیں کہ ایک شخص نے امام خریبی رحمۃ اللہ علیہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ناقدین کے متعلق

دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا:

واللہ ما عابوا علیه فی شئی الا انه قال فاصاب وقالوا فاخطأوا ولقد رأیته یسعی بین الصفا والمروۃ وانا معہ وکانت الاعین محیطة به۔

(فضائل ابی حنیفہ، ص ۸۶؛ الجواہر المضیئۃ، ج ۱، ص ۳۷۵)

ترجمہ: اللہ کی قسم! ان لوگوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر جس چیز میں بھی نکتہ چینی کی ہے، اس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ درست تھے اور یہ لوگ غلطی پر تھے۔ میں اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکٹھے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر رہے تھے۔ اس دوران میں نے لوگوں کو دیکھا کہ سب کی نظریں آپ رحمۃ اللہ علیہ پر جمی ہوئی تھیں (یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں میں بڑی مقبولیت دے رکھی تھی جس کی وجہ سے حاسدین آپ رحمۃ اللہ علیہ پر حسد کرتے تھے)۔

نیز امام صیمری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ ان سے یہ قول نقل کیا ہے:

کان واللہ ابوحنیفة انفع للمسلمین منهما۔ یعنی حماد بن سلمة و حماد بن زید۔ (اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص ۸۵)

ترجمہ: اللہ کی قسم! امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ (یہ دونوں جلیل القدر محدث ہیں۔ ناقل) سے بھی زیادہ امتِ مسلمہ کے لیے نفع مند تھے۔

باب 8

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ائمہ جرح وتعدیل رحمۃ اللہ علیہم کی نظر میں

1 امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۳۳ھ)

آپ رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث اور فن اسماء الرجال کے عظیم سپوت ہیں۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کرنے والوں میں سے یہ امام عالی شان بھی ہیں۔

امام صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۲۳ھ) امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

وَثَّقَهُ ابْنُ معين

(خلاصة تذهيب تهذيب الكمال في أسماء الرجال، ج 3 ص 180۔ المؤلف: أحمد بن عبد الله بن أبي الخير بن عبد العليم الخزرجي الأنصاري الساعدي اليمني، صفي الدين (المتوفى: بعد 923ھ)۔ الناشر: دار الكتب العلمية/بيروت)

ترجمہ: امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ثقہ کہا ہے۔

امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی تعداد میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں توثیقی کلمات منقول ہیں، جن میں سے چند اقوال یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

(۱) شیخ الاسلام علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) نے بہ سند متصل امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حافظ احمد بن ابراہیم الدورقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۶۴ھ) سے نقل کیا ہے:

قَالَ نَا عبد الله بْنُ أَحْمَدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ: سُئِلَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ وَأَنَا أَسْمَعُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ فَقَالَ: "ثِقَةٌ مَا سَمِعْتُ أَحَدًا ضَعَّفَهُ"۔

(الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الأئمۃ الفقہاء (ابن عبد البر)، ص127)

ترجمہ: امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق پوچھا گیا اور میں سن رہا تھا کہ انہوں نے فرمایا: "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ثقہ ہیں اور میں نے کسی سے ان کو ضعیف کہتے ہوئے نہیں سنا"۔

(۲) نیز علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے ثقہ شاگرد حافظ عباس بن محمد دوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۱ھ) سے نقل کیا ہے:

ثنا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِينٍ يَقُولُ: «أَصْحَابُنَا يُفْرِطُونَ فِي أَبِي حَنِيفَةَ وَأَصْحَابِهِ». فَقِيلَ لَهُ: «أَكَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يَكْذِبُ؟». فَقَالَ: «كَانَ أَنْبَلَ مِنْ ذَلِكَ».

(جامع بیان العلم وفضلہ، ج2 ص1081 رقم 2106)

ترجمہ: میں نے امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "ہمارے ساتھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلامذہ کے بارے میں زیادتی کرتے ہیں"۔ ان سے کہا گیا: "کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جھوٹ بولتے تھے؟"۔ انہوں نے فرمایا: "وہ تو اس سے بہت زیادہ معزز تھے (پھر وہ کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں)"۔

(۳) علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) کے استاذ اور ثقہ محدث امام ابوعبداللہ صیمری رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۳۶ھ) نے بہ سند متصل امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حافظ علی بن حبان رحمۃ اللہ علیہ سے امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

واما ابو حنيفة فقد حدث عَنهُ قوم صَالِحُونَ. وأما ابو يُوسُف فلم يكن من اهل الْكَذِب كَانَ صَدُوقًا. فقيل لَهُ: «فَأَبُو حنيفَة كَانَ يصدق فِي الحَدِيث؟». قَالَ: «نعم صَدُوق». (اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص86)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے صالح لوگوں نے حدیث روایت کی ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اہلِ کذب میں سے نہیں تھے، بلکہ صدوق (انتہائی راست باز) تھے۔ ان سے پوچھا گیا: "کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں صدوق تھے؟"۔ فرمایا: "ہاں، وہ حدیث

میں صدوق تھے"۔

(۴) علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) اپنی سند کے ساتھ حافظ محمد بن سعد العوفی رحمۃ اللہ علیہ سے ناقل ہیں:

سمعت يحيى بن معين يقول: كان ابو حنيفة ثقة لا يحدث بالحديث الا ما يحفظ ولا يحدث بما لا يحفظ. (تاریخ بغداد وذیولہ، ۱۳/ ۴۲۲)

ترجمہ: میں نے یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ثقہ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ وہی حدیث بیان کرتے تھے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو (اچھی طرح) یاد ہوتی تھی، اور جو حدیث آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یاد نہیں ہوتی تھی اس کو آپ رحمۃ اللہ علیہ بیان نہیں کرتے تھے"۔

(۵) اسی طرح امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور شاگرد حافظ احمد بن محمد بن قاسم محرز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سمعت يحيى بن معين يقول: «كان ابوحنيفة لا بأس به وكان لا يكذب». وسمعت يحيى يقول مرة اخرى: «ابوحنيفة عندنا من اهل الصدق ولم يتهم بالكذب، ولقد ضربه ابن هبيرة على القضاء فأبى ان يكون قاضيا».

(معرفۃ الرجال لابن معین، روایۃ ابن محرز البغدادیؒ، ص ۱۱۴، ۱۱۵، ت: ۲۳۰۔ طبع الفاروق الحدیثیۃ، القاہرۃ؛ تاریخ بغداد وذیولہ، ۱۳/ ۴۲۱)

ترجمہ: میں نے امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں کوئی خرابی نہیں تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کذب بیانی نہیں کرتے تھے"۔ اسی طرح میں نے امام یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ یہ بھی فرماتے ہوئے سنا: "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہمارے نزدیک اہلِ صدق میں سے ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگائی گئی۔ ابن ہبیرہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو عہدۂ قضاء قبول کرنے کے لیے زدوکوب بھی کیا، لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر بھی قاضی بننے سے انکار کر دیا"۔

(۶) امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید امام ابراہیم بن جنید رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۶۰ھ) فرماتے

ہیں: میں نے امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے (فقہ) کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

مارأی لمسلم ان ینظر فی رأی الشافعی، ینظر فی رأی ابی حنیفة احب الی من ان ینظر من رأی الشافعی۔

(سوالات ابن الجنید لابن معین، ص۸۱، ت۹۶۔ طبع: الفاروق الحدیثیۃ، القاہرۃ)

ترجمہ: میں کسی مسلمان کے لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں نظر کرنا پسند نہیں کرتا۔ البتہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں نظر کرنا مجھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے زیادہ پسند ہے۔

اسی طرح امام ابن الجنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ذکر کیا گیا کہ حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو برائی سے ذکر کیا ہے''۔ تو انہوں نے فرمایا: ''اساء اساء''۔

(سوالات ابن الجنید لابن معین، ص۱۰۳، ت۱۹۴۔ طبع: الفاروق الحدیثیۃ، القاہرۃ؛ تاریخ بغداد و ذیولہ، ۹/ ۵۲)

ترجمہ: حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی برائی بیان کر کے برا کیا ہے، برا کیا ہے۔

(۷) مورّخ اسلام امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۴ھ) نے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۵۶ھ) کے ترجمہ امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

وَقَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ: الْعُلَمَاءُ أَرْبَعَةٌ: الثَّوْرِيُّ، وَأَبُو حَنِيفَةَ، وَمَالِكٌ، وَالْأَوْزَاعِيُّ. (البدایۃ والنہایۃ، ج13 ص446؛ تاریخ دمشق ج35 ص179)

ترجمہ: علماء چار ہیں: امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ۔

حافظ صیمری رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۳۶ھ) نے بہ سند متصل امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

یحیی بن معین یَقُول: "الْفُقَهَاءُ أَرْبَعَةٌ: ابو حنيفة وسُفْيَان وَمَالك وَالْأَوْزَاعِيّ"۔ (اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ ص87)

ترجمہ: فقہاء چار ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام

اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۷) امام ابوعبداللہ صیمری رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۳۶ھ) سند متصل کے ساتھ حافظ حسین بن حبان رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے ناقل ہیں:

کان یحیی بن معین اذا ذکر له: "من یتکلم فی ابی حنیفة"۔ یقول:

حسدوا الْفَتى إِذْ لم ينالوا سَعْيه
فالقوم أضداد لَهُ و خصوم
كضرائر الْحَسْنَاء قُلْنَ لوجهها
حسدًا و بغياً إِنَّه لدميم

(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص65)

ترجمہ: امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب ذکر کیا جاتا کہ فلاں شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تنقید کرتا ہے، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ (اس کے جواب میں) یہ اشعار پڑھتے:

لوگ جب اس جوان کی طرح مقام حاصل نہ کر سکے تو وہ اس کے ساتھ حسد کرنے لگے۔ چنانچہ اس وجہ سے وہ اس کے دشمن اور مخالف ہو گئے۔ جیسا کہ خوبصورت عورت کی سوکنیں اس کے ساتھ حسد اور دشمنی کی وجہ سے اس کو بدصورت کہتی ہیں۔

قارئین! حدیث اور اسماء الرجال کی بلند پایہ شخصیت امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں توثیقی اقوال میں سے صرف یہ چند اقوال ذکر کیے گئے ہیں۔ ان سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کی نظر میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا محدثانہ مقام کس قدر بلند تھا؟ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کے نزدیک ثقاہت کے کس اعلیٰ مقام پر فائز تھے؟

ان مذکورہ اقوال میں سے پہلے قول سے تو یہ بھی واضح ہو گیا کہ کم از کم امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے تک کسی نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف نہیں کہا تھا۔

آخر میں یہ بھی ملحوظ رہے کہ امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق صرف توثیقی اقوال ہی ثابت ہیں اور ان سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جرح کا کوئی ادنیٰ سا

کلمہ بھی ثابت نہیں۔ جیسا کہ جماعت غیر مقلدین کے بزرگ عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے:

''امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ جرح میں متشدِّد دِین میں سے ہیں، باوجود اس کے وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر جرح نہیں کرتے''۔ (تاریخ اہلِ حدیث، ص ۸۰)

(حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ متوفی 463ھ) اپنی کتاب:

''الاستغناء فی معرفۃ المشهورين من حملة العلم بالكنى''

میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک قابل غور بات لکھتے ہیں:

قال يحيى بن معين: "أصحابنا يفرطون في أبي حنيفة وأهل الفقه لا يلتفتون إلى من طعن عليه ولا يصدقون بشيء من السوء نسب إليه".

(الاستغناء في معرفة المشهورين من حملة العلم بالكنى ج1 ص573 رقم 624)

ترجمہ: حضرت یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ہمارے اصحاب حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بڑی تفریط (کوتاہی) کرتے ہیں۔ فقہاء امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر طعن کرنے والے طعن کی جانب توجہ نہیں کرتے ہیں اور ان کی جانب جو بری باتیں منسوب کی گئی ہیں اس کی تصدیق نہیں کرتے ہیں''۔

2 استاذ المحدثین امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۴ھ)

یہ بھی علم حدیث واسماء الرجال کے بلند پایہ اور عظیم المرتبت امام ہیں۔ تمام مشہور ائمہ حدیث: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ذہلی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ان کے تلامذہ حدیث میں سے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۵۶ھ) فرمایا کرتے تھے:

ما استصغرت نفسي عند احد الا علي بن المديني۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲، ص ۱۴)

ترجمہ: میں نے اپنے آپ کو سوائے امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی کے سامنے کمتر نہیں سمجھا۔

امام موصوف بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کرتے ہیں۔ چنانچہ امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) نے ان سے نقل کیا ہے:

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ: "أَبُو حَنِيفَةَ رَوَى عَنْهُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، وَهُشَيْمٌ، وَوَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، وَعَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، وَجَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، وَهُوَ ثِقَةٌ لَا بَأْسَ بِهِ". (جامع بیان العلم وفضلہ، ج2 ص1082 رقم 2112)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ، ہشیم بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ، وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ اور عباد بن عوام رحمۃ اللہ علیہ جیسے ائمہ نے حدیث روایت کی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ثقہ ہیں اور ان میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

3 فخر المحدثین امام عبیداللہ بن محمد المعروف بابن عائشہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۲۸ھ)

یہ بھی ایک بلند پایہ محدث اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابراہیم حربی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسے کبار ائمہ حدیث کے استاذ ہیں۔ ائمہ حدیث کے یہ محبوب اور عظیم المرتبت استاذ بھی حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے محدثانہ مقام کے بڑے معترف تھے اور کسی سے وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ امام احمد بن عبدہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۴۵ھ) قاضی ''رے'' نے اپنے والد امام عبدہ رحمۃ اللہ علیہ سے، جو کہ امام ابن عائشہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، روایت کیا ہے:

''ایک دفعہ ہم امام ابن عائشہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسِ درس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے ایک حدیث بیان کی۔ اس پر مجلس میں سے کسی شخص نے کہہ دیا کہ ہمیں ان کی حدیث نہیں چاہیے''۔

امام ابن عائشہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو جواب میں فرمایا:

اما انكم لو رأيتموه لأردتموه، وما اعرف له ولكم مثلاً الا ما قال الشاعر۔

ترجمہ: تم لوگوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا نہیں ہے، اگر تم ان کو دیکھ لیتے تو ضرور ان کو چاہنے لگتے، تمہاری اور ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے:

أقلوا عليه ويحكم لا أبا لكم

من اللؤم أَوْ سدوا المكان الذى سدا

(تاریخ بغداد و ذیولہ، ج 13 ص 365؛ تہذیب التہذیب، ج ۵، ص ۶۳۰)

ترجمہ: تمہارے لیے بُرا ہو، اور تمہارے والدین مرجائیں، اس پر ملامت کرنا کم کرو، یا اس جگہ کو پُر کرو جس کو اس نے پُر کیا تھا۔

یعنی وہ کام کر کے دکھاؤ جو انہوں (امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ) نے کر دکھایا۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد اس حوالہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! کیسے عجیب پیرائے میں اعلیٰ درجہ کی تعریف کی ہے۔

(تاریخ اہلِ حدیث ص ۸۲)

4 سیّد الحفاظ والمحدثین امام ابوعبدالرحمن نسائی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۰۳ھ)

علمِ حدیث و اسماء الرجال کے یہ مشہور اور عظیم الشان امام ہیں۔ ان کا مجموعہ حدیث، جو ''سنن نسائی'' کے نام سے مشہور ہے، صحاح ستہ میں شامل ہے۔ امام موصوف شروع میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ بدظن تھے، اور اسی بدظنی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ پر تنقید بھی کر ڈالی۔ لیکن بعد میں جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم علمی مقام ان پر واضح ہوا، تو انہوں نے اپنی اس جرح سے رجوع کر لیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو اپنی ''سنن'' میں بھی نقل کیا۔

چنانچہ ''باب: مَنْ وَقَعَ عَلَى بَهِيمَةٍ'' کے ذیل میں فرماتے ہیں:

حدیث 1: ۔أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنِ النُّعْمَانِ يَعْنِي أَبَا حَنِيفَةَ، عَنْ عَاصِمٍ هُوَ ابْنُ بَهْدَلَةَ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "لَيْسَ عَلَى مَنْ أَتَى بَهِيمَةً حَدٌّ". قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: "هٰذَا غَيْرُ مَعْرُوفٍ وَالْأَوَّلُ هُوَ الْمَحْفُوظُ". (سنن کبریٰ نسائی رقم 7301)

ترجمہ: ہم سے علی بن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عیسیٰ بن یونس رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، وہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ عاصم یعنی ابن عمر رحمۃ اللہ علیہ سے، وہ ابورزین رحمۃ اللہ علیہ سے، اور وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت

کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''جو شخص چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرے، اس پر حد نہیں ہے''۔

یہ حدیث حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے مروی ہے۔

حدیث 2: ۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: "لَيْسَ عَلَى مَنْ أَتَى بَهِيمَةً حَدٌّ".

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم 28507)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جو شخص چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرے، اس پر حد نہیں ہے''۔

حدیث 3: ۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَلِيٍّ الْكِنْدِيُّ، بِمَكَّةَ، ثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُجْبٍ، ثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَلَّامٍ، أنبأ مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ عِيسَى بْنِ يُونُسَ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: "لَيْسَ عَلَى مَنْ أَتَى بَهِيمَةً حَدٌّ".

(مسند الإمام أبي حنيفة رواية أبي نعيم ص190)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جو شخص چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرے، اس پر حد نہیں ہے''۔

اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے دوسرے محدثین بھی روایت کرتے ہیں۔ اس حدیث کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ روایت کرنے والے حضرت ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوالاحوص رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شریک رحمۃ اللہ علیہ بھی روایت کرتے ہیں۔

حدیث 4: ۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، وَأَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "مَنْ أَتَى بَهِيمَةً فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ".

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم 28503)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''جو شخص چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرے، اس پر حد نہیں ہے''۔

حدیث 5:۔ وَقَدْ رَوَى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي رُزَيْنٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: "مَنْ أَتَى بَهِيمَةً فَلاَ حَدَّ عَلَيْهِ".

حَدَّثَنَا بِذَلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ. وَهَذَا أَصَحُّ مِنَ الحَدِيثِ الأَوَّلِ، وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. (ترمذی تحت رقم 1455)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''جو شخص چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرے، اس پر حد نہیں ہے''۔

حدیث 6:۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، ثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: "مَنْ أَتَى بَهِيمَةً فَلَيْسَ عَلَيْهِ حَدٌّ".

[التعليق - من تلخيص الذهبي] - سكت عنه الذهبي في التلخيص

(مستدرک حاکم رقم 8051)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں: ''جو شخص چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرے، اس پر حد نہیں ہے''۔

حدیث 7:۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، أَنَّ شَرِيكًا، وَأَبَا الْأَحْوَصِ، وَأَبَا بَكْرِ بْنَ عَيَّاشٍ حَدَّثُوهُمْ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "لَيْسَ عَلَى الَّذِي يَأْتِي الْبَهِيمَةَ حَدٌّ". (ابوداؤد رقم 4465 [حكم الألباني]: حسن)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں: ''جو شخص چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرے، اس پر حد نہیں ہے''۔

اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: "هَذَا غَيْرُ مَعْرُوفٍ وَالْأَوَّلُ هُوَ الْمَحْفُوظُ".

(سنن کبریٰ نسائی رقم 7301)

ترجمہ یہ غیر معروف ہے اور پہلی روایت محفوظ ہے۔

جب کہ امام ترمذی اس کے برعکس اس روایت کو زیادہ صحیح قرار دیتے ہیں۔

وَهَذَا أَصَحُّ مِنَ الحَدِيثِ الأَوَّلِ، وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. (ترمذی، تحت رقم 1455)

ترجمہ یہ حدیث پہلی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ اہلِ علم کا عمل اسی حدیث پر ہے۔ یہی قول حضرت امام احمد ؒ اور امام اسحاق ؒ کا ہے۔

امام ابوداؤد ؒ بھی اس پہلی روایت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَيْسَ هَذَا بِالْقَوِيِّ.

ترجمہ یہ حدیث قوی نہیں ہے۔

اور دوسری حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "حَدِيثُ عَاصِمٍ يُضَعِّفُ حَدِيثَ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو".

(ابوداؤد رقم 4465)

ترجمہ عاصم ؒ کی حدیث (یعنی دوسری حدیث) عمرو بن ابی عمرو ؒ کی حدیث (پہلی حدیث) کو ضعیف قرار دیتی ہے۔

تنبیہ امام موصوف ؒ نے اس حدیث کے غیر معروف تو کہا ہے، مگر اس کے کسی راوی کو ضعیف نہیں کہا ہے۔ اب اگر اُن کے نزدیک امام صاحب ؒ ضعیف اور غیر ثقہ ہوتے، تو پہلے وہ آپ ؒ کو ضعیف قرار دیتے۔ معلوم ہوا کہ امام صاحب ؒ ان کے نزدیک ثقہ ہیں۔ اور اس سے پہلے انہوں نے اپنی کتاب ''الضعفاء والمتروکین'' میں آپ ؒ پر جو جرح کی تھی، اس سے رجوع کرلیا ہے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

1 امام نسائی ؒ کا کہنا کہ آپ ؒ حدیث میں قوی نہیں ہیں

امام اعظم ؒ پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ امام نسائی ؒ نے اپنی کتاب

"الضعفاء" میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

نُعْمَان بن ثَابت أَبُو حنيفَة لَيْسَ بِالْقَوِيّ فِي الحَدِيث كُوفِي۔

(الضعفاء والمتروکون للنسائی، ص100 رقم586)

ترجمہ: نعمان بن ثابت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کوفی حدیث کے معاملہ میں قوی نہیں تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ علماء نے جرح وتعدیل کے کچھ قاعدے مقرر کئے ہیں، اور کسی راوی کے بارے میں جرح وتعدیل کا فیصلہ کرتے ہوئے اُن قواعد کو مدنظر رکھنا نہایت ضروری ہے، ورنہ کسی بڑے سے بڑے محدث کی بھی عدالت وثقاہت ثابت نہ ہو سکے گی، کیونکہ تمام بڑے بڑے ائمہ پر کسی نہ کسی کی جرح ضرور موجود ہے۔ چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ پر امام کرابیسی رحمۃ اللہ علیہ نے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر ذہلی رحمۃ اللہ علیہ نے اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ پر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جرح کی ہے۔ اگر اِن تمام اقوال کا اعتبار کیا جائے تو ان میں سے کوئی بھی ثقہ قرار نہیں پا سکتا۔ انتہاء یہ ہے کہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے حضرات کو مجہول کہا ہے، اور خود امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ پر اتنے ہی علماء نے تشیّع (شیعہ) کا الزام کیا ہے اور اسی بناء پر انہیں مجروح کہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ علماء نے جرح وتعدیل میں کچھ اصول مقرر فرمائے ہیں۔ اِن میں سے پہلا اصول یہ ہے کہ جس شخص کی امامت وعدالت حدِّ تواتر کو پہنچی ہوئی ہو، اُس کے بارے میں ایک دو افراد کی جرح معتبر نہیں، اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت و امامت بھی حدِّ تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ بڑے بڑے ائمہ حدیث نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علم و تقویٰ کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ اس لئے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بھی احاد کی جرح ہرگز معتبر نہیں۔

اس جواب پر ہمارے زمانے کے بعض جہلاء یہ اعتراض کرتے ہیں کہ محدثین کا معروف قاعدہ ہے کہ "الجرح مقدم علی التعدیل" (یعنی جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے)۔ لہٰذا جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جرح وتعدیل دونوں منقول

ہیں، تو جرح راجح ہوگی۔ لیکن یہ اعتراض جرح وتعدیل کے اصول سے ناواقفیت پر مبنی ہے کیونکہ ائمہ حدیث نے اِس بات کی تصریح کی ہے کہ "الجرح مقدم علی التعدیل" کا قاعدہ مطلق نہیں، بلکہ چند شرائط کے ساتھ مقید ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کسی راوی کے بارے میں جرح اور تعدیل کے اقوال متعارض ہوں، ان میں ترجیح کے لئے علماء نے اوّلاً دو طریقے اختیار کئے ہیں: پہلا طریقہ جو کہ جرح و تعدیل کے دوسرے اصول کی حیثیت رکھتا ہے، اُسے خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "الکفایۃ فی اصول الحدیث والروایۃ" میں یہ بیان کیا ہے:

"ایسے مواقع پر یہ دیکھا جائے گا کہ جارحین کی تعداد زیادہ ہے یا معدلین کی، جس کی طرف تعداد زیادہ ہوگی، اُسی جانب کو اختیار کیا جائے گا"۔

(الکفایۃ فی علم الروایۃ ص107)

شافعیہ میں سے علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اگر یہ طریقِ کار اختیار کیا جائے، تب بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعدیل میں کوئی شبہ نہیں رہتا، کیونکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر جرح کرنے والے صرف معدودے چند افراد ہیں، جن میں ایک نام حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، اور یہ تحریر کیا جا چکا کہ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بننے کے بعد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کے قائل ہو چکے تھے۔

اور دوسری طرف امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مادحین اتنی بڑی تعداد میں ہیں کہ اُن کو گِنا بھی نہیں جا سکتا۔ نمونہ کے طور پر ہم چند اقوال پیش کرتے ہیں:

علمِ جرح وتعدیل کے سب سے پہلے عالم، جنہوں نے سب سے پہلے رجال پر باقاعدہ کلام کیا، وہ امام شعبہ ابن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جو امیر المؤمنین فی الحدیث کے لقب سے مشہور ہیں، وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"کان واللّٰہ! ثقۃ، ثقۃ"

ترجمہ: میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ وہ ثقہ تھے، وہ ثقہ تھے۔

جرح وتعدیل کے دوسرے بڑے امام یحییٰ بن سعید القطّان رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ خود امام

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "تذکرۃ الحفاظ" میں اور حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے "الانتقاء" میں نقل کیا ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال پر فتویٰ دیا کرتے تھے، اور جیسا کہ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۵۲ میں اُن کا مقولہ ہے:

"جالسنا۔ واللہ! ابا حنیفۃ و سمعنا منه فکنت کلما نظرت الیه عرفت وجهه انه یتقی اللہ عزوجل"۔

ترجمہ: اللہ کی قسم! ہم نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس اختیار کی، اور اُن سے سماع کیا، اور میں نے جب بھی ان کی جانب نظر کی، تو اُن کے چہرہ کو اس طرح پایا کہ بلاشبہ وہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

امام یحییٰ بن سعید القطّان رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا مقولہ علامہ سندھی کی "کتاب التعلیم" کے مقدمہ میں منقول ہے:

"انه لأعلم هذه الامة بما جاء عن اللہ و رسوله صلی اللہ علیہ وسلم"۔

ترجمہ: بلاشبہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے آنے والے احکام کو اس امت میں سب سے بہتر جاننے والے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

جرح وتعدیل کے تیسرے بڑے امام یحییٰ بن سعید القطّان رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ ہیں، وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"کان ثقة حافظاً، لا یحدث الا بما یحفظ ما سمعت احداً یجرحه"۔

ترجمہ: وہ معتمد علیہ اور حافظ تھے، اور وہی حدیث بیان کرتے تھے، جو انہیں حفظ ہوتی تھی، میں نے کسی کو نہیں سنا، جو اُن کی جرح کر رہا ہو۔

جرح وتعدیل کے چوتھے بڑے امام حضرت علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جو کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ اور نقدِ رجال کے بارے میں بہت متشدد ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری کے مقدّمہ میں اس کی صراحت کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"ابو حنیفة روی عنه الثوری و ابن المبارك و هشام و و کیع و عباد بن العوام و جعفر بن عون و هو ثقة لا بأس به"۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، ہشام رحمۃ اللہ علیہ، وکیع رحمۃ اللہ علیہ، عباد بن عوام رحمۃ اللہ علیہ اور جعفر بن عون رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے، وہ ثقہ ہیں، ان سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔

نیز حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لولا اعانني اللہ بابي حنيفة و سفيان لكنت كسائر الناس"

ترجمہ: اگر اللہ عزوجل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ میری اعانت نہ فرماتے، تو میں بھی عام لوگوں کی طرح ہوتا۔

اور مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ یہ ہے:

"کان اعلم اهل زمانه"۔

ترجمہ: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔

ان کے علاوہ یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ، اسرائیل بن یونس رحمۃ اللہ علیہ، یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ، وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور فضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ جیسے ائمہ حدیث سے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق منقول ہے۔ علمِ حدیث کے ان بڑے بڑے اساطین کے اقوال کے مقابلہ میں دو تین افراد کی جرح کس طرح قابلِ قبول ہوسکتی ہے؟ لہٰذا اگر فیصلہ کثرتِ تعداد کی بنیاد ہو، تب بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعدیل بھاری رہے گی۔

جرح وتعدیل کے تعارض کو رفع کرنے کا دوسرا طریقہ جو کہ جرح وتعدیل کے تیسرے اصول کی حیثیت رکھتا ہے، وہ حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ میں بیان کیا ہے اور اسے جمہور محدثین کا مذہب قرار دیا ہے:

"وہ یہ کہ اگر جرح مفسّر نہ ہو، یعنی اس میں سبب جرح بیان نہ کیا گیا ہو، تو تعدیل اس میں ہمیشہ راجح ہوگی، خواہ تعدیل مفسّر ہو یا مبہم"۔

اس اصول پر دیکھا جائے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف جتنی جرحیں کی گئی ہیں، وہ سب مبہم ہیں، اور ایک بھی مفسّر نہیں۔ لہٰذا ان کا اعتبار نہیں اور تعدیلات تمام مفسّر ہیں،

کیونکہ اس میں ورع اور تقوی اور حافظہ تمام چیزوں کا اثبات کیا گیا ہے، خاص طور سے اگر تعدیل میں اسبابِ جرح کی تردید کردی گئی ہو، تو وہ سب سے زیادہ مقدم ہوتی ہے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایسی تعدیلات بھی موجود ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ "الجرح مقدم علی التعدیل" کا قاعدہ اُس وقت معتبر ہوتا ہے جب کہ جرح مفسّر ہو، اور اس کا سبب بھی معقول ہو اور بعض علماء کے نزدیک یہ شرط بھی ہے کہ معدلین کی تعداد جارحین سے زیادہ نہ ہو۔

5 ناقد الرجال امام ابو احمد عبداللہ بن عدی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۶۵ھ)

امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فن اسماء الرجال کے جلیل القدر امام ہیں اور ان کی تصنیف "الکامل" فن اسماء الرجال کی ایک مشہور و معروف کتاب ہے۔

موصوف شروع میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کے سخت مخالف تھے اور اپنی کتاب "الکامل" میں علمائے احناف کے خلاف سخت تعصب کا مظاہرہ کیا، یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ضعیف کہہ ڈالا۔ لیکن جب مصر گئے اور وہاں سرخیلِ احناف امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۲۱ھ) کی شاگردی اختیار کی، تو پھر علمائے احناف کی صحیح تصویر ان کے سامنے آئی اور انہوں نے اپنے سابقہ نظریات سے رجوع کرلیا، اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو سخت ریمارکس دیے تھے، ان کے کفارہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ احادیث کو "مسند ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ" کے نام سے تالیف کیا۔ (تانیب الخطیب، ص ۱۶۹ للعلامۃ الکوثریؒ)

نامور غیر مقلد عالم مولانا نذیر احمد رحمانی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی جرح کی طرح امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کی اس جرح کو بھی ان کے تعنت (تشدد) کا شاخسانہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں: "ظاہر ہے کہ نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کی اس جرح کو بھی کم از کم امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تو تعنت ہی قرار دیا جائے گا۔ (انوار المصابیح ص ۱۱۱)

موصوف جس زمانہ میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کٹر مخالف تھے اور اس مخالفت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف تک کہہ دیا تھا، لیکن اس مخالفت کے زمانے میں بھی انہوں نے یہ تسلیم کیا تھا:

قال الشَّيخ: "وأبو حنيفة لَهُ أحاديث صالحة".

(الكامل في ضعفاء الرجال، ج 8 ص 246 رقم 1954۔ المؤلف: أبو أحمد بن عدي الجرجاني (المتوفى: 365هـ)۔ الناشر: الكتب العلمية-بيروت-لبنان)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث درست ہیں۔

مولانا ارشاد الحق اثری رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد ایک راوی، جس کے متعلق امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کے یہی الفاظ منقول ہیں، کے بارے میں لکھتے ہیں:

سوال یہ ہے کہ اگر اس کی حدیث مطلقاً ضعیف ہے، تو احادیثِ صالحہ کا کیا فائدہ؟

ع کوئی بتلائے کہ ہم انہیں سمجھائیں کیا (توضیح الکلام، ۱/۳۲۸)

کیا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی ہم غیر مقلدین حضرات سے ایسے ہی فیصلے کی توقع رکھ سکتے تھے؟ دیدہ باید۔

6 حافظ کبیر امام ابو حاتم محمد بن حبان رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۵۴ھ)

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، جو کہ "حدیث و اسماء الرجال" کی عظیم شخصیت ہیں۔ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس "صحیح ابن حبان" میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے حجت پکڑی ہے، جیسا کہ امام ابن الترکمانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے گزر رہا ہے۔

محدث جلیل امام علی بن عثمان ماردینی رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ ابن الترکمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵۰ھ) نے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تصریح کی ہے:

وان تكلم فيه بعضهم فقد وثقه كثيرون، واخرج له ابن حبان في صحيحه واستشهد به الحاكم ومثله في دينه وورعه وعلمه لا يقدح فيه كلام اولئك۔ (الجوہر النقی مع السنن الکبری للبیہقیؒ، 8/203، طبع: مکتبۃ المعارف الریاض)

ترجمہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اگرچہ بعض محدثین نے کلام کیا ہے لیکن اکثر محدثین نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کی ہے۔ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''صحیح'' میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کی تخریج کی ہے اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ''المستدرک'' میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث سے استشہاد (یعنی اس کو بطورِ شہادت پیش) کیا ہے۔ لہٰذا آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسے دیندار، پارسا اور اہلِ علم شخص کے بارے میں ان بعض لوگوں کا کلام کرنا کچھ وقعت نہیں رکھتا۔

اور ان کا اپنی صحیح میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے احتجاج کرنا، باقرار غیر مقلدین امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح الحدیث اور ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ مولانا وحید الزمان رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد شاہجہان پوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ علمائے غیر مقلدین نے تصریح کی ہے کہ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''صحیح'' میں صحت کا التزام کیا ہے، اور اس میں ذکر کردہ سب احادیث صحیح ہیں۔

(لغات الحدیث، جلد ۱، کتاب ص، ص ۲۳؛ الارشاد الی سبیل الرشاد، ص ۲۴۹)

نیز حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد لکھتے ہیں:

''اصحاب صحیح کا کسی راوی سے صحیح میں اخراج اس راوی کی ان کے نزدیک توثیق ہوتی ہے''۔ (تعداد رکعات قیام رمضان، ص ۱۷)

لہٰذا امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا اپنی ''صحیح'' میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کی تخریج کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کے نزدیک صحیح الحدیث اور ثقہ ہیں۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''المجروحین'' میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر جو جرح کی ہے، وہ ان کی توثیق کے مقابلے میں مرجوح ہے، کیونکہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا ارشاد الحق اثری نے تصریح کی ہے:

''ایک ہی امام کے قول میں اختلاف ہو تو ترجیح توثیق کو ہوتی ہے''۔

(توضیح الکلام، ۱/ ۵۳۴)

7 محدث شہیر امام محمد بن عبداللہ الحاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۰۵ھ)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت علمِ حدیث میں کسی تعریف کی محتاج نہیں ہے۔ نیز امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

وَقَدْ وَصَلَ هٰذَا الْحَدِيثَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، جَمَاعَةٌ مِنْ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ غَيْرُ مَنْ ذَكَرْنَاهُمْ مِنْهُمْ: أَبُو حَنِيفَةَ النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ، وَرَقَبَةُ بْنُ مَصْقَلَةَ الْعَبْدِيُّ، وَمُطَرِّفُ بْنُ طَرِيفٍ الْحَارِثِيُّ، وَعَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ الْحَسَنِ الْهِلَالِيُّ، وَزَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، وَغَيْرُهُمْ. (المستدرک علی الصحیحین، ج2، ص187، رقم 2714)

ترجمہ: اس حدیث کو مذکورہ محدثین کے علاوہ ائمہ مسلمین کی ایک جماعت نے بھی موصولاً بیان کیا ہے، جن میں امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ، امام رقبہ بن مصقلہ عبدی رحمۃ اللہ علیہ، امام مطرف بن طریف حارثی رحمۃ اللہ علیہ، امام عبدالحمید بن الحسن الہلالی رحمۃ اللہ علیہ، امام زکریا بن ابی زائدہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ شامل ہیں۔

اس بیان میں امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث سے نہ صرف یہ کہ استشہاد کیا ہے، بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ان ائمۂ مسلمین میں شمار کیا ہے جن پر تحقیقاتِ حدیث میں اعتماد کیا جاتا ہے۔ اور پھر ان ائمۂ مسلمین میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سرِ فہرست ذکر کیا ہے۔

8 مورّخ کبیر امام احمد بن عبداللہ العجلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۶۱ھ)

امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ تیسری صدی کے عظیم محدث ہیں۔ انہوں نے اپنی ''تاریخ الثقات'' (جس میں انہوں نے ثقہ راویوں کا تذکرہ کیا ہے) میں حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ثقہ ہونے کی تصریح کی ہے۔ (تاریخ الثقات، رقم الترجمہ ۱۸۵۳، ج ۲، ص ۳۱۴)

9 محدث جلیل امام عمر بن احمد المعروف بابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۸۵ھ)

امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ ایک جلیل القدر محدث ہیں۔ امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت امام

اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو "ثقات" (ثقہ راویوں) میں شمار کرتے ہیں۔ (تاریخ اسماء الثقات، رقم الترجمۃ ۱۵۰۶، ص ۳۰۹)

نیز امام حمزہ بن یوسف سہمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۲۷ھ) نے اپنی "تاریخِ جرجان" کے آخر میں چند روات سے متعلق امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ کی آراء نقل کی ہیں۔ وہاں انہوں نے ابان بن ابی عیاش رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے کئی ثقہ راویوں نے روایت کی ہے، اور پھر ان ثقہ راویوں میں انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شمار کیا ہے۔

(تاریخ جرجان، ص ۲۶۵۔ طبع: دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

باب 10

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دیگر محدثین کرام رحمہم اللہ کی نظر میں

1 عظیم المرتبت محدث امام عبدالقادر قرشی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۵ھ)

امام قرشی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسے نامور محدثین کے استاذ ہیں۔ حافظ تقی الدین الفاسی المکی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو حفاظِ حدیث میں شمار کیا ہے، اور ان کے بارے میں تصریح کی ہے کہ یہ فقہ، حدیث اور دیگر علوم کے ماہر اور صاحبِ فضیلت شخص تھے۔

(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید، ج2 ص140 رقم 1307۔ المؤلف: محمد بن أحمد بن علی، تقی الدین، أبو الطیب المکی الحسنی الفاسی (المتوفی: 832ھ)۔ الناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان)

امام موصوف بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ثقہ قرار دیتے ہیں، چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

والاسناد اسناد صحیح و ابو حنیفة ابو حنیفة۔

(الحاوی فی بیان آثار الطحاوی، ۱/۳۲۶)

ترجمہ: اس حدیث کی سند صحیح ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو پھر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

یعنی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت وجلالتِ شان ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا ہے۔

نیز امام قرشی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور حدیث کو بھی صحیح کہا ہے اور لکھا ہے:

کله علماء اخیار۔ (الحاوی فی بیان آثار الطحاوی، ۱/۳۲۶)

ترجمہ: اس سند کے سارے راوی با کمال اہل علم ہیں۔

2 مورّخ اسلام علامہ شمس الدین احمد بن خلکان شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۸۱ھ)

علامہ ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ ایک جلیل القدر عالم اور مشہور مورّخ ہیں۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۸ھ) ان کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں:

وکان کریمًا، جوادًا، سریًا، ذکیًا، أحوزیًا، عارفًا بأیام الناس.

(العبر فی خبر من غبر، ج 3 ص 347۔ المؤلف: شمس الدین أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَایْماز الذهبی (المتوفی: 748ھ)۔ الناشر: دار الکتب العلمیة - بیروت)

ترجمہ: یہ کریم، نہایت سخی، صاحب مروّت، ذہین، ماہر اور تاریخ کے عالم تھے۔

ممدوح نے اپنی شاندار کتاب ''وفیات الاعیان''، جو تاریخ ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہے، میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا عمدہ اور مبسوط ترجمہ لکھا ہے اور اس ترجمہ میں دیگر ائمہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب نقل کرنے کے ساتھ ساتھ خود بھی ان الفاظ سے آپ کی توثیق وتوصیف کی ہے:

وکان عالماً، زاهداً، عابداً، ورعاً، تقیاً، کثیر الخشوع، دائم التضرع إلى الله تعالى.

(وفیات الأعیان وأنباء أبناء الزمان، ج5 ص 406۔ المؤلف: أبو العباس شمس الدین أحمد بن محمد بن إبراهیم بن أبی بکر ابن خلکان البرمکی الإربلی (المتوفی: 681ھ)۔ الناشر: دار صادر - بیروت)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عالم، باعمل، زاہد، پرہیزگار، متقی، بہت خشوع کرنے والے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

نیز لکھتے ہیں:

ومناقبه وفضائله کثیرة.... فمثل هذا الإمام لا یشك فی دینه، ولا فی ورعه وتحفظه. (وفیات الأعیان وأنباء أبناء الزمان، ج5 ص406)

ترجمہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب اور فضائل بہت زیادہ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسے امام کے دیندار،

پارسا اور متقی ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوسکتا۔

3 شیخ المتاخرین امام ابوالحجاج یوسف بن زکی المزی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۲ھ)

امام مزی رحمۃ اللہ علیہ تمام مشہور متأخرین محدثین: ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے استاذ ہیں۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا تعارف ان الفاظ سے کرایا ہے:

شیخنا الامام، العالم، الحبر، الحافظ الاوحد، محدث الشام۔

(تذکرۃ الحفاظ، ۴/ ۱۹۳)

امام مزی رحمۃ اللہ علیہ نے راویان حدیث کے حالات پر مشتمل اپنی لاجواب کتاب ''تہذیب الکمال'' میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا شاندار ترجمہ لکھا ہے، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق متعدد محدثین سے نقل کی ہے، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کسی قسم کی جرح ذکر نہیں کی۔ (تہذیب الکمال ج29 ص 417 تا 445 رقم 6439۔ الناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت)

معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق ہی راجح ہے۔

4 مورّخ شہیر، محدث کبیر، علامہ عماد الدین اسماعیل بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۴ھ)

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم علمی شخصیت سے کون ناواقف ہوگا؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ تفسیر، حدیث اور تاریخ تینوں علوم میں عبور رکھتے ہیں۔ ان کے عظیم الشان ہونے کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے کہ خود ان کے اپنے اساتذہ ان کے مقامِ علمی کی تعریف کرنے والوں میں شامل ہیں۔ مثلاً حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۸ھ)، جو ان کے مشہور استاذ ہیں، اپنے اس باکمال شاگرد کا تذکرہ ان الفاظ سے کرتے ہیں:

الامام، المحدث، المفتی، البارع...... (معجم محدثی الذهبی ص ۵۶)

موصوف کی تصنیف ''البدایۃ والنہایۃ''، جو تاریخ ابن کثیر کے نام سے مشہور ہے، ایک لاجواب کتاب ہے اور عوام وخواص میں یکساں مقبول ہے۔ اس کتاب میں علامہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا شاندار اور مبسوط ترجمہ لکھا ہے، اور آپ

ؒ کے مناقب وفضائل میں متعدد جلیل القدر محدثین کے اقوال نقل کیے ہیں اور خود بھی بڑے اعلیٰ الفاظ میں آپ کی توثیق وتوصیف کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

هُوَ الْإِمَامُ أَبُو حَنِيفَةَ، وَاسْمُهُ النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ التَّيْمِيُّ، مَوْلَاهُمُ الْكُوفِيُّ، فَقِيهُ الْعِرَاقِ، وَأَحَدُ أَئِمَّةِ الْإِسْلَامِ، وَالسَّادَةِ الْأَعْلَامِ، وَأَحَدُ أَرْكَانِ الْعُلَمَاءِ، وَأَحَدُ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ أَصْحَابِ الْمَذَاهِبِ الْمُتَّبَعَةِ.

(البداية والنهاية، ج13 ص415، 416)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ ؒ کا اسم گرامی نعمان بن ثابت تیمی کوفی ؒ ہے۔ آپ ؒ عراق کے فقیہ، ائمۂ اسلام اور علماء کے سرداروں میں سے ایک، بلند پایہ علماء میں سے ایک، اور ائمۂ اربعہ کہ جن کے مذاہب کی پیروی کی جاتی ہے، میں سے ایک ہیں۔

5 محدث بحر امام جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی ؒ (م ۷۶۲ھ)

امام زیلعی ؒ ایک متبحر اور کثیر الاستحضار محدث ہیں۔ اور یہ ان اہلِ علم میں سے ہیں کہ جن کی غیر جانبداری اور عدم تعصب سب کو تسلیم ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ (م ۸۵۲ھ) نے ان کے محدثانہ مقام کی بڑی تعریف کی ہے۔

(الدرر الکامنۃ، ۲/ ۱۸۸، ۱۸۹)

امام موصوف ؒ کے نزدیک بھی امام اعظم ابوحنیفہ ؒ ثقہ اور پختہ کار محدث ہیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ ؒ کی روایت کردہ کم ازکم دو احادیث کی اسناد کو جیّد قرار دیا ہے۔

(نصب الراية لأحاديث الهداية مع حاشيته بغية الألمعي في تخريج الزيلعي، ج3 ص240؛ ج4 ص53۔ المؤلف: جمال الدين أبو محمد عبد الله بن يوسف بن محمد الزيلعي (المتوفى: 762ھ)۔ الناشر: مؤسسة الريان للطباعة والنشر - بيروت -لبنان/دار القبلة للثقافة الإسلامية-جدة-السعودية)

معلوم ہوا ان کے نزدیک امام صاحب ؒ روایتِ حدیث میں ثقہ اور جیّد الحدیث ہیں۔

6 علامۃ الدہر امام محمد بن عبداللہ الخطیب تبریزی ؒ (م 741ھ)

موصوف اپنے وقت میں حدیث کے علّامہ اور فصاحت وبلاغت کے امام تھے۔ آپ ؒ کی تصانیف میں زیادہ مشہور ''مشکٰوۃ المصابیح'' ہے، جو کہ حدیث کی نہایت مقبول ومتداول کتاب ہے اور درسِ نظامی کے نصاب میں شامل ہے۔ کئی علمائے کبار، مثلاً: ملا علی قاری ؒ، علامہ حسن طیبی ؒ وغیرہ نے اس کی شروحات لکھی ہیں۔ انہوں نے رجالِ مشکٰوۃ پر بھی ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام ''اکمال فی اسماء الرجال'' ہے، جو کہ مشکٰوۃ کے آخر میں بھی طبع ہے اور علیحدہ بھی چھپ چکی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے امام صاحب ؒ کا بھی ترجمہ لکھا ہے، حالانکہ مشکٰوۃ میں وہ آپ ؒ کی کوئی حدیث نہیں لائے۔ چنانچہ وہ آپ ؒ کے تذکرے میں آپ کے فضائل ومناقب بیان کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں:

فانه كان عالما، عاملا، ورعا، زاهدا، عابدًا، امامًا في علوم الشريعة، والغرض بايراد ذكره في هذا الكتاب، وان لم نروعنه حديثا في المشكاة للتبرك به لعلو مرتبته ووفور علمه.

(اکمال فی اسماء الرجال مع مشکٰوۃ المصابیح، ۲/ ۶۲۴)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ ؒ عالم، باعمل، پرہیزگار، زاہد، عابد اور علوم شریعت میں امام تھے۔ اگرچہ ہم نے ''مشکٰوۃ المصابیح'' میں آپ ؒ کی کوئی حدیث نقل نہیں کی، لیکن اس کتاب (اکمال) میں ہم آپ ؒ کا تذکرہ اس لیے کر رہے ہیں تاکہ آپ ؒ سے تبرک حاصل کیا جائے، کیونکہ آپ ؒ عالی المرتبت اور وافر العلم (کثیر العلم) تھے۔

7 محدثِ جلیل امام محمد بن احمد بن عبدالہادی المقدسی ؒ (م ۷۴۴ھ)

موصوف جو کہ ''ابن عبدالہادی ؒ'' سے مشہور ہیں، حافظ ابن کثیر ؒ نے ان کا تعارف:

الشَّيْخُ الْإِمَامُ الْعَالِمُ الْعَلَّامَةُ النَّاقِدُ الْبَارِعُ.

(البداية والنهاية، ج18 ص466۔المؤلف: أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي (المتوفى: 774هـ)۔الناشر: دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان)

الشیخ، الامام، العالم، العلّامۃ، الناقد اور البارع جیسے عظیم القاب سے کرایا ہے۔

یہ عظیم الالقاب بزرگ بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے محدثانہ مقام کے بڑے معترف ہیں، چنانچہ انہوں نے ائمہ اربعہ کے مناقب میں ایک بڑی عمدہ کتاب ''مناقب الائمۃ الاربعۃ'' کے نام سے لکھی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب کو سب سے پہلے لکھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تعارف کا آغاز: احد الائمۃ الاعلام اور فقیہ العراق کے القاب سے کیا۔ (مناقب الائمۃ الاربعۃ، ص ۵۸-۷۸، طبع: دار المؤید، بیروت) اور پھر تفصیل سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب بیان کیے۔

نیز انہوں نے ''محدثین وحفاظِ حدیث'' کے حالات پر مشتمل اپنی کتاب ''طبقات علماء الحدیث'' میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا عمدہ ترجمہ لکھا، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے کا آغاز انہوں نے الامام، فقیہ العراقین کے القاب سے کیا۔ نیز آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے:

وكان إمامًا، ورعًا، عالمًا، عاملًا، مُتعبدًا، كبير الشأن، لا يقبل جوائز السلطان، بل يَتَّجِرُ وَيَتَكَسَّبُ.

(طبقات علماء الحديث، ج1 ص260۔المؤلف: أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عبد الهادي الدمشقي الصالحي (المتوفى: 744هـ)۔الناشر: مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت-لبنان)

ترجمہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ امام، پارسا، عالم، عامل، عبادت گزار اور کبیر الشان تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بادشاہوں کے انعامات قبول نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی تجارت کر کے روزی کماتے تھے۔

8 محدث ناقد حافظ شمس الدین الذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۸ھ)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ حدیث، اسماء الرجال اور تاریخ وغیرہ علوم کے عظیم سپوت ہیں، اور ان علوم میں ان کو جو تبحر اور فضل وکمال حاصل ہے، اس کی نظیر متاخرین محدثین میں ملنی مشکل ہے۔ یہ علوم حدیث کے علّامہ بھی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم محدثانہ مقام کو بہت سراہتے ہیں، اور انہوں نے اپنے متعدد ریمارکس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبردست توثیق کی ہے۔ انہوں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو محدثین کے طبقے میں شمار کیا ہے، اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے اہتمام سے علمِ حدیث کو حاصل کیا تھا۔ اور طلبِ حدیث میں دیگر بلادِ اسلامیہ کی طرف رحلتِ سفر بھی باندھا تھا۔

علاوہ ازیں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے علمِ حدیث میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمتِ شان کو تسلیم کرتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسے ائمہ کے زمرے میں سے قرار دیا، اور جیسے انہوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ کو اپنی کتاب ''میزان الاعتدال'' (جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ضعیف اور متکلم فیہ راویوں کا تذکرہ کیا ہے) میں ذکر نہیں کیا، اسے ہی انہوں نے اس کتاب میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جلالتِ شان کے بدِل (دل سے) قائل ہیں، چنانچہ اپنی مایہ ناز کتاب ''میزان الاعتدال'' کے شروع میں فرماتے ہیں:

وكذا لا أذكر في كتابي من الأئمة المتبوعين في الفروع أحدا لجلالتهم في الإسلام وعظمتهم في النفوس، مثل أبي حنيفة، والشافعي، والبخاري.

(ميزان الاعتدال في نقد الرجال، ج1 ص2۔المؤلف: شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (المتوفى: 748هـ)۔الناشر: دار المعرفة للطباعة والنشر، بيروت-لبنان)

ترجمہ: اور اسی طرح میں اس کتاب میں ان ائمہ کا ذکر نہیں کروں گا جن کی احکامِ شریعت (فروع) میں پیروی کی جاتی ہے، کیونکہ ان کی شان اسلام میں بہت بڑی ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں ان کی عظمت بہت ہے، مثلاً: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی

رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری۔

اس سے معلوم ہوا کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسے ائمہ کے زمرے میں سے ہیں، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جن کو ضعیف اور متکلم فیہ راویوں میں ذکر کرنا غیر مناسب ہے۔

نیز حافظ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے محدثین اور حفاظ حدیث کے حالات پر جو کتابیں لکھی ہیں، ان میں سے تقریباً ہر کتاب میں انہوں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ لکھا ہے، اور بڑے شاندار الفاظ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق وتوصیف کی ہے۔

مثلاً موصوف نے حفاظ حدیث پر مشتمل اپنی لاجواب کتاب ''تذکرۃ الحفاظ'' میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بہترین ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ القاب کہہ کر کیا ہے،

الامام الاعظم، فقیہ العراق...

اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے:

وكان إماما، ورعا، عالما، عاملا، متعبدا، كبير الشأن لا يقبل جوائز السلطان بل يتجر ويتكسب۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج1 ص127)

ترجمہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ امام (دین کے پیشوا) تھے، نہایت پرہیزگار تھے، عالم باعمل تھے، عبادت گزار اور بڑی شان والے تھے، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ بادشاہوں کے انعامات قبول نہیں کرتے تھے، بلکہ خود تجارت کر کے روزی کماتے تھے۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد اس حوالہ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''سبحان اللہ! کیسے مختصر الفاظ میں کس خوبی سے ساری حیاتِ طیبہ کا نقشہ سامنے رکھ دیا ہے، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے ہر علمی و عملی شعبہ اور قبولیتِ عامہ اور غنائے قلبی اور احکام و سلاطین سے بے تعلقی وغیرہ فضائل میں کسی بھی ضروری امر کو چھوڑ کر نہیں رکھا''۔ (تاریخ اہل حدیث (ص۷۹، ۸۰)

اسی طرح ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیفِ لطیف ''سیر اعلام النبلاء'' میں بھی امام صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے، اور اس میں دیگر ائمہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں توثیقی اقوال نقل کرنے کے علاوہ خود بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ان اوصاف سے یاد کیا ہے:

أَبُو حَنِيْفَةَ: النُّعْمَانُ بنُ ثَابِتِ بنِ زُوْطَى التيمي الكوفي: الإِمَامُ، فَقِيْهُ المِلَّةِ، عَالِمُ العِرَاقِ. (سیر اعلام النبلاء، ج 6 ص390)

اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کے آخر میں لکھا ہے کہ:

وَسِيْرَتُه تَحْتَمِلُ أَنْ تُفرَدَ فِي مُجَلَّدَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَرَحِمَهُ.

(سير أعلام النبلاء، ج6 ص403۔ المؤلف: شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (المتوفى: 748ھ) الناشر: مؤسسة الرسالة)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت مستقل دو جلدوں میں ہی بیان کی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے راضی ہو اور آپ رحمۃ اللہ علیہ پر رحم فرمائے۔

نیز ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ان دس کبار ائمہ میں سے قرار دیا ہے جن پر علمِ حدیث کا مدار ہے۔ جیسا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تفوقِ حدیث کے بیان میں بحوالہ گزرا ہے۔

اسی طرح حافظ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''العبر'' میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز ''فقیہ العراق اور الامام'' جیسے القاب سے کیا ہے، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تصریح کی ہے:

وكان من اذكياء بني آدم، جمع الفقه والعبادة والورع والسخاء۔

(العبر فی خبر من غبر (۱/ ۱۶۴)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ذہین ترین انسانوں میں سے تھے، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ فقہ، عبادت، ورع اور سخاوت کے جامع تھے۔

حافظ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حافظ ابوالحجاج مزی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۲ھ) نے رواتِ حدیث کے حالات پر ایک بے نظیر کتاب بنام ''تہذیب الکمال'' لکھی ہے۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا اختصار ''تذہیب تہذیب الکمال'' کے نام سے کیا ہے۔ اس کتاب میں بھی انہوں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ لکھا ہے اور اس میں انہوں نے

متعدد ائمہ سے آپ کی توثیق نقل کی ہے، اور آخر میں لکھا ہے:

قد احسن شیخنا ابوالحجاج حیث لم یورد شیئا یلزم منه التضعیف۔ (تذھیب تھذیب الکمال، ۹/۲۲۵، طبع: الفاروق الحدیثیۃ، القاھرۃ)

ترجمہ: ہمارے شیخ حافظ ابوالحجاج مزی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بہت اچھا کیا کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کوئی ایسا قول نقل نہیں کیا جس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ضعیف ہونا لازم آئے۔

گویا حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آپ رحمۃ اللہ علیہ پر جرح کالعدم ہے۔

نیز حافظ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں مستقل ایک رسالہ لکھا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو نامور تلامذہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں بھی علیحدہ علیحدہ رسالے تصنیف کیے ہیں۔ یہ تینوں رسالے یکجا ''مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ'' کے نام سے مطبوعہ ہیں۔ اس رسالہ میں انہوں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب وفضائل بسط سے لکھے ہیں۔

جَزَاهُ اللهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

مزید برآں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۰۵ھ) کی کتاب ''المستدرک'' کا جو خلاصہ بنام ''تلخیص المستدرک'' لکھا ہے، اس میں انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کو نقل کر کے اس پر سکوت کیا ہے اور کسی قسم کی جرح نہیں کی۔

(حاشیۃ المستدرک، ج3 ص373، رقم5070)

اور غیر مقلدین حضرات کے محدث مولانا عبداللہ روپڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے:

''جس حدیث پر ذہبی رحمۃ اللہ علیہ مختصر (تلخیص المستدرک) میں سکوت کرتے ہیں، وہ ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے''۔ (فتاویٰ اہل حدیث، ۱/۶۳۵)

لہٰذا ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث پر سکوت کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کے نزدیک صحیح الحدیث ہیں۔

اسی طرح حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کئی احادیث کو نقل کر کے ان کی اسناد کو عالی

قرار دیا ہے۔ مثلاً: وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حدیث کو بہ سند روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

هذا اسناده متصل عال۔ (تذکرۃ الحفاظ، ۱/۲۱۵، ترجمہ امام ابویوسفؒ)

ترجمہ: اس حدیث کی سند متصل اور عالی ہے۔

نیز وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور حدیث، جس کو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے امام ابوعبدالرحمٰن المقری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے، کو بہ سند نقل کرنے کے بعد اس کو بھی سند عالی سے تعبیر کرتے ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء، ج 8، ص319، رقم الترجمہ 1566)

اور ''سند عالی'' کی تعریف کیا ہے؟ اس بارے میں مشہور غیر مقلد عالم وادیب مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ملاحظہ کریں، جس میں وہ سند عالی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سند کے عالی ہونے کے معنی وہ نہیں جو عوام کے ذہن میں ہیں، یعنی یہ کہ سلسلۂ روایت جس قدر مختصر ہوگا اور رواۃ کی تعداد جس قدر کم ہوگی، اسی نسبت سے اس میں علو اُبھر آئے گا۔ اس کے برعکس علو سے مراد یہ ہے اس کو ایسے جلیل القدر محدث کا قرب حاصل ہے کہ جس کی ثقاہت، تثبت اور فقہ حدیث امورِ مسلّم میں سے ہو، چاہے رواۃ کی تعداد زیادہ ہی ہو۔ (مطالعہ حدیث، ص۱۲۷)

اس بیان سے یہ حقیقت بالکل آشکارا ہوگئی کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت، تثبت (علم حدیث میں پختگی) اور فقاہتِ حدیث امورِ مسلّم میں سے ہیں۔

9 عُمْدَۃُ الْمُؤَرِّخِین امام تقی الدین احمد بن علی المقریزی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۴۵ھ)

امام مقریزی رحمۃ اللہ علیہ ایک بلند پایہ محدث ومؤرخ ہیں۔ امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ بھی اگرچہ احناف کے خلاف تعصب رکھتے ہیں، جیسا کہ امام ابن العماد رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے۔ (شذرات الذھب، ۷/۲۵۴، ۲۵۵)۔

لیکن اس تعصب کے باوجود ان کو بھی یہ تسلیم ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف جرح مردود ہے، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق ہی راجح ہے، چنانچہ انہوں نے امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الکامل'' کی جو تلخیص کی ہے، اس میں انہوں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظمتِ شان کے پیشِ نظر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کو عمداً حذف کر دیا ہے، کیونکہ اس میں امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف جرح نقل کی ہے۔

(مختصر الکامل، ص۷۵۲، مع الحاشیہ)

معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ثقہ ہیں، اور ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف جو جرح نقل کی ہے وہ کالعدم ہے۔

10 مؤرخ باکمال امام جمال الدین ابن تغری بردی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۷۴ھ)

موصوف تاریخ و اسماء الرجال کے ایک بے مثل و باکمال عالم ہیں۔ امام ابن العماد حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا بڑا شاندار ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز اِن القاب سے کیا ہے:

الامام، العلّامة...... (شذرات الذهب، ۷/۳۱۷)

امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام کے بڑے معترف ہیں، چنانچہ انہوں نے ان کا تعارف ''الامام اعظم'' کے عظیم لقب سے کرایا ہے، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے:

برع فی الفقه والرأی، وساد اهل زمانه بلا مدافعة فی علوم شتی۔

(النجوم الزاهرة فی ملوک مصر والقاهرة، ۲/۱۷)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ اور رائے میں کمال حاصل کیا، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ متعدد علوم میں اپنے تمام معاصرین کے سرخیل ہیں۔

11 حافظ الدنیا امام ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد علومِ حدیث میں جس شخص نے زیادہ شہرت کمائی، وہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) ان کو: شیخ الاسلام، امام الحفاظ فی

زمانہ (اپنے زمانے میں حفاظِ حدیث کے امام)، حافظ الدیار المصریہ اور حافظ الدنیا جیسے عظیم القاب سے مُلقّب کرتے ہیں۔ (طبقات الحفاظ، ص ۵۵۲)

حافظ موصوف رحمۃ اللہ علیہ بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کرنے والوں میں سے ہیں، چنانچہ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

''حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دیکھئے! علومِ حدیثیہ و تاریخیہ میں ان کے تبحر و فضل و کمال اور احوالِ رجال سے آگاہی کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ''تہذیب التہذیب'' میں جو اصل میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تہذیب'' کی تہذیب ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دینداری اور نیک اعتقادی اور صلاحیتِ عمل میں کوئی بھی خرابی اور کسر بیان نہیں کرتے۔ بلکہ بزرگانِ دین سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی از حد تعریف نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

''الناس فی ابی حنیفة حاسد و جاهل''

ترجمہ: حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق (بری رائے رکھنے والے) لوگ کچھ تو حاسد ہیں اور کچھ جاہل ہیں۔ سبحان اللہ! کیسے اختصار سے دو حرفوں میں معاملہ صاف کر دیا''۔ (تاریخ اہل حدیث، ص۸۱، ۸۲)

تنبیہ: یہ مولانا سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کا تسامح ہے کہ ''تہذیب التہذیب'' امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی ''تہذیب'' کی تہذیب ہے، بلکہ یہ اصل میں حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ کی ''تہذیب الکمال'' کی تہذیب ہے۔

مولانا سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی جس کتاب ''تہذیب التہذیب'' کا حوالہ دیا ہے، وہ حافظ خریبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں:۔

قال بن أبی داود عن نصر بن علی سمعت بن داود یعنی الخریبی یقول: الناس فی أبی حنیفة حاسد وجاهل۔

(تہذیب التہذیب، ج10 ص451 رقم 817)

اس میں حافظ موصوف ؒ نے امام صاحب ؒ کی توثیق وتوصیف میں متعدد ائمہ حدیث کے اقوال نقل کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے:

ومناقب الإمام أبي حنيفة كثيرة جدا فرضي الله تعلى عنه واسكنه الفردوس آمين۔

(تہذیب التہذیب، ج 10 ص 452 رقم 817۔ المؤلف: أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: 852ھ)۔ الناشر: مطبعة دائرة المعارف النظامية، الهند۔ الطبعة: الطبعة الأولى، 1326ھ)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ ؒ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ؒ سے راضی ہو، اور آپ ؒ کو جنت الفردوس میں ٹھکانہ نصیب فرمائے۔ آمین

نیز ماقبل بحوالہ حافظ سخاوی ؒ گزرا ہے کہ حافظ ابن حجر ؒ نے امام ابوحنیفہ ؒ کے خلاف امام نسائی ؒ کی جرح کو کالعدم قرار دیا ہے، اور فرمایا ہے کہ امام صاحب ؒ ان لوگوں میں سے ہیں جو پل عبور کر چکے ہیں۔ یعنی اب آپ ؒ کی توثیق ہی راجح ہے اور آپ ؒ کے خلاف جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ امام سخاوی ؒ نے حافظ ابن حجر ؒ کے اس کلام کو ''توثیق ابی حنیفۃ ؒ'' کے عنوان سے بیان کیا ہے۔

نیز حافظ موصوف ؒ نے اپنی دوسری مشہور کتاب ''لسان المیزان'' میں سابق بن عبداللہ الرقی ؒ کے ترجمہ کے تحت لکھتے ہیں:

لان الرقی احادیثه مستقیمة عن مطرف وابی حنیفة۔

(لسان المیزان، ۳/ ۳)

ترجمہ: امام رقی ؒ نے امام مطرف ؒ اور امام ابوحنیفہ ؒ سے درست (صحیح) احادیث روایت کی ہیں۔

معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر ؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہ ؒ کی روایت کردہ احادیث

درست اور صحیح ہیں، کیونکہ اگر آپ ؒ کی احادیث صحیح نہیں تھیں، تو پھر امام رقی ؒ نے آپ ؒ سے احادیث مستقیمہ کیسے روایت کر لی ہیں؟

اور مولانا عبدالمنان نورپوری غیر مقلد نے یہ تصریح کی ہے کہ جب کسی حدیث کو صحیح کہا جاتا ہے تو اس کے ضمن میں اس کے راویوں کی توثیق بھی آجاتی ہے۔

(تعداد تراویح، ص۴۶)

لہٰذا حافظ ابن حجر ؒ کا امام ابوحنیفہ ؒ کی احادیث کو مستقیمہ (جو احادیث صحیحہ کے حکم میں ہیں) قرار دینے سے ان کے نزدیک آپ ؒ کا ثقہ ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

12 محدث جلیل وفقیہ نبیل امام بدرالدین عینی ؒ (م ۸۵۵ھ)

امام عینی ؒ حدیث، فقہ، تاریخ اور اسماء الرجال وغیرہ علوم کے عظیم امام اور ''صحیح بخاری'' اور ''ہدایہ'' وغیرہ کتب کے بلند مرتبت شارح ہیں۔ علامہ ابن العماد ؒ نے ان کا بڑا شاندار ترجمہ لکھا ہے جس کا آغاز انہوں نے آپ ؒ کے شاگرد امام ابن تغری ؒ کے ان الفاظ سے کیا ہے:

العلّامة، فريد عصره، وحيد دهره، عمدة المؤرخين، مقصد الطالبين۔

(شذرات الذهب، ۷/ ۲۸۶)

امام عینی ؒ جیسے عظیم المرتبت بھی امام ابوحنیفہ ؒ کو اعلیٰ درجہ کا ثقہ قرار دیتے ہیں، چنانچہ وہ آپ ؒ کی روایت کردہ ایک حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

قلت: الزيادة من الثقة مقبولة ولا سيما مثل أبي حنيفة رحمه الله۔

(البناية شرح الهداية، ج1 ص242۔ المؤلف: محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن الحسين المعروف بـ »بدر الدين العينى« الحنفى (ت ۸۵۵ ھ)۔ الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت، لبنان۔ تحقيق: أيمن صالح شعبان۔ الطبعة: الأولى، ۱۴۲۰ھ - ۲۰۰۰م)

ترجمہ: ثقہ کی زیادت مقبول ہے، بالخصوص جب وہ ثقہ امام ابوحنیفہ ؒ جیسا شخص ہو۔

اس سے واضح ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ ؒ ثقاہت کے اس اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں کہ آپ

ؒ کی روایت ہر حال میں مقبول ہے۔

13 محدث و مؤرخ امام صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی ؒ (م ۷۶۴ھ)

امام صفدی ؒ حدیث اور تاریخ وغیرہ علوم کے نامور امام ہیں۔ حافظ ذہبی ؒ (م ۷۴۸ھ) جو اُن کے استاذ ہیں وہ بھی ان کی تعریف کرتے ہیں، اور ان کو: الامام العادل، الادیب البلیغ الاکمل، کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔

(معجم محدثی الذھبی ص ۶۷)

انہوں نے اپنی تاریخ میں امام اعظم ؒ کا بڑا شاندار اور مبسوط ترجمہ لکھا ہے جس کا آغاز: الامام، العَلَم (علم کے پہاڑ) سے کیا ہے۔

اور پھر آپ ؒ کے حق میں متعدد محدثین کے توثیقی اقوال نقل کیے ہیں، اور خود بھی آپ ؒ کے علمی مقام، اور آپ ؒ کے دیگر کمالات کو خوب بیان کیا ہے، اور یہ بھی لکھا ہے:

وَلم يكن فِي أَبي حنيفَة رضى الله عنه مَا يُعاب بِهِ غير اللّحن

(الوافی بالوفیات، ج 27 ص 92۔ المؤلف: صلاح الدين خليل بن أيبك بن عبد الله الصفدی (ت 764 ھ)۔ المحقق: أحمد الأرناؤوط وتر کی مصطفی۔ الناشر: دار إحياء التراث-بيروت۔ عام النشر: 1420ھ-2000م۔ عدد الأجزاء: 29)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ ؒ کی شخصیت میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی جاتی جو آپ ؒ کو عیب دار بنائے، سوائے کلام میں ایک غلطی کے۔

پھر انہوں نے آپ ؒ کا وہ کلام ذکر کر کے خود ہی اس کا عالمانہ جواب دیا، اور آپ ؒ کے مؤقف کو درست قرار دیا۔ (الوافی بالوفیات، ۲۷/۸۹-۹۵)

اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام صاحب ؒ میں (روایتِ حدیث میں ضُعف وغیرہ کا) کوئی عیب نہیں ہے۔

14 محدث شہیر امام صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی ؒ (م ۹۲۳ھ)

امام خزرجی ؒ مشہور محدث ہیں۔ انہوں نے امام ذہبی ؒ کی کتاب ''تذھیب تھذیب الکمال'' کی تلخیص لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے امام ابوحنیفہ ؒ کے ترجمے کا آغاز: ''النُّعْمَان بن ثَابت الْفَارِسِي أَبُو حنيفَة إِمَام الْعرَاق وفقيه الْأمة'' کے القاب سے کیا، اور پھر کئی محدثین سے آپ ؒ کی توثیق نقل کی، اور آپ ؒ کے خلاف ادنیٰ سی جرح بھی ذکر نہیں کی۔

(خلاصة تذهيب تهذيب الكمال فی أسماء الرجال، ص 402۔ المؤلف: أحمد بن عبد الله بن أبي الخير بن عبد العليم الخزرجی الأنصاری الساعدی اليمنی، صفی الدين (المتوفی: بعد 923ھ)۔ الناشر: مكتب المطبوعات الإسلامية/دار البشائر-حلب/بيروت)

اور یہ بات خود غیر مقلدین کو بھی تسلیم ہے کہ امام خزرجی ؒ جس کے خلاف جرح نقل نہ کریں وہ ان کے نزدیک ثقہ ہوتا ہے۔ (ماہنامہ الحدیث ش ۴۹ ص ۴۰)

15 محدث فاضل امام محمد بن عبدالرحمان ابن الغزی ؒ (م ۱۱۶۷ھ)

امام موصوف ؒ شافعی المذہب محدث مؤرخ ہیں۔ امام محمد بن خلیل مرادی ؒ (م ۱۲۰۶ھ) نے ان کا تعارف ان الفاظ سے کرایا ہے:

عالم، فاضل، محدث، نحریر۔ (سلک الدرر فی القرن الثانی عشر، ۴/۵۴)

امام موصوف ؒ بھی امام صاحب ؒ کی توثیق کرنے والوں میں سے ہیں، چنانچہ وہ آپ ؒ کو ان عظیم القاب سے مُلقّب کرتے ہیں:

الإمام أبو حنيفة: النعمان بن ثابت بن زوطى. الحبر، البحر، المجتهد، الإمام الأعظم، الورع، الزاهد، العابد، الكوفى التابعى الجليل.

(دیوان الاسلام، ج 2 ص 151، 152)

ترجمہ: اَلْحِبْر (بہت بڑے عالم)، اَلْبَحْر (علم کے سمندر)، المجتہد، الامام الاعظم، الورع

(پارسا)، الزاهد (پرہیزگار)، العابد (عبادت گزار)، التابعُ الجلیل (جلیل القدر تابعی)

16 محدث علامہ اسماعیل العجلونی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۶۲ھ)

علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ ایک جلیل القدر محدث اور عظیم المرتبت شافعی عالم ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب عِقْدُ اللَّآلِیْ وَالْمَرْجَانْ فِیْ تَرْجَمَۃِ الْاِمَامْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ النُّعْمَانْ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بابت لکھا ہے:

فھو رضی اللہ عنہ حافظ، حجۃ، فقیہ۔

(مقدمۃ الاربعون العجلونیۃ، ص ۲۰، طبع دار البشائر الاسلامیہ، بیروت)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حافظ الحدیث، راویت حدیث میں حجت اور فقیہ ہیں۔

اس بیان میں علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حافظ الحدیث قرار دینے کے علاوہ "حُجَّۃُ الْحَدِیْث" بھی کہا ہے جو کہ ان کی طرف سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک زبردست توثیق ہے، کیونکہ لفظ "حجۃ" الفاظ توثیق میں سے ہے، اور یہ لفظ "ثقہ" سے بھی اعلیٰ ہے، چنانچہ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) بحوالہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

الحجۃ فوق الثقۃ۔ (طبقات الحفاظ، ص ۳۸۹)

ترجمہ: حجت الحدیث ثقہ سے اعلیٰ ہوتا ہے۔

قارئین! حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ائمہ حدیث اور ارباب جرح و تعدیل کے یہ چیدہ چیدہ توثیقی اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ ایک انصاف پسند شخص ان مذکورہ اقوال سے ہی یہ نتیجہ اخذ کرسکتا ہے کہ امام عالی مقام رحمۃ اللہ علیہ کا روایتِ حدیث میں کس قدر بلند مقام تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت وتثبُّت کتنی زیادہ بلند تھی؟ رہا ضدی اور متعصب تو اس کے لیے دلائل کے دفتروں کے دفتر بھی بے کار ہیں۔ کیونکہ ؎

آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور ہے کیا آفتاب کا!

باب 10

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دیگر ائمہ رحمۃ اللہ علیہم کی نظر میں

1 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

حضرت شقیق بن ابراہیم بلخی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۴ھ) اپنے وقت کے بڑے عالم اور زاہدہ بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امام زفر رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو: شقیق: الإِمَامُ، الزَّاهِدُ، شَيْخُ خُرَاسَانَ، أَبُو عَلِيٍّ شَقِيْقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الأَزْدِيُّ البَلْخِيُّ لکھتے ہیں:

(سیر أعلام النبلاء-ط الحدیث (شمس الدین الذهبی) ج8 ص71 رقم:1411)

علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ (۸۹۸ھ) نے انہیں زہد وتقوی میں حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اوپر بتایا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے غزوہ کولان میں شہادت پائی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کس نگاہ محبت وعقیدت سے دیکھتے تھے۔ اسے دیکھئے۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سب سے بڑے متقی، سب سے بڑے عالم، اور سب سے زیادہ عبادت گزار، اور سب سے زیادہ اکرام والے، اور سب سے زیادہ دین میں محتاط، اور دین میں قول بالرائے سے سب سے زیادہ دور رہنے والے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دستور تھا کہ کسی علمی مسئلہ کو اس وقت تک وضع نہیں کرتے تھے، اور اس کو نہیں لکھتے تھے جب تک اپنے اصحاب کو جمع کر کے ایک مجلس نہ منعقد کر لیتے، اور سب کی رائے اس

مسئلہ کے موافق شریعت ہونے کی شہادت نہ لیتے تھے۔ تب تک امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو نہ فرماتے کہ اسے مسئلہ کو فلاں باب میں درج کرلو۔ (میزان ج ۱ ص ۱۸۸)

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ آگے چل کر لکھتے ہیں:

امام شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بے حد تعریف کیا کرتے تھے، اور بھرے مجمع میں لوگوں کے سامنے یہ کہا کرتے تھے:

کون ہے جو تقویٰ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی برابری کرسکتا ہے؟ ہم نے آج تک ایسا تقویٰ کسی کا نہیں دیکھا سوائے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے۔ (میزان، ج1 ص189)

اس پر امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ ملاحظہ کیجئے:

اب تم اے صاحبو! اس بابرکت امام کے زہد کو اور اس کے اسی امر کو دیکھو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کس قدر ڈرتے تھے اور شریعت میں کسی ایسے امر کی زیادتی سے کس قدر احتیاط کرتے تھے جو خلافِ شریعت ہو۔ (میزان ج1 ص189)

2 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابراھیم بن عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ابوجعفر شیزاماری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابراہیم بن عکرمہ المخزومی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نے اپنے تمام زمانہ عمر میں کوئی شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا عبادت گزار، زاہد اور متورع اور عالم نہیں دیکھا۔ (میزان ج ۱ ص ۱۸۹)

3 امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ حضرت علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

میں نے اپنے شیخ حضرت علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کو بارہا یہ فرماتے سنا ہے کہ متبعین پر اس ہستی کی تعظیم واجب ہے جس کی خود ان کے اماموں نے مدح و تعریف کی ہو۔ اس لئے کہ جب امامِ مذہب کسی عالم کی مدح کرے گا، تو اس کے مقلدین پر بہ علتِ تقلید اس عالم کی تعظیم اور اس کو دینِ خداوندی میں قول بالرائے سے منزہ خیال کرنا واجب ہوگا۔

(میزان ج1 ص173)

(امام اعظم ابوحنیفہ از محمد اقبال رنگونی ج2 ص502 تا 547؛ ج3 ص136 تا 170)

5 امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کا آپ رحمۃ اللہ علیہ ضعیف کہنا

اعتراض امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ" کے تحت لکھا ہے: "لَمْ يُسْنِدْهُ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ غَيْرُ أَبِي حَنِيفَةَ، وَالْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ وَهُمَا ضَعِيفَانِ"۔ (سنن دارقطنی رقم 1233)

ترجمہ اس حدیث کو موسیٰ بن ابی عائشہ رحمۃ اللہ علیہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حسین بن عمارہ رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا، اور یہ دونوں حضرات ضعیف ہیں۔

بلاشبہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کی جرح ثابت ہے۔ لیکن اس کا جواب وہی ہے، جو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی جرح کا ہے، غور کرنے کی بات ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ، یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ، یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ، علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ، مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ، اسرائیل بن یونس رحمۃ اللہ علیہ اور یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ جیسے ائمۂ حدیث کا قول معتبر ہوگا، جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر ہیں یا اُن کے قریب

العہد ہیں یا امام دارقطنی ؒ کا، جو امام صاحب ؒ کے دوسو سال بعد پیدا ہوئے، بلکہ یحییٰ بن معین ؒ کے قول سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے زمانہ تک کسی شخص نے بھی امام صاحب ؒ پر جرح نہیں کی، کیونکہ وہ کہتے ہیں:

''ماسمعت احداً یجرحہ''۔

علامہ یوسف بن حسن بن أحمد بن حسن ابن عبد الهادي الصالحي، جمال الدین، ابن المِبْرَد ؒ (المتوفی 909ھ) اپنی کتاب: ''تنویر الصحیفة'' میں لکھتے ہیں: ''امام ابوحنیفہ ؒ کے بارے میں جن حضرات نے تعصب برتا ہے، ان میں امام دارقطنی ؒ اور ابونعیم ؒ بھی شامل ہیں''۔

(تنویر الصحیفة بحوالہ ما تمسُّ الیہ الحاجۃ ص32۔طبع اصح المطابع، کراچی؛ مقام ابی حنیفہ، ص:271)

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ امام نسائی ؒ اور امام دارقطنی ؒ جیسے ائمۂ حدیث نے امام صاحب ؒ کے بارے میں ایسی بے بنیاد بات کیسے کہہ دی؟؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں ان بزرگوں کے اخلاص پر کوئی بدگمانی نہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام بخشا تھا، اُس کی بناء پر اُن کے حاسدین بے شمار تھے اور انہوں نے امام صاحب ؒ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں مشہور کر رکھی تھی، مثلاً: یہ پروپیگنڈہ تو عام تھا کہ امام صاحب ؒ قیاس کو احادیث پر ترجیح دیتے ہیں۔ یہ پروپیگنڈہ اس شدت کے ساتھ کیا گیا کہ بعض ایسے اہلِ علم بھی اس سے متاثر ہوگئے۔ جو امام ابوحنیفہ ؒ کے حالات سے ذاتی طور پر واقف نہیں تھے۔ اِن اہلِ علم میں سے جن حضرات کو حقیقتِ حال کا علم ہوگیا انہوں نے بعد میں امام صاحب ؒ کی مخالفت سے رجوع کرلیا، جیسے حافظ ابنِ عدی ؒ، (جیسا کہ ان کے بارے میں بیان ہوچکا)

دوسری مثال امام اوزاعی ؒ کی ہے۔ علامہ کردری ؒ نے صیمری ؒ سے اپنی سند سے عبداللہ بن المبارک ؒ کا یہ قول ''مناقب الامام الاعظم ؒ'' جلد اول میں صفحہ ۳۹ پر نقل کیا ہے:

''میں شام آیا اور امام اوزاعی ؒ سے ملا۔ انہوں نے جب یہ سنا کہ میں کوفہ سے آیا ہوں، تو مجھ سے پوچھا:

''من هذا المبتدع الخارج بالكوفة يكنى بابي حنيفة''۔

ترجمہ: کوفہ میں یہ بدعتی وخارجی کون ہے؟ وہ امام ابوحنیفہ ؒ سے کنایہ کررہے تھے۔

عبداللہ ابن المبارک ؒ فرماتے ہیں: ''میں نے اس وقت اُن کو کوئی مفصل جواب دینا مناسب نہیں سمجھا اور اپنے ٹھکانے پر واپس آگیا۔ البتہ بعد میں نے یہ کیا کہ امام ابوحنیفہ ؒ کے مستنبط کئے ہوئے فقہی مسائل، جو میرے پاس محفوظ تھے، تین دن میں اُن کا مجموعہ تیار کیا اور اُن کے شروع میں ''قال ابوحنیفہ ؒ'' (ابوحنیفہ ؒ نے فرمایا) کے بجائے ''قال النعمان بن ثابت ؒ'' لکھ دیا، اور اسے تیسرے دن امام اوزاعی ؒ کے پاس لے گیا۔ انہوں نے اس کا مطالعہ کیا اور مجھ سے دریافت کیا:

''من النعمان؟''۔ (کون ہے یہ نعمان؟)

''قلت: ابو حنيفة الذی ذكرته''۔

ترجمہ: میں نے کہا: یہ امام ابوحنیفہ ؒ ہیں، جن کا آپ نے ذکر کیا تھا۔

اس کے بعد میں نے دیکھا کہ امام اوزاعی ؒ کی ملاقات ابوحنیفہ ؒ سے ہوئی۔ دونوں میں انہی مسائل میں گفتگو ہوتی رہی، جو مسائل میں نے لکھ کر امام اوزاعی ؒ کو پیش کئے تھے۔ امام اعظم ؒ اُن مسائل کو مجھ سے زیادہ کھول کھول کر وضاحت کے ساتھ بیان کرتے رہے۔ جب امام ابوحنیفہ ؒ چلے گئے تو میں نے امام اوزاعی ؒ سے دریافت کیا:

'' كيف رأيته؟۔ (آپ نے ان کو کیسا پایا؟)۔

تو انہوں نے جواب دیا:

''غبطت الرجل لكثرة علمه و فور عقله استغفر الله لقد كنت في غلط ظاهر الزمه فانه بخلاف ما بلغني عنه''

ترجمہ: مجھے اس شخص پر، اس کی کثرتِ علم اور بے انتہاء دانائی کی وجہ رشک آتا ہے۔ میں اللہ

سے معافی چاہتا ہوں، میں ان الزامات کے بارے میں واضح طور پر غلط تھا، بلاشبہ وہ توان الزامات کے بالکل برعکس ہیں، جو مجھ تک پہنچے۔

(أخبار أبي حنيفة وأصحابه ص25؛ تاریخ بغداد و ذیولہ ج 13 ص 338؛ تاریخ دمشق لابن عساکر ج 32 ص 399 رقم 6701؛ مختصر تاریخ دمشق ج 14 ص 14؛ الموسوعة الميسرة في تراجم أئمة التفسير والإقراء والنحو واللغة ج3 ص2794، 2795)

البتہ جن اہل علم کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حقیقت معلوم نہ ہوسکی، وہ اپنے موقف پر قائم رہے۔ اپنے اخلاص کی وجہ سے وہ ان شاء اللہ معذور ہیں، لیکن اُن کے اقوال کو ایسے لوگوں کے مقابلہ میں حجت نہیں بنایا جا سکتا، جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے حقیقتاً واقف تھے۔

علامہ محمد معین السندھی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے امام الائمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے باب میں طعن کیا ہے، اور جو حدیثیں ان کے طریق سے مروی ہیں، اُن کو ضعیف قرار دیا ہے، اور اسی طرح خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بہت ہی غلو سے کام لیا ہے، مگر ان دونوں اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے حضرات کی اس کاروائی کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق اور جلالتِ شان اور بڑی فضیلت پر سبھی کا اتفاق ہے جس فضیلت کی طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث مشیر ہے کہ اگر علم ثریّا میں بھی پہنچ جائے، تب بھی اتنی بلندی سے فارس کے کچھ لوگ اس کو ضرور حاصل کرلیں گے"۔

(دراسات اللبیب ص289۔طبع لاہور؛ مقام ابی حنیفہ ص:272)

خلاصہ

علمِ حدیث میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام نہایت بلند پایہ ہے اور جن حضرات کو اس سے تکدّر رہوا، وہ غلط اطلاعات کی بناء پر ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات نے انصاف کے ساتھ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ علمِ حدیث میں بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بلند مقام کے حامل ہیں اور اُن پر اعتراضات درست نہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ثقہ، عادل، ضابط، متقن، حافظِ حدیث، متقی، ورع، امام، مجتہد، زاہد، تابعی، عالم، عامل، متعبد ہیں۔ ان کے زمانہ میں اُن کے برابر کا عالم، عامل، فقیہ، عبادت گزار کوئی دوسرا نہ تھا۔ کوئی جرح مفسر نقادانِ رجال سے ان کے حق میں ثابت نہیں۔ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ متعصبین کی جرح مبہم ہونے کے مقبول نہیں۔ دشمنوں اور حاسدوں کے اقوال کا اعتبار نہیں۔

1 امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب بیان کی حقیقت

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (606ھ) گو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے، مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ فقہاء اور محدثین کے طریق کے بجائے زیادہ تر متکلمین کے طرز پر چلے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حاسدین موجود تھے اور ان کی کوشش تھی کہ وقت کے بڑے لوگوں کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بدگمان کیا جائے۔ چنانچہ وہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کو اس پراپیگنڈے کے زیر اثر لے آئے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قیاس کو نص پر ترجیح دیتے ہیں حالانکہ یہ بات سرے سے غلط تھی، اور یہ محض امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بدنام کرنے کی ایک چال تھی، جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حاسدین ہر جگہ چلا رہے تھے۔ ہم نے اس کتاب میں اس کی حقیقت کھول دی ہے۔ اور واضح کردیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دامن اس الزام سے پاک ہے، اور فقہ حنفی بھی اس سے بری ہے۔ جن لوگوں نے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بالمشافہ گفتگو کی، یا انہوں نے فقہ حنفی کے اصول وقواعد دیکھے، انہیں اپنے اعتراضات پر ندامت ہوئی اور پھر انہوں نے اپنے اعتراضات واپس لئے۔ ہم یقین سے کہتے ہیں کہ اگر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کچھ وقت فقہ حنفی کا مطالعہ کرتے اور اس کے اصل مآخذ ومصادر میں اسے دیکھ لیتے، تو اگر واقعی کوئی ان سے ایسی بات صادر ہوئی ہوتو وہ اسے ضرور واپس لے لیتے۔

امام شعرانی ؒ بھی شافعی المسلک ہیں، اگر ان میں مسلکی تعصب پایا جاتا، تو آپ ؒ کھل کر امام رازی ؒ کی حمایت میں آواز اٹھاتے، لیکن آپ نے ان تعصّبات اور مسلکی گروہ بندی کو قریب تک نہ آنے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ؒ پر حقائق کا دروازہ کھول دیا تھا اور آپ ؒ نے کھلی آنکھوں دیکھا تھا کہ امام ابوحنیفہ ؒ پر اعتراض کرنے والے یا تو کسی غلط فہمی کا شکار ہیں، یا کسی غلط پراپیگنڈے سے متاثر ہوئے ہیں۔ اگر ایسا نہیں، تو پھر جہالت نے انہیں کنارے لا کھڑا کر دیا، اور انہیں بصیرتِ قلبی سے محروم ہونا پڑا، اور وہ بے سوچے سمجھے ان ائمہ کے منہ آنے لگے جن کے علم وعمل سے ایک دنیا روشنی پا رہی ہے۔

امام شعرانی ؒ کے سامنے امام رازی ؒ کے کچھ اعتراض تھے، جو انہوں نے امام ابوحنیفہ ؒ پر کئے۔ امام شعرانی ؒ اس کے جواب میں لکھتے ہیں: امام رازی ؒ نے یہ اعتراضات صرف اس لئے کیے ہیں کہ وہ بات کی تہہ تک نہ پہنچ پائے۔ اگر وہ حقیقت تک پہنچ جاتے تو یہ اعتراض بھی نہ کرتے۔ آپ ؒ لکھتے ہیں:

جس شخص نے امام ابوحنیفہ ؒ کے کسی قول پر اعتراض کیا، مثلاً: امام رازی ؒ نے، تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اس پر امام ابوحنیفہ ؒ کے بیان کردہ عالی مضامین مخفی رہے۔ (میزان ص ۱۷۹)

جہاں تک امام ابوحنیفہ ؒ کے علمی مقام کے آگے امام رازی ؒ کا تعلق ہے تو ہم اس پر کچھ نہیں کہتے۔ بڑے لوگ ہی یہ بات کہہ سکتے ہیں۔ امام شعرانی ؒ کا بیان دیکھیں۔ آپ ؒ اپنا ایک واقعہ اس طرح لکھتے ہیں:

مجھے بڑا افسوس ایک عالم پر ہوا، جو ایک دن میرے پاس آئے، اور میں اس وقت امام ابوحنیفہ ؒ کے محامد اور مناقب لکھ رہا تھا۔ انہوں نے ان صفحات کو غور سے دیکھا۔ اس کے بعد اپنی جیب سے چند رسالے نکالے اور مجھ سے کہنے لگے کہ ان کو غور سے دیکھ لو۔ میں نے دیکھا تو ان میں امام ابوحنیفہ ؒ کا رد تھا۔ اس وقت میں نے اس عالم سے کہا کہ تجھ جیسا آدمی امام ابوحنیفہ ؒ کے کلام کو کیا سمجھ سکتا ہے؟ جو تو نے رد

کرنے کی ہمت کی۔ اس نے کہا کہ میں نے یہ رد امام فخر الدین رازی ؒ کی تالیف سے لیا ہے۔ تو میں نے اسے جواب دیا:

إن الفخر الرازي بالنسبة إلى الامام أبي حنيفة كطالب العلم، أو كآحاد الرعية مع السلطان الاعظم، أو كآحاد النجوم مع الشمس، و كما حرم العلماء على الرعية الطعن على إمامهم الأعظم إلا بدليل واضح كالشمس۔ فكذلك يحرم على المقلدين الاعتراض والطعن على المتهم في الدين إلا بنص واضح لا يحتمل التاويل۔ (میزان ج1 ص64)

ترجمہ: فخر الدین رازی ؒ امام ابوحنیفہ ؒ کے مقابلہ میں ایک طالب علم کی طرح ہیں، بلکہ ان دونوں کی مثال بادشاہ اور رعایا میں سے ادنیٰ درجہ کے آدمی کی ہے، یا ستارے اور آفتاب کی سی ہے۔ جس طرح علماء نے رعیت کے لئے اپنے بڑے امام اور خلیفہ پر اعتراض کرنا حرام قرار دیا ہے تاوقتیکہ اس اعتراض کی کوئی واضح دلیل مثل آفتاب نہ رکھتا ہو۔ اسی طرح مقلدوں کو ائمہ دین پر اس وقت تک اعتراض کرنا صحیح نہیں جب تک وہ اپنے قول کی دلیل میں کوئی ایسا امرِ منصوص نہ پیش کریں جس میں تاویل کا بھی احتمال نہ ہو۔ (میزان ج ا ص ۱۷۳)

اندازہ کیجیئے کہ امام شعرانی ؒ کے دل میں کس قدر امام ابوحنیفہ ؒ کی عظمت و احترام تھا۔ آپ ؒ چاہتے تو گروہ بندی اور مسلکی تعصب سے کام لے کر امام رازی ؒ کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوتے، اور امام ابوحنیفہ ؒ پر برس پڑتے، لیکن آپ ؒ نے ایسا نہیں کیا۔ آپ ؒ امام ابوحنیفہ ؒ کے علم وعمل کے قائل اور اس کے بے حد معترف تھے، اور دلائل سے یہ بات جان چکے تھے کہ امام ابوحنیفہ ؒ پر اعتراض کرنے والے علمی دولت سے خالی ہیں۔ اگر وہ واقعی علمی دولت رکھتے تو انہیں اس قسم کے اعتراضات کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ آپ ؒ ایک جگہ لکھتے ہیں:

ان جميع المعترضين على بعض أقوال الامام دونه في العلم بيقين۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ ؒ کے بعض اقوال پر اعتراض کرنے والے وہ لوگ ہیں جو یقیناً امام

صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے علمیت میں بہت کم ہیں۔ (میزان ج1 ص64)

باب 11

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت وثقاہت شک وشبہ سے بالاتر ہے

1 فن جرح وتعدیل کا ایک اہم اصول

''فن جرح وتعدیل'' میں اُس شخص کی عدالت وثقاہت سے متعلق بحث ہوتی ہے جو یا تو مجہول ہو، یا اس کی عدالت مشتبہ ہو، لیکن جس شخص کی عدالت وثقاہت اور امانت مشہور ومعروف ہے، اور اہلِ علم میں اس کی توصیف وتعریف بکثرت کی گئی ہے، وہ کسی کی توثیق یا تزکیہ کا محتاج نہیں ہے، اور نہ ہی ایسے شخص کی عدالت وثقاہت کے متعلق سوال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) نے اصولِ حدیث سے متعلق اپنی تصنیف ''الکفایۃ'' میں مستقل ایک باب قائم کیا ہے، جس کا عنوان ہے:

بَابٌ فِي أَنَّ الْمُحَدِّثَ الْمَشْهُورَ بِالْعَدَالَةِ وَالثِّقَةِ وَالْأَمَانَةِ لَا يَحْتَاجُ إِلَى تَزْكِيَةِ الْمُعَدِّلِ۔

ترجمہ: یہ باب اس بیان میں ہے کہ جو محدث عدالت، ثقاہت اور امانت میں مشہور ہو، وہ کسی معدل (عدالت بیان کرنے والے) کے تزکیہ کا محتاج نہیں ہے۔

پھر علامہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ اس باب کے ذیل میں چند ایسے مشہور محدثین کے نام گنانے

کے بعد فرماتے ہیں:

وَمَنْ جَرَىٰ مَجْرَاهُمْ فِي نَبَاهَةِ الذِّكْرِ وَاسْتِقَامَةِ الْأَمْرِ وَالِاشْتِهَارِ بِالصِّدْقِ وَالْبَصِيرَةِ وَالْفَهْمِ، لَا يُسْأَلُ عَنْ عَدَالَتِهِمْ، وَإِنَّمَا يُسْأَلُ عَنْ عَدَالَةِ مَنْ كَانَ فِي عِدَادِ الْمَجْهُولِينَ، أَوْ أَشْكَلَ أَمْرُهُ عَلَى الطَّالِبِينَ.

(الكفاية في علم الرواية، ص86. المؤلف: أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي الخطيب البغدادي (المتوفى: 463هـ). الناشر: المكتبة العلمية - المدينة المنورة)

ترجمہ: اسی طرح وہ لوگ جو اپنی شرافت اور درستگئ معاملات میں ان مذکورہ محدثین کی طرز پر ہوں، اور وہ ان ہی کی طرح راست گوئی، بصیرت اور فہم وفراست میں شہرت رکھتے ہوں، تو ایسے لوگوں کی بھی عدالت وثقاہت کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا، کیونکہ سوال اس شخص کی عدالت سے متعلق ہوتا ہے جو مجہول قسم کے راویوں میں سے ہو، یا اس کا معاملہ طالبانِ حدیث پر مشتبہ ہو۔

حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۴۳ھ) لکھتے ہیں:

عدالة الراوي تارةً تثبت بتنصيص المعدلين على عدالته وتارةً تثبت بالاستفاضة، فمن اشتهرت عدالته بين اهل النقل او نحوهم من اهل العلم، وشاع الثناء عليه بالثقة والامانة استغنى فيه بذلك عن بيّنة شاهدة بعدالته تنصيصا

عَدَالَةُ الرَّاوِي: تَارَةً تَثْبُتُ بِتَنْصِيصِ مُعَدِّلَيْنِ عَلَى عَدَالَتِهِ، وَتَارَةً تَثْبُتُ بِالِاسْتِفَاضَةِ، فَمَنِ اشْتَهَرَتْ عَدَالَتُهُ بَيْنَ أَهْلِ النَّقْلِ أَوْ نَحْوِهِمْ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَشَاعَ الثَّنَاءُ عَلَيْهِ بِالثِّقَةِ وَالْأَمَانَةِ، اسْتُغْنِيَ فِيهِ بِذٰلِكَ عَنْ بَيِّنَةٍ شَاهِدَةٍ بِعَدَالَتِهِ تَنْصِيصًا.

(معرفة أنواع علوم الحديث، ويُعرف بمقدمة ابن الصلاح، ص105. المؤلف: عثمان بن عبد الرحمن، أبوعمرو، تقي الدين المعروف بابن الصلاح (المتوفى:

643هـ). الناشر: دار الفكر- سوريا، دار الفكر المعاصر- بيروت)

ترجمہ: راوی کی عدالت کبھی ائمۂ تعدیل کی عدالت بیان کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے، اور کبھی اس کی عدالت اس کی شہرتِ عام کی بدولت ثابت ہو جاتی ہے۔ لہٰذا جس شخص کی عدالت ناقلینِ حدیث یا دیگر اہلِ علم میں مشہور ہو، اور اس کی ثقاہت وعدالت عام و شائع ہو، تو ایسے شخص کی عدالت کسی ایسی دلیل کی محتاج نہیں ہے جس میں اس کی عدالت کی تصریح ہو۔

2 امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کسی کی توثیق کے محتاج نہیں ہیں

مذکورہ بالا اصول کے پیشِ نظر حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی ان حضرات میں ہوتا ہے جو کسی محدث کی توثیق وتعدیل کے محتاج نہیں ہیں، بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ان حضرات سے بھی بڑھ کر ہے، کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت، امانت داری، علمی برتری اور تقویٰ وطہارت نہ صرف یہ کہ مشہور ہے بلکہ درجۂ تواتر سے ثابت ہے۔

نامور محقق حافظ محمد بن ابراہیم الوزیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۴۰ھ) آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تصریح کرتے ہیں:

انه ثبت بالتواتر فضله وعدالته وتقواه وامانته۔ (الروض الباسم، 1/308)

ترجمہ: بے شک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت، عدالت، پرہیزگاری اور امانت داری تواتر سے ثابت ہے۔

نیز لکھتے ہیں:

وقد تواتر علمه وفضله، وأُجمع عليه۔ (الروض الباسم، 1/315)

ترجمہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علم اور فضل وکمال کا ثبوت تواتر سے ہے، اور اس پر امت کا اجماع ہے۔

علمائے غیر مقلدین کے سرخیل مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۹ھ) نے بھی اپنی کتاب ''رَفْعُ الْاِلْتِبَاسِ عَنْ بَعْضِ النَّاسِ'' میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں

یہ اعتراف کیا ہے:

''آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل کا شہرہ مشارق و مغارب میں ہو چکا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فضل و کمال کے سورج تمام اطراف و جوانبِ ارض کو روشن کر چکے ہیں، حتیٰ کہ ان کا بیان صحرا و بیابانوں کے مسافروں اور گھروں کی پردہ نشین کی زبانِ زد ہو چکا۔ تمام آفاق کے لوگوں نے ان کو نقل کیا اور اہلِ شام و عراق نے ان کا اقرار و اعتراف کیا۔ غرض وہ امام جلیل، عالم، فقیہ نبیہ، سب سے بڑے فقیہ تھے کہ ان سے خلقِ کثیر نے تفقہ حاصل کیا۔ متورع، عابد، زکی، تقی، زاہد فی الدنیا، راغب فی الآخرۃ تھے''۔

(ہفت روزہ الاعتصام، لاہور: ۲۷ ستمبر ۲۰۰۲ء، ص ۲۸، ۲۹)

3 آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت سے متعلق سوال کیے بغیر قبول کرنا واجب ہے

اب جب کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس عظیم مقام پر فائز ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت و ثقاہت اور دیگر کمالات کو شہرت عام حاصل ہے، اور اس کو تواتر اور اجماعِ امت سے ثابت مانا جا رہا ہے۔ ایسی صورت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت و ثقاہت پر ثبوت مانگنا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو قبول کرنے میں پس و پیش کرنا انتہائی غلط ہے، بلکہ اصولِ حدیث کی رُو سے ضروری ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت سے متعلق سوال کیے بغیر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو قبول کیا جائے۔ چنانچہ شیخ الاسلام امام ابو اسحاق شیرازی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۷۶ھ) راوی کی اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وجملتہ ان الراوی لایخلوا ما ان یکون معلوم العدالۃ، او معلوم الفسق او مجھول الحال، فان کانت عدالتہ معلومۃ کالصحابۃ رضی اللہ عنھم، او افاضل التابعین کالحسن وعطاء والشعبی والنخعی، اواجلاء الائمۃ کمالک وسفیان وابی حنیفۃ والشافعی واحمد واسحٰق ومن

یجری مجراھم، وجب قبول خبرہ ولم یجب البحث عن عدالتہ۔ اھ

(اللمع فی اصول الفقہ، ص 77۔ طبع: دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

ترجمہ: راوی کی حالت تین حال سے خالی نہیں ہے؛ یا تو اس کی عدالت معلوم ہوگی، یا اس کا فسق معلوم ہوگا، اور یا وہ مجہول ہوگا۔ پس اگر وہ معلوم العدالت ہے، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، یا جیسے فضلاء تابعین مثلاً: حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ، عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ، اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، یا جیسے اَجِلّہ ائمہ مثلاً: مالک رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان جیسے دیگر ائمہ کرام ہیں، تو اس طرح کے راوی کی حدیث کو قبول کرنا واجب ہے اور اس کی عدالت کے متعلق بحث کرنا غیر ضروری ہے۔

امام برہان الدین ابراہیم بن عمر جعبری رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۳۲ھ) نے راوی کی عدالت سے متعلق اصول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

ویثبت بالنص... والاستفاضۃ کالاربعۃ۔

(رسوم التحدیث فی علوم الحدیث۔ ص 100۔ طبع: دار ابن حزم، بیروت)

ترجمہ: راوی کی عدالت (کسی محدث کی اس سے متعلق) تصریح سے ثابت ہوتی ہے، اور یا راوی کی عام شہرت کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ) ہیں۔

ان دو اقتباسات سے واضح ہو گیا، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے حضرات کی روایت ہر حال میں واجب القبول ہے، اور یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگ کسی کی توثیق و تعدیل کے محتاج نہیں ہیں۔

4 امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت وثقاہت کو کوئی جرح بھی متاثر نہیں کرسکتی

سابقہ تفصیل کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ متبوعین کی عدالت وثقاہت مہر نیمروز کی طرح واضح اور روشن ہے، اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان حضرات کو یہ شرف بخشا ہے کہ ان کو پوری امت کا مقتدا بنادیا ہے، اور پوری امت کو ان کی اقتداء وتقلید پر جمع کردیا ہے۔ امتِ مسلمہ (جس میں بڑے بڑے جبالِ علم بھی ہیں) کا ان حضرات پر یہ اعتماد ان کی عدالت وثقاہت پر ایک ایسی ٹھوس اور واضح دلیل ہے کہ اس کے بعد نہ تو ان کی تعدیل وتوثیق پر کسی اور دلیل کو ذکر کرنے کی ضرورت ہے، اور نہ ہی کسی شخص (خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو) کی ان حضرات کے خلاف جرح وقدح ان کی عدالت وثقاہت کو کچھ متاثر کرسکتی ہے۔ چنانچہ اس وجہ سے محدثین ان ائمہ متبوعین کو ان رُواتِ حدیث کے زمرے میں سے قرار دیتے ہیں کہ جن کے بارے میں یہ فقرہ بولا جاتا ہے "قد قفزوا القنطرة" کہ یہ لوگ پل پار کرچکے ہیں۔

یعنی یہ لوگ عدالت وثقاہت کی اس آخری لائن کو عبور کرچکے ہیں کہ اس کے بعد اب ان کے خلاف کوئی بھی کلام ان کی عدالت وثقاہت پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۰۲ھ) نے اپنے استاذ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی جرح کا جواب نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

وفی الجملة، تَرْكُ الخَوْضِ فی مثل هذا أولی، فإنَّ الإمامَ وأمثالَه مِمَّن قفزوا القَنْطَرَة، فما صار يُؤَثِّرُ فی أحد منهم قولُ أحدٍ، بل هم فی الدرجة التی رفعهم الله تعالی إليها مِنْ كونهم متبوعين مقتدیٰ بهم،

فليُعتَمَدْ هذا، والله ولی التوفيق۔

(الجواهر والدرر فی ترجمة شيخ الإسلام ابن حجر، ج 2 ص 947۔ المؤلف: شمس الدين أبو الخير محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن أبي بكر بن عثمان بن محمد السخاوی (ت 947ھ)۔ الناشر: دار ابن حزم للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت- لبنان۔ الطبعة: الأولی، 1419ھ-1999م۔ عدد الأجزاء: 3؛ حاشیہ بغیۃ الراغب المتمنی فی ختم النسائی، ص ۶۲ للسخاویؒ)

ترجمہ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس طرح کے معاملے میں گفتگو نہ کرنا ہی بہتر ہے، اس لیے کہ امام (ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) اور ان جیسے دیگر حضرات ان لوگوں میں سے ہیں کہ جو پل کو عبور کرچکے ہیں۔ لہٰذا ان میں سے کسی کے بارے میں کسی شخص کی جرح کچھ بھی مؤثر نہیں ہوسکتی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے درجے پر فائز کیا ہے کہ ان کو لوگوں کا پیشوا اور مقتدا بنادیا ہے۔ لہٰذا اسی بات پر اعتماد کرنا چاہیے۔

نامور محدث حافظ صلاح الدین خلیل بن کیکلدی علائی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۶۱ھ) نے اس بات کو اور زیادہ وضاحت سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ موصوف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف وارد جرح کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

واما الكلام فی الامام ابی حنيفة، فهو مما يتعين الاعراض عنه، وعدم الاعتداد به، كما لا يلتفت الیٰ ما قيل فی غيره من الائمة الكبار، لان ذلك كان من اقران لهم معاصرين، ثم ان ما صنعه الله تعالیٰ لهم من العظمة فی قلوب الناس ورفع القدر والمنزلة، و جمع القلوب علیٰ تقليدهم دافع لجميع ماقيل فيهم، مع مالهم من الفضائل الباهرة والمناقب الكثيرة رحمة الله عليهم۔ والیفکر العاقل فی نفسه ان خلقا كثيرا من الائمة المتقدمين كانوا مجتهدين، ووضعوا فی العلم عدة تصانيف، ولم يجعل الله لاحد منهم ماجعل لهٰذه الائمة الاربعة رضی الله عنهم من العظمة فی القلوب، والاتفاق

علی تقلیدھم، والرجوع الیھم. فھذہ ولایۃ من اللہ تعالٰی لایتطرق الیھا عزل ولا تنخدش بمایری من الاقوال التی لا تجزی شیئا. فھذا ھو الذی یتعین اعتبارہ شرعا۔ (فتاوی العلائی، ص ۲۴۵، ۲۴۶۔ طبع: دارالفتح، اردن)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ کبار رحمہم اللہ کے بارے میں جو جرح کی گئی ہے، اس سے اعراض کرنا، اور اس کو غیر معتبر سمجھنا ہی متعین ہے۔ اس لیے کہ یہ جرح (زیادہ تر) ان کے اقران و معاصرین سے مروی ہے (جو اصولاً غیر معتبر ہے)۔ پھر اللہ تعالٰی نے لوگوں کے دلوں میں ان حضرات کی جو عظمت، بلند مرتبت اور منزلت بٹھا دی ہے، اور (لوگوں کے) قلوب کو ان کی تقلید پر جمع کر دیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ ان حضرات کے جو واضح فضائل اور بکثرت مناقب ہیں، یہ سب کچھ ان کی بابت وارد ہر قسم کی جرح کو دفع کر دیتے ہیں۔ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمْ۔ اور پھر ایک عقل مند خود یہ غور و فکر کرے کہ (ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے علاوہ بھی) بکثرت ائمہ متقدمین رحمہم اللہ گزرے ہیں جو درجۂ اجتہاد پر فائز تھے، اور انہوں نے علم میں متعدد کتب بھی تصنیف کی ہیں، لیکن اللہ تعالٰی نے ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے لیے لوگوں کے دلوں میں جو عظمت، اور ان کی تقلید پر اتفاق، اور امت کا ان کی طرف رجوع پیدا کیا، وہ دیگر ائمہ متقدمین رحمہم اللہ کو نصیب نہیں ہو سکا۔ یہ اللہ تعالٰی کی طرف سے (ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے لیے) ایسی ولایت ہے کہ کمزوری جس کے قریب بھی نہیں بھٹک سکتی، اور نہ ہی (ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے خلاف) منقول اقوال کی وجہ سے اس میں کچھ خلل آ سکتا ہے، (کیونکہ پوری امت کے اتفاق کے مقابلے میں چند اشخاص کی ذاتی آراء کیا حیثیت رکھتی ہیں؟)۔ پس یہی بات شرعی طور پر متعیّن ہے۔

نامور غیر مقلد عالم اور سابق امیر جمعیّت اہلحدیث پاکستان مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۷ھ) بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ روایات کا دفاع کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ ان روایات سے مشاہیر ائمہ رحمہم اللہ کی رفعتوں میں کوئی کمی نہیں

آتی“۔ (مقالات حدیث، ص ۵۲۵)

الغرض امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ عدالت وثقاہت کے اس عظیم مقام پر فائز ہو چکے ہیں کہ اس کے بعد نہ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کسی کی تعدیل و توثیق کی ضرورت ہے، اور نہ ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف وارد کوئی کلام آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس مقام کو ٹھیس پہنچا سکتا ہے۔

5 امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ عند الجمہور ثقہ ہیں

حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق و تعدیل نقل کرنے کی اگرچہ ضرورت تو نہیں ہے، کیونکہ بالتفصیل گزر رہا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگوں کی روایت کو بلا چوں و چراں قبول کرنا واجب ہے، اور ان کی عدالت و ثقاہت سے متعلق بحث کرنا غیر ضروری ہے، لیکن بایں ہمہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ناقدین کی تسلی کے لیے عرض ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں، اور محدثین کے جمِ غفیر نے روایت حدیث میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو صراحتاً ثقہ و قابل اعتماد قرار دیا ہے۔

حافظ المغرب علامہ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو عُمَرَ رَحِمَهُ اللهُ: "الَّذِينَ رَوَوْا عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَوَثَّقُوهُ وَأَثْنَوْا عَلَيْهِ أَكْثَرُ مِنَ الَّذِينَ تَكَلَّمُوا فِيهِ"۔ (جامع بیان العلم وفضلہ، ج2 ص 1082 رقم 2114)

ترجمہ: جن محدثین نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق و تعریف کی ہے، وہ ان لوگوں سے بہت زیادہ ہیں جنہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بابت (بلا وجہ) کلام کیا ہے۔

نیز لکھتے ہیں:

وَقَدْ أَثْنَى عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَفَضَّلُوهُ.

(جامع بیان العلم وفضلہ، ج2 ص 1080 رقم 2105)

ترجمہ: اہلِ علم کی ایک پوری جماعت نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت کو تسلیم کیا ہے۔

کثیر التصانیف محدث امام علاء الدین مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۶۲ھ) آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

ابو حنیفة و قد اثنی علیه و زکّاه الجماء الغفیر من الائمة والعلماء المتأخرین۔ (اکمال تهذیب الکمال، ۱۲/ ۵۶)

ترجمہ: ائمہ (کبار) اور علمائے متأخرین کے جمِ غفیر نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف و توثیق کی ہے۔

محدث جلیل امام علی بن عثمان ماردینی رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ ابن الترکمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵۰ھ) نے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تصریح کی ہے:

وان تکلم فیه بعضهم فقد و ثقه کثیرون، واخرج له ابن حبان فی صحیحه واستشهد به الحاکم ومثله فی دینه وورعه وعلمه لایقدح فیه کلام اولئك۔ (الجوہر النقی مع السنن الکبریٰ للبیہقیؒ، 8/203، طبع: مکتبۃ المعارف الریاض)

ترجمہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اگرچہ بعض محدثین نے کلام کیا ہے لیکن اکثر محدثین نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کی ہے۔ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''صحیح'' میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کی تخریج کی ہے اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ''المستدرک'' میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث سے استشہاد (یعنی اس کو بطورِ شہادت پیش) کیا ہے۔ لہٰذا آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسے دیندار، پارسا اور اہلِ علم شخص کے بارے میں ان بعض لوگوں کا کلام کرنا کچھ وقعت نہیں رکھتا۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۹ھ) نے بھی اقرار کیا ہے:

''ایک خلقِ کثیر نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و کمال اور محامد و محاسن کا اعتراف کیا ہے، حتیٰ کہ مادحین کی تعداد مذمت کرنے والوں سے، تحسین کرنے والوں کی تعداد تنقیص کرنے والوں سے، تزکیہ کرنے والوں کا شمار متہم کرنے والوں سے، تعدیل کرنے والوں کا عدد جرح کرنے والوں سے زیادہ ہے''۔

(ہفت روزہ الاعتصام، لاہور: ۲۷ ستمبر ۲۰۰۲ء، ص ۲۹)

6 امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تنقیص پر مشتمل اقوال بے سند اور سراسر جھوٹ ہیں

متعصبین اور حاسدینِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی تالیفات اور نجی و درسی تقریرات میں محدثینِ عظام اور ائمہ کبار کے مذکورہ تمام شہادتوں سے آنکھیں بند کر کے ان اقوال کو مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں جو بعض اکابر کی طرف منسوب تاریخ کی بعض کتابوں میں نقل ہوتے چلے آئے ہیں، اور سب خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ سے نقل کرتے چلے آئے ہیں۔ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں بعض ائمہ سے منسوب ایسے اقوال بھی نقل کر دیئے ہیں جن سے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہے، اور بعد کی کتابوں کے لیے یہی اصل قرار پائی۔ ملکِ معظم عیسیٰ بن ابی بکر ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر طعن و تشنیع کی غرض سے یہ جھوٹی روایات ائمہ کبار کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔

اور اگر بفرضِ محال ان روایات کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے، تو اس کا سبب وہی غلط فہمی اور ناواقفیت ہو سکتی ہے، جس کی مثال امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قصہ میں موجود ہے کہ ملاقات، تبادلہ خیالات اور شخصی ملاقات سے قبل امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ اور تھی، مگر ملاقات اور حقیقتِ حالات سے آگاہی کے بعد کچھ اور ہو گئی۔

(الخیرات الحسان: ص 77، 78: تاریخ بغداد و ذیولہ ج 13 ص 238؛ مناقب ابی حنیفۃ للکردری ص 45)

اور اگر بعض معاصر علماء اور ائمہ کبار کی طرف منسوب وہ تمام روایات جن میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہے، کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے، تو اس کا صحیح محمل وہی قرار پائے گا جو امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی غلط فہمی اور حقیقتِ حال سے ناواقفیت کی بنا پر ان کی ملاقات سے قبل والی آراء کو حاصل ہے۔ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے چونکہ اکابر علماء

کی مدح و ذم کے دونوں قسم کے اقوال نقل کر دیئے ہیں، تو اس میں شک نہیں کہ ان اکابر اور ائمہ کبار میں سے ہر ایک کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حُسنِ ظن نصیب ہوا ہے، اور ان کی تعریفیں کی ہیں، اور اپنے پہلے اقوال اور سوءِ ظن سے رجوع کیا ہے، مگر یہ تب ہوا جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے 55 سال مسلسل سفرِ حج کر کے اکنافِ عالم سے آنے والے علماء اور فقہائے اسلام اور محدثینِ عظام سے علمی ملاقاتیں، مذاکرے، مباحثے، افہام و تفہیم اوت تبادلہ افکار و انظار اور اپنے طریقِ اجتہاد و استنباط کو ان پر واضح کر دیا۔

ومن ذلك ما أخرجه القاضي عياض في " المدارك " من أن أبا حنيفة ومالكاً اجتمعا ذات يوم في المدينة، ثم خرج مالك وهو يتصبب عرقاً. فقال له الليث بن سعد: "أَرَاكَ تَعْرَقُ؟". قال مالك:"عَرَقْتُ مَعَ أَبِي حَنِيفَةَ، إِنَّهُ لَفَقِيهٌ يَا مِصْرِيُّ!".

(السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي، 409۔المؤلف: مصطفى بن حسني السباعي (ت 1384ھ)۔الناشر: المكتب الإسلامي: دمشق - سوريا، بيروت - لبنان۔ الطبعة: الثالثة،1402ھ-1982م (بيروت)

ترجمہ: اسی قسم کا ایک واقعہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے مدارک میں بیان کیا ہے کہ ایک دن مدینہ منورہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ہوئی، اور کافی دیر تک دونوں کے درمیان علمی مباحثہ و مذاکرہ ہوتا رہا۔ اس کے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے نکلے، تو پسینہ میں نہائے ہوئے تھے۔ امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: کیا بات ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ پسینہ پسینہ ہو رہے ہیں؟۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مناظرہ و مناقشہ میں پسینہ پسینہ ہو گیا۔ بلاشبہ یہ تو اے مصری! بڑا بھاری فقیہ ہے۔

اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ایسے اقوال جن میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تنقیص ہوتی ہے، سراسر جھوٹ ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ ہی

نہیں پایا ہے۔ 150ھ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فوت ہوئے، اور اسی سال ہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ سے استفادہ کیا، اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہادی علوم سے خوشہ چینی کی اور تین سال امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کے بعد بغداد کو روانہ ہوئے، تو فرمایا:
میں امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بارِ شتر کے بقدر علم اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔

جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس قدر زیرِ بارِ احسان ہیں، تو یہ کیسے مانا جا سکتا ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں (العیاذ باللہ) کوئی بُری رائے بھی رکھتے تھے، بلکہ اُن کا یہ مقولہ تو مشہور اور زبان زدِ خاص و عام ہے:

الناس عيال في الفقه على أَبِي حنيفة،

(حسن التقاضی فی سیرۃ ابی یوسف القاضی، ص28)

ترجمہ: لوگ فقہ اور اجتہاد میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پروردہ اور خوشہ چین ہیں۔

اسی طرح ان اقوال کا بھی کوئی اعتبار نہیں جو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تنقیص میں نقل کیے گئے ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے 14 سال بعد 164ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر شاگرد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا۔ حنفی علوم حاصل کیے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں:

كتبت عن أَبِي يوسف ثلاث قاطر في ثلاث سنوات،

(حسن التقاضی فی سیرۃ ابی یوسف القاضی، ص28)

ترجمہ: میں نے تین سال میں امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے علمی یادداشتوں کے تین بڑے بستے لکھے تھے۔

یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ان تہمتوں اور بے بنیاد الزامات کے تاریخی ماخذ کیا ہیں؟ اور حقائق کی کسوٹی پر ان کی صداقت کا معیار کیا ہے؟ اس سلسلہ میں اولاً خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف ائمہ کبار اور فقہائے عظام سے منسوب بے سند اقوالِ کاذبہ تاریخِ بغداد

میں نقل کر دیئے ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے۔

كَانَ أَبُو حنيفة يتيماً في الحديث، وَكَانَ زمنا في الحديث، لم يكن بصاحب حديث، ليس له راى ولا حديث، جميع ما روى عن ابى حنيفة من الحديث ماة و خمسون حديثاً اخطا فى نصفها۔

یہ اور اسی نوع کے متعدد اقوال خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد و ذیولہ ط العلمية (الخطيب البغدادي) کے جلد 13 ص 394 سے آگے کے صفحات پر بھی مختلف مقامات پر بکھرے ہوئے موجود ہیں۔

ترجمہ: ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ علمِ حدیث میں یتیم تھے، ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو حدیث میں بالکل اپاہج تھے، وہ حدیث کے آدمی نہ تھے، ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نہ تو رائے تھی اور نہ حدیث۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی کل ڈیڑھ سو (150) حدیثیں ہیں، جن میں سے آدھی حدیثوں میں ان سے غلطیاں ہوئی ہیں۔

سنت کے مخالفین، حدیث کے منکرین اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حاسدین اپنی تقریر و تحریر میں خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے نقل کردہ یہ الزامات اور بے حقیقت تہمتیں ہمیشہ سے دہراتے آئے ہیں۔ مؤرخین میں بھی بعض دانستہ برائے مخالفت اور بعض نادانستہ طور، نہ برائے مخالفت ان الزامات کو اپنی تاریخوں میں نقل کرتے چلے آئے ہیں۔ مثلاً: ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں لکھا ہے:

فابو حنيفة يقال بلغت رواية الى سبعة عشر حديثاً۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ ان کو سترہ حدیثیں پہنچی ہیں۔

مگر حقائق اور واقعات کی دنیا میں ان الزامات میں کہاں تک صداقت ہے۔ اسی سلسلہ میں بقدرِ ضرورت ابحاث اس کتاب میں ذکر دی گئی ہیں۔ مگر تطییبِ خاطر کے لیے چند گزارشات پیشِ خدمت ہیں:

1. امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دین کے مسلم امام اور مجتہد ہیں۔ موافقین و مخالفین اور خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے نقل کردہ اقوال کے قائلین سب کا اس پر اجماع و اتفاق ہے۔ پھر

سوال یہ ہے کہ جب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو علمِ حدیث سے کوئی تعلق نہ تھا اور صرف سترہ (17) حدیثیں یاد تھیں، تو ائمہ مجتہدین نے ان کے اجتہاد و استنباط کا اعتبار کیسے کیا؟ ان کے فقہی مسائل کی تحصیل کا اہتمام، اور پھر ان کی اشاعت کا انتظام کیوں کیا؟ اور فقہ بھی ایسی جس کی عمارت کے لیے سرے سے علمِ حدیث کی بنیاد ہی نہیں تھی، کیونکر پروان چڑھی؟ اور آج تک سوادِ اعظم کے لیے قابلِ قبول کیوں بنی ہوئی ہے؟

2. امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کا تحقیقی مطالعہ کرنے والے ائمہ کبار اور فقہائے عظام نے فقہ حنفی کے سینکڑوں مسائل و احکام کو صحیح احادیث کے بالکل موافق پایا۔ شارحِ قاموس سید مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ حنفی کے اصل تمام احادیثِ احکام کو عقد الجواهر المنيفة في أدلة أبي حنيفة رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے ایک مستقل کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علمِ حدیث سے نابلد اور تہی دامن ہونے کے باوجود ان کے استنباط کردہ مسائل و احکام صحیح احادیث کے موافق کیسے ہو گئے؟!!

3. امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف میں ایسے مسائل کی تعداد ایک سو پچیس (125) گنوائی ہے، جس میں ان کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ صحیح احادیث کے معیار پر پورے نہیں اترے۔ اگر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کو صحیح مان لیا جائے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک سو پچیس (125) کے علاوہ باقی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہزاروں مسائل (جن کی تعداد ایک روایت کے مطابق بارہ لاکھ تراسی ہزار (1283000) ہے اور دوسری روایت کے مطابق بارہ لاکھ (1200000) تک پہنچتی ہے) صحیح اور حدیث کے موافق ہیں۔ اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ بارہ لاکھ (1200000) مسائل کے استنباط کرنے والے کے پاس حدیثیں بھی سینکڑوں اور ہزاروں میں ہونی چاہئیں۔ لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ واقعتہً امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حدیثوں کا بہت بڑا ذخیرہ موجود تھا، اور حدیث کے اسی ذخیرہ سے انھوں نے بارہ لاکھ مسائل کا استنباط کیا تھا۔

4 علمِ اُصولِ حدیث (کتبِ مصطلح الحدیث و کتب اسماء الرجال) میں امام ابوحنیفہ ؒ کے آراء ونظریات کو مدون کیا جاتا ہے اور رَد وقبول کے اعتبار سے اس پر بھروسہ کیا جاتا ہے، یعنی جس حدیث یا راوی کو امام ابوحنیفہ ؒ رَد کردیں، اسی کو مردود سمجھا جاتا ہے اور جس کی وہ تائید کردیں، اسے قبول کرلیا جاتا ہے۔ کیا ایسی عظیم علمی شخصیت کو علمِ حدیث سے کورا اور تہی دامن قرار دینا سراسر جھوٹ اور بہتان نہیں ہے؟!!

(دیکھیے: حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کا حدیث میں مقام ومرتبہ)

5 امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کے تلامذہ نے آپ ؒ سے سنی اور پڑھی ہوئی حدیثوں کو مستقل کتابوں اور مسندوں میں پورے اہتمام کے ساتھ لکھا اور لکھنے والے کوئی معمولی شخصیتیں نہیں، بلکہ علمِ حدیث وفقہ اور اجتہاد واستنباط میں مسلم امام ہیں۔ مثلاً:

1 مسند الامام مرتب امام حماد بن ابی حنیفہ ؒ
2 مسند الامام مرتب امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری ؒ
3 مسند الامام مرتب امام محمد بن حسن الشیبانی ؒ
4 مسند الامام مرتب امام حسن بن زیاد لؤلوی ؒ
5 مسند الامام مرتب حافظ ابومحمد عبداللہ بن یعقوب الحارث البخاری ؒ
6 مسند الامام مرتب حافظ ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد ؒ
7 مسند الامام مرتب حافظ ابوالحسین محمد بن مظہر بن موسیٰ ؒ
8 مسند الامام مرتب حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی ؒ
9 مسند الامام مرتب الشیخ الثقۃ ابوبکر محمد بن عبدالباقی الانصاری ؒ
10 مسند الامام مرتب حافظ ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی ؒ
11 مسند الامام مرتب حافظ عمر بن حسن الاشنانی ؒ
12 مسند الامام مرتب حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن خالد الکلاعی ؒ
13 مسند الامام مرتب حافظ ابوعبداللہ حسین بن محمد بن خسرو البلخی ؒ
14 مسند الامام مرتب حافظ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد السعدی ؒ

15 مسند الامام مرتب حافظ عبداللہ بن مخلد بن حفص البغدادی ؒ
16 مسند الامام مرتب حافظ ابوالحسن علی بن عمر بن احمد الدارقطنی ؒ
17 مسند الامام مرتب حافظ ابوحفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین ؒ
18 مسند الامام مرتب حافظ ابوالخیر شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی ؒ
19 مسند الامام مرتب حافظ شیخ الحرمین عیسی المغربی المالکی ؒ
20 مسند الامام مرتب حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر القیسرانی ؒ
21 مسند الامام مرتب حافظ ابوالعباس احمد الہمدانی المعروف بابن عقدہ ؒ
22 مسند الامام مرتب حافظ ابوبکر محمد بن ابراہیم الاصفہانی المعروف بابن المقری ؒ
23 مسند الامام مرتب حافظ ابواسمعیل عبداللہ بن محمد الانصاری الحنفی ؒ
24 مسند الامام مرتب حافظ ابوالحسن عمر بن حسن الاشنانی ؒ
25 مسند الامام مرتب حافظ ابوالقاسم علی بن حسن المعروف بابن عساکر الدمشقی ؒ

ان میں طبع شدہ کتب یہ ہیں۔

1 مسند امام اعظم ابوحنیفہ، الامام الحارثی ؒ 340 ھ
2 مسند امام اعظم ابوحنیفہ- ابونعیم اصفہانی ؒ 430 ھ
3 مسند امام اعظم ابوحنیفہ- ابن المقرئ ؒ 381ھ
4 مسند امام اعظم ابوحنیفہ- ابن خسرو ؒ 522 ھ

پھر یہ کہ جامع مسانید امام اعظم ؒ جس کو علامہ ابوالمؤید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی ؒ نے ابوابِ فقہ کی ترتیب پر مرتب کیا تھا۔ اس میں کتاب الآثار کے نسخے بھی شامل ہیں۔ اگر ان کو علیحدہ شمار کیا جائے تو پھر اس عنوان سند کے تحت آنے والی مسانید کی تعداد اکتیس ہوگی جبکہ جامع المسانید میں صرف پندرہ مسانید ہیں اور ان کی بھی تلخیص کی گئی ہے۔ مکرر اسناد کو حذف کردیا ہے۔ یہ مجموعہ چالیس ابواب پر مشتمل ہے اور کل روایات کی تعداد 1710 ہے۔

مرفوع روایات 916

غیر مرفوع 794

پانچ یا چھ واسطوں والی روایات بہت کم اور نادر ہیں، عام روایات کا تعلق رباعیات، ثلاثیات، ثنائیات اور وحدانیات سے ہے۔ علامہ خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مجموعہ مسند کے لکھنے کی وجہ یوں بیان کی ہے، کہ میں نے ملک شام میں بعض جاہلوں سے سنا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روایتِ حدیث کم تھی۔ ایک جاہل نے تو یہ تک کہا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مسند بھی ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی مسند بھی ہے، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تو خود مؤطا لکھی۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کچھ بھی نہیں۔ یہ سن کر میری حمیتِ دینی نے مجھ کو مجبور کیا کہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی 15 مسانید و آثار سے ایک مسند مرتب کروں۔ لہٰذا ابواب فقہ پر میں نے اس کو مرتب کر کے پیش کیا ہے۔

(دیکھیے: حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا حدیث میں مقام ومرتبہ)

باب 12

اصولِ جرح وتعدیل اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت وثقاہت

جرح وتعدیل کے کچھ قواعد ہیں، جن کو مدِنظر رکھنا ضروری ہے، ورنہ کسی بڑے سے بڑے محدث کی ثقاہت وعدالت ثابت نہ ہو سکے گی، کیونکہ ہر ایک پر کسی نہ کسی کی جرح ہے۔ مثلاً: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ پر امام کرابیسی رحمۃ اللہ علیہ نے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر امام ذہلی رحمۃ اللہ علیہ نے، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ پر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جرح کی ہے، حتیٰ کہ ابنِ حزم رحمۃ اللہ علیہ نے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابنِ ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کو مجہول کہا۔ خود امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ پر تشیع کا الزام ہے۔ اسی بنا پر ان کو مجروح کیا گیا۔

1 پہلا اصول

جو جرح مفسر نہ ہو یعنی اس میں سببِ جرح تفصیل سے بیان نہ کیا گیا ہو، تو تعدیل اس پر مقدم رہتی ہے (یعنی قائم رہتی ہے)۔

(مقدمہ اعلاء السنن: ۳/ ۲۳؛ فتاویٰ علماء حدیث: ۷/ ۷۲)

اور وہ سبب (جرح کے لئے معقول اور) متفق علیہ ہو۔

اسی طرح موجودہ اہلِ حدیث کے محقق زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

صرف ضعیف یا متروک یا منکر کہنے سے جرح مفسر نہیں ہے۔

(رکعتِ قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ: ص65)

امام شعبہ ؒ امیر المؤمنین فی الحدیث مانے جاتے ہیں؛ لیکن قبولِ روایت میں اُن کی سختی دیکھئے۔ آپ ؒ سے پوچھا گیا کہ تم فلاں راوی کی روایت کیوں نہیں لیتے؟

آپ ؒ نے کہا: "رَأَيْتُهُ يَرْكُضُ عَلٰى بِرْذَوْنٍ"۔

ترجمہ: میں نے اسے ترکی گھوڑے دوڑاتے ہوئے دیکھا تھا۔

آپ ؒ منہال بن عمرو ؒ کے ہاں گئے۔ وہاں سے کوئی ساز کی آواز سنی، وہیں سے واپس آگئے اور صورتِ واقعہ کی کوئی تفصیل نہ پوچھی۔

حکم بن عتیبہ ؒ سے پوچھا گیا کہ تم زاذان ؒ سے روایت کیوں نہیں لیتے؟ تو انہوں نے کہا: "كان كثير الكلام"۔

ترجمہ: وہ باتیں بہت کرتے تھے۔

حافظ جریر بن عبدالحمید الضبی الکوفی ؒ نے سماک بن حرب ؒ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا، تو اس سے روایت چھوڑ دی۔

(دیکھئے، الکفایہ فی علوم الروایہ، للخطیب البغدادی: 101-114)

اب سوچئے اور غور کیجئے کیا یہ وجوہ جرح ہیں؟ جن کے باعث اتنے بڑے بڑے اماموں نے ان راویوں (سے علمِ حدیث لینے اور سیکھنے) کو چھوڑ دیا۔ اگر اس قسم کی جروح سے راوی چھوڑے جا سکتے ہیں، تو پھر آخر بچے گا کون؟ یہ سختی سب کے ہاں نہ تھی۔ اس لیے محض جرح دیکھ کر ہی نہ اچھل پڑیں، سمجھنے کی کوشش کریں کہ جرح کی وجہ کوئی شرعی پہلو ہے یا صرف شدتِ احتیاط ہے اور پھر یاد رکھیں کہ متشدد کی جرح اکیلے کافی نہیں ہے۔

2 دوسرا اصول

جارح ناصح ہو، نہ متشدد ہو، نہ متعنت ہو، نہ ہی متعصب ہو۔

3 تیسرا اصول

جس شخص کی امامت و عدالت حدِ تواتر کو پہنچی ہو تو اس کے بارے میں چند افراد کی جرح معتبر نہیں۔

امام ابوحنیفہ ؒ کی عدالت و امامت بھی حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔

چنانچہ شیخ الاسلام ابو اسحاق شیرازی شافعی ؒ (المتوفیٰ 393-476ھ) اپنی کتاب "اللمع فی اصول الفقه" میں رقم طراز ہیں:

جرح و تعدیل کے باب میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ راوی کی یا تو عدالت معلوم و مشہور یا اس کا فاسق ہونا معلوم ہوگا یا وہ مجهول الحال ہوگا (یعنی اس کی عدالت یا فسق معلوم نہیں)، تو اگر اس کی عدالت معلوم ہے جیسے کہ حضراتِ صحابہ ؓ کی اور افضل تابعین ؒ کی جیسے حضرت حسن بصری ؒ، عطاء بن ابی رباح ؒ، عامر شعبی ؒ، ابراھیم نخعی ؒ، یا بزرگ ترین ائمہ ؒ جیسے: امام مالک ؒ، امام سفیان ثوری ؒ، امام ابوحنیفہ ؒ، امام شافعی ؒ، امام احمد ؒ، امام اسحاق بن راہویہ ؒ اور جو ان کے ہم درجہ ہیں، تو ان کی خبر ضرور قبول کی جائے گی، اور ان کی عدالت و توثیق کی تحقیق ضروری نہ ہوگی۔

(اللمع فی اصول الفقه: ص41۔ مطبوعه مصطفیٰ البانی الحلبی بمصر ۱۳۵۸ھ؛ اللمع فی اصول الفقه: ص163-164۔ 47-باب القول فی الجراح والتعدیل، فصل 207۔ مطبوعه: دار ابن کثیر-دمشق، بیروت)

حافظ ابن عبدالبر المالکی ؒ فرماتے ہیں:

جن ائمہ کو امت نے اپنا امام بنایا ہو، ان پر کسی کی تنقید معتبر نہ ہوگی۔

(فن اسماء الرجال: صفحہ ٦٦، از ڈاکٹر تقی الدین ندوی بحوالہ جامع بیان العلم: ١/١٩٥)

علامہ تاج الدین السبکی ؒ فرماتے ہیں:

''الجرح مقدم علی التعدیل'' کا ضابطہ ہر جگہ استعمال نہیں کیا جائے گا، بلکہ جس راوی کی عدالت و ثقاہت ثابت ہو چکی ہو، اس کے بارے میں مدح و توثیق کرنے والوں کی

کثرت ہو، اس کے ناقدین قلیل ہوں اور کوئی ایسا قوی قرینہ موجود ہو جس سے اندازہ ہوتا ہے یہ جرح مذہبی تعصب کی بناء پر کی گئی ہے تو یہ جرح غیر معتبر ہے۔۔۔۔۔کسی ناقد کی جرح اس شخص کے حق میں مقبول نہ ہوگی جس کی طاعت (نیکی) معصیت (گناہ) پر غالب ہو، اور مذمت کرنے والوں کے مقابلہ میں مدح کرنیوالوں کی کثرت ہو، اس کی توثیق کرنے والے ناقدین سے زائد ہوں، اور کوئی مذہبی تعصب یا دنیاوی تنفس کا کوئی ایسا قوی قرینہ بھی موجود ہو جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہی اس جرح کا باعث بنا، جیسا کہ ہمعصر علماء میں ہوا کرتا ہے، چناچہ سفیان الثوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر، اور ابن ذئب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر، اور ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر، اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا امام احمد بن صالح رحمۃ اللہ علیہ پر، اسی طرح ہے۔ اگر ہر جگہ ''الجرح مقدم علی التعدیل'' کا ضابطہ برتا جائے، تو کوئی بھی ایسا نہیں جو تنقید سے محفوظ رہ سکے۔

(طبقات الشافعیۃ الکبری للسبکی (تاج الدین ابن السبکی): ج2 ص9،10)

یہی بات اپنے الفاظ میں حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے اصولِ حدیث پر اپنی مشہور و معروف کتاب علوم الحدیث میں تحریر کی ہے:

فَمَنِ اشْتَهَرَتْ عَدَالَتُهُ بَيْنَ أَهْلِ النَّقْلِ أَوْ نَحْوِهِمْ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَشَاعَ الثَّنَاءُ عَلَيْهِ بِالثِّقَةِ وَالْأَمَانَةِ، اسْتُغْنِيَ فِيهِ بِذَلِكَ عَنْ بَيِّنَةٍ شَاهِدَةٍ بِعَدَالَتِهِ تَنْصِيصًا.

(معرفة أنواع علوم الحديث، ويُعرف بمقدمة ابن الصلاح، ص 105. المؤلف: عثمان بن عبد الرحمن، أبوعمرو، تقي الدين المعروف بابن الصلاح (ت643هـ). الناشر: دار الفكر- سوريا، دار الفكر المعاصر - بيروت. سنة النشر: 1406هـ- 1986م)

ترجمہ: علمائے اہلِ نقل میں جس کی عدالت مشہور ہو، اور ثقاہت وامانت میں جس کی تعریف عام ہو، اس شہرت کی بنا پر اس کے بارے میں صراحتاً انفرادی تعدیل کی حاجت

نہیں۔

4 ایک اعتراض اور اس کا جواب

ہمارے زمانے کے بعض جہلاء یہ اعتراض کرتے ہیں کہ محدثین کا معروف قاعدہ ہے کہ ''الجرح مقدم علی التعدیل'' یعنی جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ لہٰذا جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جرح وتعدیل دونوں منقول ہیں تو جرح راجح ہوگی۔

لیکن یہ اعتراض جرح وتعدیل کے اصول سے ناواقفیت پر مبنی ہے کیونکہ ائمہ حدیث نے اِس بات کی تصریح کی ہے کہ ''الجرح مقدم علی التعدیل'' کا قاعدہ مطلق نہیں، بلکہ چند شرائط کے ساتھ مقید ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کسی راوی کے بارے میں جرح اور تعدیل کے اقوال متعارض ہوں، ان میں ترجیح کے لئے علماء نے اوّلاً دو طریقے اختیار کئے ہیں:

1 پہلا طریقہ جو کہ جرح وتعدیل کے دوسرے اصول کی حیثیت رکھتا ہے، اُسے خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الکفایۃ فی اصول الحدیث والروایۃ'' میں یہ بیان کیا ہے:

''ایسے مواقع پر یہ دیکھا جائے گا کہ جارحین کی تعداد زیادہ ہے یا معدلین کی، جس کی طرف تعداد زیادہ ہوگی، اُسی جانب کو اختیار کیا جائے گا''۔

شافعیہ میں سے علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

اسی طرح علمِ جرح وتعدیل کے امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ حضرت اسد بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

صرف ابوسعید بن یونس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک قول میں انہیں غریب الحدیث اور علامہ بن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے منکر الحدیث کہا ہے، لیکن بقول حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ یہ تضعیف چنداں لائق اعتناء نہیں کیونکہ ائمہ کی اکثریت ان کی ثقاہت پر متفق ہے۔ اگر ان کی بعض روایات میں کوئی سقم نظر آتا ہے، تو وہ بعد کے رواۃ کے ضعف کی بنا پر ہے۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس کی تصریح کی ہے۔ (میزان الاعتدال: ۱/۹۷)

اگر یہ طریق کار اختیار کیا جائے تب بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعدیل میں کوئی شبہ نہیں رہتا، کیونکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر جرح کرنے والے صرف معدودے چند افراد ہیں، جن میں ایک نام حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، اور یہ تحریر کیا جاچکا کہ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بننے کے بعد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کے قائل ہوچکے تھے۔

اور دوسری طرف امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مادحین اتنی بڑی تعداد میں ہیں کہ اُن کو گِنا بھی نہیں جاسکتا، نمونہ کے طور پر ہم چند اقوال پیش کرتے ہیں،

علمِ جرح و تعدیل کے سب سے پہلے عالم، جنہوں نے سب سے پہلے رجال پر باقاعدہ کلام کیا، وہ امام شعبہ ابن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جو امیر المؤمنین فی الحدیث کے لقب سے مشہور ہیں، وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"کان واللہ! ثقة ثقة"

ترجمہ: میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ وہ ثقہ تھے۔

جرح و تعدیل کے دوسرے بڑے امام یحییٰ بن سعید القطّان رحمۃ اللہ علیہ ہیں، یہ خود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "تذکرۃ الحفاظ" میں اور حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے "الانتقاء" میں نقل کیا ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

اور جیسا کہ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۵۲ میں اُن کا مقولہ ہے،

"جالسنا واللہ ابا حنیفة و سمعنا منه فکنت کلما نظرت الیه عرفت وجهه انه یتقی اللہ عزوجل"۔

ترجمہ: اللہ کی قسم! ہم نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس اختیار کی، اور اُن سے سماع کیا، اور میں نے جب بھی ان کی جانب نظر کی تو اُن کے چہرہ کو اس طرح پایا کہ بلاشبہ وہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

امام یحییٰ بن سعید القطّان رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا مقولہ علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی "کتاب التعلیم" کے مقدمہ میں منقول ہے:

"انه لأعلم هذه الامة بما جاء عن اللہ و رسوله صلی اللہ علیه و سلم"

ترجمہ: بلاشبہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے آنے والے احکام کو اس امت میں سب سے بہتر جاننے والے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

جرح و تعدیل کے تیسرے بڑے امام یحییٰ بن سعید القطّان رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ ہیں، وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"کان ثقة حافظاً، لا یحدث الا بما یحفظ ما سمعت احداً یجرحه"۔

ترجمہ: وہ معتمد علیہ اور حافظ تھے، اور وہی حدیث بیان کرتے تھے، جو انہیں حفظ ہوتی تھی، میں نے کسی کو نہیں سنا، جو اُن کی جرح کررہا ہو۔

جرح و تعدیل کے چوتھے بڑے امام حضرت علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ، جو کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ اور نقدِ رجال کے بارے میں بہت متشدد ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری کے مقدّمہ میں اس کی صراحت کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"ابو حنیفة روی عنه الثوری و ابن المبارك و هشام و وکیع و عباد بن العوام و جعفر بن عون و هو ثقة لا بأس به"۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، ہشام رحمۃ اللہ علیہ، وکیع رحمۃ اللہ علیہ، عباد بن عوام رحمۃ اللہ علیہ اور جعفر بن عون رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے، وہ ثقہ ہیں، ان سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔

نیز حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لولا اعاننی اللہ بابی حنیفة و سفیان لکنت کسائر الناس"۔

ترجمہ: اگر اللہ عزوجل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ میری اعانت نہ فرماتے، تو میں بھی عام لوگوں کی طرح ہوتا۔

اور مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ مقولہ یہ ہے:

"کان اعلم اهل زمانه"۔

ترجمہ: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔

ان کے علاوہ یزید بن ھارون رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ، اسرائیل بن یونس رحمۃ اللہ علیہ، یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ، وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور فضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ جیسے ائمہ حدیث سے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق منقول ہے۔علم حدیث کے ان بڑے بڑے اساطین کے اقوال کے مقابلہ میں دوتین افراد کی جرح کس طرح قابلِ قبول ہوسکتی ہے؟ لہٰذا اگر فیصلہ کثرتِ تعداد کی بنیاد ہو، تب بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعدیل بھاری رہے گی۔

2 جرح وتعدیل کے تعارض کورفع کرنے کا دوسرا طریقہ جوکہ جرح وتعدیل کے تیسرے اصول کی حیثیت رکھتاہے، وہ حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ میں بیان کیا ہے اور اسے جمہور محدثین کا مذہب قرار دیا ہے:

''وہ یہ کہ اگر جرح مفسّر نہ ہو، یعنی اس میں سببِ جرح بیان نہ کیا گیا ہو، تو تعدیل اس میں ہمیشہ راجح ہوگی، خواہ تعدیل مفسّر ہو یا مبہم''۔

اس اصول پر دیکھا جائے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف جتنی جرحیں کی گئی ہیں، وہ سب مبہم ہیں، اور ایک بھی مفسّر نہیں۔ لہٰذا ان کا اعتبار نہیں اور تعدیلات تمام مفسّر ہیں، کیونکہ اس میں ورع اور تقویٰ اور حافظہ تمام چیزوں کا اثبات کیا گیا ہے، خاص طور سے اگر تعدیل میں اسبابِ جرح کی تردید کردی گئی ہو، تو وہ سب سے زیادہ مقدم ہوتی ہے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایسی تعدیلات بھی موجود ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ''الجرح مقدم علی التعدیل'' کا قاعدہ اُس وقت معتبر ہوتا ہے جبکہ جرح مفسّر ہو، اور اس کا سبب بھی معقول ہو اور بعض علماء کے نزدیک یہ شرط بھی ہے کہ معدلین کی تعداد جارحین سے زیادہ نہ ہو۔

باب13

کیاامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں ''ضعیف'' تھے؟

1 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ائمہ جرح وتعدیل کی نظر میں

ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ومرتبہ محدثین وسلف صالحین کی نظر میں کیا ہے؟؟؟

آج کل کے نام نہاد اہلِ حدیث نے یہ شور برپا کیا ہے کہ کسی معتبر کتاب میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق موجود نہیں ہے۔تمام محدثین اور ائمہ جرح وتعدیل نے ان پر جرح کی ہے۔

لہٰذا حوالوں کی روشنی میں بتلائیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ومرتبہ محدثین اور ائمہ جرح وتعدیل کی نظر میں کیا تھا؟؟

(دیگر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل ومناقب جواظہر من الشّمس ہے، یہاں مقصود نہیں)

وباللہ التوفیق: حامداً ومصلیاً ومسلماً:

حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کے اوصافِ مخصوصہ: علم وعمل، زھد وتقویٰ، ریاضت وعبادت، امانت ودیانت داری اور اجتہاد وتفقہ وغیرہ جس طرح اہلِ ایمان میں مسلّم ہیں اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شانِ محدثی، حدیث دانی وحدیث فہمی بھی ناقابل انکار حقیقت ہے۔

لیکن صد افسوس ان غیر مقلدین پر جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر من گھڑت بہتان لگا کر عوام

الناس کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

اور یوں کہہ کر بدنام کر رہے ہیں کہ: کسی معتبر کتاب میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق موجود نہیں اور محدثین اور ائمہ جرح وتعدیل نے ان پر جرح کی ہے۔

تو آیئے اور انصاف کیجئے!!!

امام صاحب کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل نے کیا کیا فرمایا ہے۔

چند مشتے نمونے از خروارے

1 محدث جلیل امام یزید ابن ھارون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كان ابو حنيفة تقيا زاهدا عالما صدوق اللسان احفظ اهل زمانه.

(ابن ماجہ اور علم حدیث 21)

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پاکباز عالم، صداقت شعار اور اپنے زمانے میں سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے۔

2 حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تھذیب میں امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے:

كان ابو حنيفة ثقة لا يحدث الا بما يحفظه. (تھذیب التھذیب 4/632)

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ثقہ تھے وہ صرف اسی حدیث کو بیان کرتے تھے جس کو وہ اچھی طرح محفوظ رکھتے تھے۔

3 صالح ابن محمد رحمۃ اللہ علیہ امام الجرح والتعدیل امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں:

كان ابو حنيفة ثقة في الحديث۔ (تھذیب التھذیب 4/632)

4 شیخ المحدثین امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

وهو ثقة لا باس به. (تانیب الخطیب 152)

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ثقہ تھے، ان میں کوئی خرابی نہیں تھی۔

5 حافظ محمد بن یوسف الشافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

كان ابو حنيفة من كبار حفاظ الحديث واعيانهم ولولا كثرة اعتنائه بالحديث ما تهيأ له استنباط مسائل الفقه

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے حفاظِ حدیث اور ان کے فضلاء میں شمار ہوتے ہیں۔ اگر وہ بکثرت حدیث کا اہتمام نہ کرتے تو فقہ کے مسائل میں استنباط کا ملکہ ہمیں کہاں سے حاصل ہوتا۔

6 حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الذين رووا عن ابي حنيفة ووثقوه اكثر من الذين تكلموا فيه.

(جامع بیان العلم وفضلہ 2/149)

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جن لوگوں نے روایت کی اور جنھوں نے ان کو ثقہ کہا، ان کی تعداد ان لوگوں سے زیادہ ہے جنھوں نے ان پر کلام کیا ہے۔

7 امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ابو حنيفة الامام الاعظم ثقة ثبت فقيه مشهور.

8 امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"ابو حنيفة الامام الاعظم فقيه العراق.

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی مشہور کتاب: تذکرۃ الحفاظ میں حفاظِ حدیث میں سے شمار کیا ہے۔

جس کے بارے میں ان کا خود بیان ہے کہ اس میں ان محدثین اور حفاظ حدیث کا ذکر ہے جن کی عدالت ثابت ہو چکی ہے اور حدیث کے کھرے کھوٹے اور صحیح وضعیف کی پرکھ میں ماہر ہیں اور ان کی طرف اس بارے میں رجوع کیا جاتا ہے۔

9 امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خدا ہم سے جھوٹ نہ بلوائے، ہم نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے بہتر رائے نہیں سنی۔ ہم نے ان کے اکثر قول کو اپنا مذھب بنالیا ہے۔ (تھذیب التھذیب 5/630)

10 امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

خدا کی قسم! امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اچھے حفظ والے اور اچھی فہم والے تھے۔

(قواعد فی علم الحدیث)

11 مکی ابن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے کبار وشیوخ میں سے ہے، وہ فرماتے ہیں: كان ابو حنيفة يصدق فى قوله وفعله۔

نیز فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے قرآن وحدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔ (تھذیب الکمال)

12 عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: "ثقة ما سمعت احداً ضعّف۔ (جامع البیان 2/1083)

ترجمہ میں نے کسی سے ان کی تضعیف نہیں سنی۔

13 حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومناقب الامام ابی حنيفة كثيرة جداً فرضى الله عنه وسكنه الفردوس آمين۔ (تھذیب التھذیب 5/631)

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب وفضائل بے شمار ہیں۔ اللہ ان سے راضی ہو۔ اور جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائیں آمین۔

14 امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں تک فرمایا:

ان الذی يخالف ابا حنيفة يحتاج الى ان يكون اعلى منه قدراً واوفر علماً وبعيد ما يوجد ذلك۔

15 امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

الناس عيال فى الفقه على ابى حنيفة۔

16 آخر میں اتنا قول کافی ہے:

ان الامام ابو حنيفه رحمه الله ورضى عنه قد تجاوز القنطرة وهو من كبار الائمة المشهود لهم بالعدالة والضبط فلا يضره قول القائلين فيه۔ ولا تؤثر عليه شبهات المشتبهين لقد اجمع السلف من التابعين ومن بعدهم من قادة المتكلمين فى الرجال وكبار النقاد فيه وامراء المؤمنين فى الحديث على الثناء عليه فى الفقه والزهد وخوف الله

تعالى والصدق الحفيظ والنصح لهذه الامة۔

فقد اثنى عليه شيوخ البخارى وشيوخ شيوخه مثل على بن المدينى، ويحى بن المعين، يحى بن سعيد القطان، مكى بن ابراهيم، وكيع بن الجراح، شعبة بن الحجاج، فضل بن دكين، سفيان الثورى، ومالك، والشافعى، واحمد بن حنبل، وجعفر الصادق، عبد الله بن المبارك، فى خلق كثير لا يحصون بسهولة۔ (ابوحنیفہ واصحابہ)

اے نام نہاد اهل حدیث! فیصلہ کیجئے! کیا آپ کے نزدیک حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ، یحییٰ بن سعید القطان، امام شعبۃ، حافظ المغرب ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ، مکی بن ابراھیم، حافظ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری۔ یہ تمام قابل ذکر محدثین میں داخل ہیں یا نہیں؟؟

اور تہذیب التھذیب، تہذیب الکمال، تذکرہ الحفاظ، تاریخ الخطیب، جامع بیان العلم، سیر اعلام النبلاء وغیرہ معتبر کتب ہیں یا نہیں؟؟

آپ تمام قارئین بھی اس انصاف پسند نتیجہ پر پہنچے ہوں گے کہ غیر مقلدین کا دعویٰ کہ "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کسی معتبر کتاب و معتبر عالم سے منقول نہیں۔

محض دھوکہ اور خالص فراڈ اور بہتان کی بدترین مثال اور سڑی ہوئی عصبیت ہے۔

عدو کو دوست لٹیرے کو رہنما کہہ دے
یہ مصلحت کی زبان نہ جانے کب کیا کہہ دے

اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ عطا فرمائیں۔ آمین!

(درس ترمذی، غیر مقلدین کے اعتراضات: حقیقت کے آئینہ میں۔ ودیگر کتب)

2 غیر مقلد عالم مولانا صدیق حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف قرار دینا

اعتراض غیر مقلدین نے ایک وسوسہ لوگوں کے درمیان یہ پیدا کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

حدیث میں ضعیف تھے۔ غیر مقلد عالم مولانا صدیق حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''ابجد العلوم'' میں لکھا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے؛ اور بات ایسی ہی ہے، جیسا کہ ان کے مذہب میں نظر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔

(أبجد العلوم، ص636۔ المؤلف: أبو الطيب محمد صديق خان بن حسن بن علي ابن لطف الله الحسيني البخاري القِنَّوجي (ت ۱۳۰۷ھ)۔ الناشر: دار ابن حزم۔ الطبعة: الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ-۲۰۰۲م۔ عدد الصفحات: 734)

جواب: مگر یہ وسوسہ بھی بغض وعناد وتعصب کا نتیجہ ہے، کیوں کہ کتبِ اسماء رجال میں متعدد کبار ائمہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق وتعدیل اور حدیث میں ثقہ وقابل اعتماد ہونا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حفظِ حدیث میں جید ہونا صراحت سے مذکور ہے، یہاں چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں:

(۱) امام یحیٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ جوفنِ جرح وتعدیل کے امام ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں ثقہ (قابلِ اعتماد) تھے اور صرف وہی حدیث بیان کرتے تھے جو حفظ ہوتی اور جو حفظ نہ ہوتی تو بیان نہ کرتے۔

(تہذیب الکمال: ۲۹/ ۴۳۴، تہذیب التہذیب ۱۰/ ۴۴۹)

(۲) امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ ہی نے ایک روایت میں فرمایا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں کوئی خرابی نہیں (لاباس بہ) (تہذیب الکمال: ۲۹/ ۴۳۴، تہذیب التہذیب ۱۰/ ۴۴۹)

اور ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کی اصطلاح میں ''لاباس بہ'' توثیق کے لیے استعمال ہوتا تھا جیسا کہ اس فن سے مناسبت رکھنے والے جانتے ہیں۔

(تدریب الراوی: ۱/ ۱۸۶، فتح المغیث: ۱/ ۳۹۶)

(۳) ابن معین رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کیا رائے ہے؟ تو فرمایا کہ وہ ثقہ ہیں، میں نے کسی کو ان کی تضعیف کرتے نہیں سنا، یہ شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو لکھتے ہیں کہ آپ حدیث بیان کریں اور اس کا حکم دیتے ہیں اور شعبہ رحمۃ اللہ علیہ تو شعبہ ہیں۔ (الانتقاء: ۱۲۷)

مطلب یہ کہ شعبہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے محتاط محدث؛ جو کسی ضعیف سے روایت نہیں کرتے جب انہوں نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث بیان کرنے کا حکم دیا تو اس کا کیا وزن ہوگا، اندازہ کیا جائے۔

(۴) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ، علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے، اور وہ ثقہ تھے جن میں کوئی خرابی نہیں۔ (الجواہر المضیۃ: ۱/ ۲۹)

(۵) امام ابن لمبارک رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق وتعدیل فرمائی ہے، چناں چہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے الانتقاء میں اپنی سند کے ساتھ اسماعیل بن داؤد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ امام ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں، ہر خوبی بیان کرتے اور ان کی توثیق وتعدیل کرتے اور ان کی تعریف فرماتے۔ (الانتقاء: ۱۴۰)

(۶) امام ابوداوٗد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر رحم کرے! وہ امام تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۱۶۹)

یہ امام ابوداوٗد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق ہے اور اہلِ علم جانتے ہیں کہ کسی کے بارے میں ''امام'' کہنا بڑے اونچے درجہ کی توثیق ہے۔

(فتح المغیث: ۱/ ۱۶۹)

(۷) امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ''جیّد الحفظ'' (اچھے حافظہ) والے ہیں۔

الخيرات الحسان في مناقب الامام الاعظم ابي حنيفة النعمان، ص82۔ المؤلف: شهاب الدين احمد بن حجر الهيتمي المكي الشافعي، (التوفى 973ھ)۔ الناشر: مدنی کتب خانہ، کراچی)

یہ بطور نمونہ چند کبار محدثین کے اقوال پیش کئے گئے ہیں؛ جن سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ضعیف نہیں بلکہ ثقہ وقابل اعتماد تھے، حتیٰ کہ امام ابوداوٗد رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ امام کہہ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق وتعریف کا حق ادا فرمادیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حافظہ کے لحاظ سے بھی قابل اعتماد تھے، جیسا کہ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ''جیّد الحفظ'' تھے۔

ان ائمہ کبار کی توثیق وتعریف جو یہاں نقل کی گئی وہ محض نمونہ کے لیے ہے ورنہ بڑے بڑے محدثین وائمہ نے آپ کے فضائل ومناقب میں ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔

ہاں! بعض حضرات نے اس جلیل القدر وعظیم المرتبت امام کی تنقیص وتضعیف کی ہے؛ مگر اس کا کوئی وزن علمی دنیا نے نہیں مانا، بلکہ خود ان تنقیص کرنے والوں پر تنقید کی، کیوں کہ ان میں اکثر نے یا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے ان کی تضعیف کی ہے یا حسد کی وجہ سے کی ہے۔

چنانچہ عبداللہ بن داؤد محدث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لوگ دو طرح کے ہیں، یا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مقام سے ناواقف ہیں یا آپ رحمۃ اللہ علیہ سے حسد کرنے والے ہیں۔ (تہذیب الکمال:۲۹/۴۴۱، تہذیب التہذیب:۱۰/۴۵۰)

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جن محدثین نے روایت کی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کی وہ ان کے مقابلہ میں زیادہ ہیں جنہوں نے ان کے بارے میں کلام کیا ہے۔ (جامع العلم:۲/۱۴۹)

آخر میں علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت پیش کرکے، دعوت غور وفکر دیتا ہوں وہ فرماتے ہیں:

"وَالصَّحِيحُ فِي هٰذَا الْبَابِ أَنَّ مَنْ صَحَّتْ عَدَالَتُهُ وَثَبَتَتْ فِي الْعِلْمِ إِمَامَتُهُ وَبَانَتْ ثِقَتُهُ وَبِالْعِلْمِ عِنَايَتُهُ لَمْ يُلْتَفَتْ فِيهِ إِلَى قَوْلِ أَحَدٍ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَ فِي جَرْحَتِهِ بِبَيِّنَةٍ عَادِلَةٍ". (جامع العلم: ج2 ص1093 رقم 2128)

ترجمہ: اس باب میں صحیح بات یہ ہے کہ جس کی عدالت صحیح طور پر ثابت ہوجائے اور علم میں اس کی امانت معلوم ہوجائے اور اس کی ثقاہت اور علم کے بارے میں اس کی عنایت ظاہر ہوجائے اس کے بارے میں کسی کے قول کی طرف توجہ نہیں دی جائیگی مگر یہ کہ اس کی جرح کے بارے میں وہ عادل گواہ پیش کرے۔

اس عبارت میں غور کرنے کے بعد فیصلہ کیجئے کہ سیدنا الامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جن کی

ثقاہت وعدالت تواتر کے ساتھ ہر زمانہ وعلاقے میں معروف ومشہور رہی ہے؛ ان کو جہالت یا حسد یا سنی سنائی باتوں کی وجہ سے ضعیف کہنا؛ علمی دنیا میں کیا وزن رکھتا ہے؟ اگر کسی کے بارے میں محض جرح کا ہوجانا، بلاتحقیق، قابل قبول ہو تو پھر شاید ہی کوئی امام ومحدث جرح سے بچے گا؛ کیوں کہ ہر امام کے بارے میں کچھ نہ کچھ لوگ کسی نہ کسی معقول یا غیر معقول وجہ سے جرح کرنے والے مل جائیں گے، حتیٰ کہ بعض حضرات نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مدلس کہہ کر اور بعض نے خلقِ قرآن کے قائل ہونے کا الزام لگاکر متروک قرار دیا ہے، ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف کہا ہے۔ یہ سب امور اہلِ فن پر پوشیدہ نہیں، اگر ان باتوں کو قبول کرلیا جائے تو پھر کوئی بھی نہ بچ سکے گا۔

3 اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف فی الحدیث مانا جائے، تو جملہ محدثین کا سلسلہ حدیث ضعیف اور بے بنیاد ہوجاتا ہے

1 پہلا سلسلہ: وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ، اُن کو کون نہیں جانتا کہ محدثین میں کس مرتبہ کے ہیں۔ صحاح ستہ میں اُن کی روایات بکثرت موجود ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ، ابن معین رحمۃ اللہ علیہ، ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بڑے بڑے محدث فنِ حدیث میں ان کے شاگرد تھے، مگر خود وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فنِ حدیث میں شاگرد ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھی، اور ان ہی کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔ تذکرۃ الحفاظ میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے۔ اب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ حدیث بواسطہ احمد بن منیع رحمۃ اللہ علیہ عن وکیع رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے، کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ احمد بن منیع رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، اور احمد بن منیع رحمۃ اللہ علیہ وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، اور وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فنِ حدیث میں شاگرد ہیں۔ لہٰذا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ضعیف ماننے سے یہ سلسلہ سندِ حدیث بھی ضعیف ہوگیا، بلکہ تینوں بھی ضعیف ہوگئے، اور ان کی

روایت قابلِ اعتبار نہیں رہی۔

2 دوسرا سلسلہ: امام بخاری ؒ علی بن مدینی ؒ کے شاگرد اور علی بن مدینی ؒ وکیع بن الجراح ؒ کے شاگرد اور وکیع ؒ امام ابوحنیفہ ؒ کے فنِ حدیث میں شاگرد ہیں۔ لہٰذا یہ سلسلہ بھی بوجہ امام ابوحنیفہ ؒ کے ضعیف ہونے کے ضعیف ہوگیا، بلکہ تینوں صاحب بھی ضعیف ہوگئے۔ فافہم۔

3 تیسرا سلسلہ: امام بخاری ؒ اور امام مسلم ؒ مکی بن ابراہیم ؒ کے شاگرد، اور مکی بن ابراہیم ؒ حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کے شاگرد ہیں۔

4 چوتھا سلسلہ: ابوداؤد ؒ اور امام مسلم ؒ حضرت امام احمد ؒ کے شاگرد، اور امام احمد ؒ ابونعیم فضل بن دکین ؒ کے شاگرد، اور حافظ ابونعیم فضل بن دکین ؒ امام ابوحنیفہ ؒ کے شاگرد ہیں۔

5 پانچواں سلسلہ: امام ترمذی ؒ امام بخاری ؒ کے شاگرد، اور امام بخاری ؒ حافظ ذہلی ؒ کے شاگرد، اور امام ذہلی ؒ فضل بن دکین ؒ کے شاگرد اور فضل بن دکین ؒ امام ابوحنیفہ ؒ کے شاگرد ہیں۔

6 چھٹا سلسلہ: امام بیہقی ؒ دارقطنی ؒ اور حاکم ؒ صاحبِ مستدرک کے شاگرد، اور دارقطنی ؒ اور حاکم ؒ ابواحمد حاکم ؒ کے شاگرد، اور ابواحمد ؒ ابن خزیمہ ؒ کے شاگرد، اور ابن خزیمہ ؒ امام بخاری ؒ کے شاگرد، اور امام بخاری ؒ حافظ ذہلی ؒ کے شاگرد، اور حافظ ذہلی ؒ فضل بن دکین ؒ کے شاگرد، اور فضل بن دکین ؒ امام ابوحنیفہ ؒ کے شاگرد ہیں۔

7 امام احمد ؒ امام شافعی ؒ کے شاگرد، اور امام شافعی ؒ امام محمد بن الحسن الشیبانی ؒ کے شاگرد، اور امام محمد بن الحسن ؒ امام ابویوسف ؒ اور امام ابوحنیفہ ؒ کے شاگرد ہیں۔

8 آٹھواں سلسلہ: طبرانی ؒ اور ابن عدی ؒ ابوعوانہ ؒ کے شاگرد، اور ابوعوانہ ؒ مکی بن ابراہیم ؒ کے شاگرد ہیں، اور مکی بن ابراہیم ؒ (جو بخاری ؒ اور مسلم

ؒ کے استاد ہیں) امام ابوحنیفہ ؒ کے شاگرد ہیں۔

9 نواں سلسلہ: ابویعلیٰ موصلی ؒ صاحبِ مسند، یحییٰ بن معین ؒ کے شاگرد، اور یحییٰ بن معین ؒ فضل بن دکین ؒ کے شاگرد، اور فضل بن دکین ؒ امام ابوحنیفہ ؒ کے شاگرد ہیں۔

10 ابن خزیمہ ؒ صاحبِ صحیح، اسحاق بن راہویہ ؒ کے شاگرد ہیں، اور اسحاق بن راہویہ ؒ اور یحییٰ بن معین ؒ اور امام بخاری ؒ اور امام احمد ؒ اور امام دارمی ؒ حافظ فضل بن دکین ؒ کے شاگرد ہیں، اور فضل بن دکین ؒ امام ابوحنیفہ ؒ کے شاگرد ہیں۔

ناظرین کے سامنے یہ دس سلسلے محدثین کی سند کے پیش کیے ہیں، جن میں دنیا بھر کے تمام محدثین جکڑے ہوئے ہیں۔ اگر امام ابوحنیفہ ؒ ضعیف ہیں، تو محدثین بھی سب ضعیف ہیں، اور ان کے سلسلے رواۃ (راویوں) کے بھی ضعیف ہیں۔ موقع موقع سے بھی اور بھی سلاسل پیش کروں گا جن سے معلوم ہوگا کہ سب ہی محدث امام ابوحنیفہ ؒ کے بلاواسطہ یا بالواسطہ شاگرد ہیں۔

(امام ابوحنیفہ اور مُعترضین، ص 9-11۔ المؤلف: مفتی سید مہدی حسن شاہجہان پوری۔ الناشر: الرحیم اکیڈمی، لیاقت آباد، کراچی۔ 1428ھ۔ 2007ء)

4 صحاح ستہ میں روایات کا نہ ہونا

اعتراض: امام اعظم ؒ پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے، اُن کی روایات صحاح ستہ (حدیث کی چھ مشہور کتابوں) میں موجود نہیں ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ائمہ ستہ کے نزدیک قابل استدلال نہیں تھے۔

جواب: یہ ایک انتہائی سطحی اور عامیانہ اعتراض ہے۔ اِن ائمہ حضرات کا کسی جلیل القدر امام سے روایات کو اپنی کتاب میں درج نہ کرنا، اُس امام کے ضعیف ہونے کو لازم نہیں۔ کھلی ہوئی بات یہ ہے کہ امام بخاری ؒ نے امام شافعی ؒ کی بھی کوئی روایت نہیں

لی ہے، بلکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جن کی صحبت اٹھائی ہے، اُن کی بھی پوری صحیح بخاری میں صرف دو روایتیں ہیں: ایک روایت تعلیقاً منقول ہے اور دوسری روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کسی واسطہ سے نقل کی ہے۔ اسی طرح امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی روایت نقل نہیں کی، حالانکہ وہ اُن کے استاذ ہیں۔ نیز امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی صرف تین روایات ذکر کی ہیں، حالانکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی سند اصحّ الاسانید شمار کی جاتی ہے۔ اب کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ تینوں ضعیف ہیں؟؟؟

اس معاملہ میں حقیقت وہ ہے جو علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ نے ''شروط الائمۃ الخمسۃ للحازمی رحمۃ اللہ علیہ'' کے حاشیہ پر لکھی ہے کہ درحقیقت ائمۂ حدیث کے پیشِ نظر یہ بات تھی کہ وہ اُن احادیث کو زیادہ سے زیادہ محفوظ کر جائیں، جن کے ضائع ہونے کا خطرہ تھا، بخلاف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ جیسے حضرات کہ اِن کے تلامذہ اور مقلدین کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ اُن کی روایات کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ تھا۔ اس لئے انہوں نے اس کی حفاظت کی زیادہ ضرورت محسوس نہ کی۔

5 ''میزان الاعتدال فی اسماء الرجال'' میں ضعیف ہونے کا ذکر

اعتراض امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''میزان الاعتدال فی اسماء الرجال'' میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ اِن الفاظ میں کیا ہے:

"النعمان بن ثابت [ت، س] بن زوطى، أبو حنيفة الكوفى. إمام أهل الرأى. ضعفه النسائى من جهة حفظه، وابن عدى، وآخرون".

(ميزان الاعتدال فى نقد الرجال، ج4 ص265 رقم 9092. المؤلف: شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبى (المتوفى: 748هـ). تحقيق: على

محمد البجاوى. الناشر: دار المعرفة للطباعة والنشر، بيروت - لبنان. الطبعة: الأولى، 1382هـ - 1963م. عدد الأجزاء: 4)

ترجمہ نعمان بن ثابت کوفی رحمۃ اللہ علیہ اہل رائے کے امام ہیں، جنہیں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حفظ کے لحاظ سے، ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، اور دوسرے حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے۔

جواب میزان الاعتدال میں یہ عبارت بلاشبہ الحاقی ہے یعنی مصنف نے خود نہیں لکھی، بلکہ کسی اور شخص نے اِسے حاشیہ پر لکھا اور بعد میں یہ متن میں شامل ہوگئی یا تو کسی کاتب کی غلطی سے یا جان بوجھ کر داخل کی گئی۔ اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

1. خود اس کتاب کے محقق نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ''هذه الترجمة ليست فى س، ل''، یعنی یہ ترجمہ اس کتاب کے مخطوطے ''س، ل'' میں نہیں ہے۔
2. حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان الاعتدال کے مقدمہ میں یہ تصریح فرمائی ہے:

ما كان فى كتاب البخارى وابن عدى وغيرهما من الصحابة فإنى أسقطهم لجلالة الصحابة، ولا أذكرهم فى هذا المصنف، فإن الضعف إنما جاء من جهة الرواة إليهم. وكذا لا أذكر فى كتابى من الأئمة المتبوعين فى الفروع أحدا لجلالتهم فى الإسلام وعظمتهم فى النفوس، مثل أبى حنيفة، والشافعى، والبخارى.

(ميزان الاعتدال فى نقد الرجال، ج1 ص2)

ترجمہ کتاب بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ میں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان ہے، میں اپنی اس کتاب میں ان کی جلالتِ شان کی وجہ سے ذکر نہ کروں گا، کیونکہ روایت میں جو ضعف پیدا ہوتا ہے، وہ ان کے نیچے کے روات کی وجہ سے، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وجہ سے۔ لہٰذا ان کے تراجم ساقط کر دیئے۔ اسی طرح میں اپنی اِس کتاب میں اُن بڑے بڑے ائمہ متبوعین کا تذکرہ نہیں کروں گا، جن کے مسائلِ فرعیہ اجتہادیہ میں تقلید واتباع کی جاتی ہے، اور جن کی اسلام میں جلالتِ قدر حدِّ تواتر کو پہنچی ہوئی ہے، اور نفوس میں اُن کی عظمت مسلم ہے، (خواہ اُن کے بارے میں کسی شخص نے کوئی کلام

بھی کیا ہو)۔مثلاً: حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔ یعنی اُن بڑے بڑے ائمہ کی مثال میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی انھوں نے صراحۃً ذکر کیا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ انہوں نے اِس کتاب میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا ہو؟

3 دوسری دلیل یہ ہے کہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت کے مطابق امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت بھی باب الکنٰی میں ذکر نہیں کی ہے۔

4 علامہ عراقی نے "شرح الفیۃ الحدیث" میں اور امام جلال الدین سیوطی نے "تدریب الراوی" میں بھی اقرار کرلیا ہے کہ علامہ ذہبی نے صحابہ کرام اور ائمہ متبوعین کو "میزان" میں ذکر نہیں کیا ہے۔

وَتَبِعَهُ عَلٰى ذٰلِكَ الذَّهَبِيُّ فِي الْمِيزَانِ، إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ أَحَدًا مِنَ الصَّحَابَةِ، وَالْأَئِمَّةِ الْمَتْبُوعِينَ۔

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی (الجلال السیوطی، ج2ص890)

()

5 پھر جن بڑے بڑے ائمہ کا تذکرہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان الاعتدال میں نہیں کیا، اُن حضرات کے تذکرہ کے لیے انہوں نے ایک مستقل کتاب "تذکرۃ الحفاظ" لکھی ہے، اوراس کتاب میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نہ صرف تذکرہ موجود ہے، بلکہ ان کی بڑی مدح وتوصیف بیان کی گئی ہے، جیسا کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "تذکرۃ الحفاظ" کی جلد اول، صفحہ ۱۹۵ پر اپنی سند سے سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ذکر کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"لم یکن فی زمان ابی حنیفۃ بالکوفۃ رجل افضل منہ واورع ولا افقہ عنہ"۔

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا، جو اُن سے زیادہ فضیلت وتقویٰ والا ہو، اوراس وقت اُن جیسا کوئی فقیہ بھی نہیں تھا۔

اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ہی نے صفحہ ۱۶۰ پر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ذکر کیا ہے:

"ان ابا حنیفۃ کان اماما"۔

ترجمہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وہ تو امام تھے۔

6 حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "لسان المیزان" کو میزان الاعتدال پر ہی مبنی کیا ہے، یعنی جن رجال کا تذکرہ میزان الاعتدال میں نہیں ہے۔ اُن کا تذکرہ لسان المیزان میں بھی نہیں ہے، سوائے چند ایک کے اور لسان المیزان میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ موجود نہیں۔ یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ عبارت اصل میزان الاعتدال میں بھی نہیں تھی، بعد میں بڑھا دی گئی۔

7 شیخ عبدالفتاح ابوغدہ الحلبی رحمۃ اللہ علیہ نے "الرفع والتکمیل" کے حاشیہ کے صفحہ ۱۰۱ پر لکھا ہے: "میں نے دمشق کے مکتبہ ظاہریہ میں میزان الاعتدال کا ایک نسخہ دیکھا ہے (تحت الرقم ۳۶۸ حدیث) جو پورے کا پورا حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد علامہ شرف الدین الوانی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے لکھا ہوا ہے اور اس میں یہ تصریح ہے کہ میں نے یہ نسخہ اپنے استاد حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے تین مرتبہ پڑھا اور ان کے مسودہ سے اس کا مقابلہ کیا۔ اس نسخہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔

اسی طرح حضرت شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب دام ظلہ العالی نے فرمایا: "میں نے مراکش کے دارالحکومت رباط کے مشہور کتب خانہ "الخزانۃ العامرۃ" میں ۱۳۹ ق نمبر کے تحت "میزان الاعتدال" کا ایک قلمی نسخہ دیکھا، جس پر حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے شاگردوں کے پڑھنے کی تاریخیں درج ہیں اوراس میں یہ بھی تصریح ہے کہ کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد نے اُن کے سامنے اُن کی وفات سے صرف ایک سال پہلے اسے پڑھا تھا، اس نسخہ میں بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ یہ اس بات کا دستاویزی ثبوت ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ عبارت کسی نے بعد میں بڑھائی ہے، اصل نسخہ میں موجود نہیں تھی۔ لہٰذا ثابت ہوگیا کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا دامن امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تضعیف اور تنقیص کے الزام سے بالکل پاک

ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ایسی بات لکھ بھی کیسے سکتے ہیں جب کہ خود انہوں نے ایک مستقل کتاب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب پر لکھی ہے۔ جس کا نام ہے:

مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه

8 پھر جہاں تک حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے، بے شک وہ شروع میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مخالف تھے، لیکن بعد میں جب وہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بنے، تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت اور جلالتِ قدر کا احساس ہوا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے سابقہ خیالات کی تلافی کیلئے مسندِ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرمائی۔ لہٰذا اُن کے سابقہ قول کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف حجت میں پیش کرنا قطعاً درست نہیں۔

(فائدہ) مسندِ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے سترہ یا اس زائد کتابیں لکھی گئیں، جن کو بعد میں علامہ ابن خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے ''جامع مسانید الامام الاعظم'' کے نام سے جمع کر دی ہیں۔

باب 14

الزامِ قلتِ حدیث اور تنقیصِ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر مشتمل اقوال کی حقیقت اور اعتراضات کے جوابات

1 فتویٰ دینے والے مکثرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

مخالفین اور حاسدین قلتِ روایت کی آڑ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث دانی اور فقہی قدر و منزلت کو مجروح کر کے حنفیت کا راستہ روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر قلتِ روایت کوئی عیب نہیں اور نہ یہ کوئی عار کی بات ہے اور نہ قلتِ روایت، قلتِ علم اور قلتِ فقہ و اجتہاد کو مستلزم ہے۔

خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے 545 روایات مروی ہیں، حالانکہ وہ نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے اور تمام زندگی بارگاہِ نبوت میں باریاب رہے۔

خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے 586 روایات منقول ہیں، حالانکہ وہ پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش اور تربیت میں رہے، اور چوبیس سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلوت وجلوت کے رفیق رہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو 22 سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی رفاقت اور خدمت حاصل رہی، مگر اس کے باوجود ان کے مرویات کی تعداد 848 ہے۔

دراصل بات یہ ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ براہِ راست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کر کے روایات بیان کرنے میں حد درجہ محتاط رہتے تھے کہ مبادا نقلِ روایت میں کوئی فرق ہو جائے، اور وعید کے مستحق ٹھہریں۔ اس لیے بہت کم روایات ان سے مروی ہیں۔مگر ان حضرات نے اپنے حدیث کی وافر معلومات کو مسائل اور فتاویٰ کی صورت میں بیان کیا، جیسا کہ الاصابۃ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فتاویٰ اس قدر زیادہ ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے فتاویٰ سے ایک مستقل ضخیم جلد تیار ہو سکتی ہے۔

(الإصابة في تمييز الصحابة، ج1 ص89۔ المؤلف: أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (ت 852ھ)۔ تحقيق: عادل أحمد عبد الموجود وعلى محمد معوض۔ الناشر: دار الكتب العلمية-بيروت۔ الطبعة: الأولى-1415ھ)

2 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی راہ چلے

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شرکائے تدوینِ فقہ نے بھی حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریق کو اختیار کیا۔ ظاہری الفاظ کا تتبع، روایتی اعتبار سے حدیث کے ضعیف وقوی ہونے کا معیار اور ناسخ ومنسوخ اور آخری عمل کی تحقیق کیے بغیر صرف نقلِ روایت کے بجائے انھوں نے مذکورہ جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مستحکم، جامع اور محتاط طریقہ کو اختیار کیا۔ احادیث کے ساتھ ساتھ آثار اور فتاویٰ اور اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تعامل کی تلاش وجستجو کی اور معانی حدیث کی تعیین میں ان سے مدد لی۔ فقہ حنفی کی یہ فضیلت اور فضل وتفوق، حاسدین ومعاندین اور متعصبین ومخالفین کے لیے وجہ حسد ومخالفت بن گئی۔ جب کچھ نہ بن پڑا، تو قلتِ روایت کا الزام دھر دیا۔

اس کے علاوہ محققین نے قلتِ روایت کے اشکال سے ایک دوسرا جواب دیا ہے کہ احادیث کی دو قسمیں ہیں:

ایک وہ قسم جس کا تعلق احکام سے ہے، اور دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق احکام سے نہیں۔ دوسری قسم کی روایات میں صحابہ رضی اللہ عنہم اور فقہاء حد درجہ محتاط رہے ہیں، بلکہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے ان کی روایت سے اجتناب کیا ہے اور دوسروں کو بھی منع کیا ہے۔

پہلی قسم کی احادیث جن کا تعلق احکام سے تھا، جن کا جاننا اور ان پر عمل کرنا ضروری تھا۔ لہٰذا ان سے نہیں روکا گیا، بلکہ ان کی روایت کی تاکید کی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے، تو انھوں نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احادیث کی روایت کم کرو، بجز اُن احادیث کے جن کی عمل کے لیے ضرورت ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)

حضرت عبادہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَاللهِ! مَا مِنْ حَدِيثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَكُمْ فِيهِ خَيْرٌ إِلَّا حَدَّثْتُكُمُوهُ. (مسلم رقم 47-29)

ترجمہ: جن احادیث میں تم لوگوں کا دینی فائدہ تھا، وہ سب میں نے تم سے بیان کر دی ہیں۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تشریح نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

قَالَ الْقَاضِي عِيَاضٌ رحمه الله فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ كَتَمَ مَا خَشِيَ الضَّرَرَ فِيهِ وَالْفِتْنَةَ مِمَّا لَا يَحْتَمِلُهُ عَقْلُ كُلِّ وَاحِدٍ وَذَلِكَ فِيمَا لَيْسَ تَحْتَهُ عَمَلٌ وَلَا فِيهِ حَدٌّ مِنْ حُدُودِ الشَّرِيعَةِ قَالَ وَمِثْلُ هٰذَا عَنِ الصَّحَابَةِ رضى الله عنهم كَثِيرٌ فِي تَرْكِ الْحَدِيثِ بِمَا لَيْسَ تَحْتَهُ عَمَلٌ وَلَا تَدْعُو إِلَيْهِ ضَرُورَةٌ أَوْ لَا تَحْمِلُهُ عُقُولُ الْعَامَّةِ أَوْ خُشِيَتْ مَضَرَّتُهُ عَلَى قَائِلِهِ أَوْ سَامِعِهِ.

(المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، ج1 ص229۔ المؤلف: أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (ت 676ھ)۔ الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت۔ الطبعة: الثانية، 1392ھ)

ترجمہ: حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے وہ روایات بیان نہیں کیں، جن سے مسلمانوں کے کسی ضرر یا فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہوتا تھا، یا جن کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا تھا، اور یہ وہ روایات تھیں جن کا تعلق احکام سے یا کسی حد سے نہ تھا۔ ایسی احادیث کا روایت نہ کرنا کچھ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے مخصوص نہیں بلکہ ایسا کرنا دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی بہت زیادہ ثابت ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم کے ارشادات کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف وہی احادیث روایت کیں جن کا تعلق احکام سے تھا۔

3 شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لینا اور اُن سے انتساب کرنا آسان ہے، مگر اُن کی بات مان جانا بعض کج باطنوں کے لیے آزمائش اور امتحان ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو قلتِ روایت کے باوجود مکثرینِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار کیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

جمہور محدثین نے مکثرینِ صحابہ رضی اللہ عنہم آٹھ شخصیتیں قرار دی ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔ اور متوسطین میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو شمار کیا ہے، لیکن اس فقیر کے نزدیک ان حضرات سے احادیث بڑی کثرت سے موجود ہیں، کیونکہ جو احادیث بظاہر موقوف ہوتی ہیں، وہ بھی حکماً وحقیقتاً مرفوع ہیں، اور ان حضرات سے بابِ فقہ، بابِ احسان اور بابِ حکمت میں جس قدر ارشادات مروی ہیں، وہ بہت سی وجوہ سے مرفوع کے حکم میں

ہیں۔ لہٰذا ان حضرات کو مکثرین کے حکم میں داخل کرنا زیادہ موزوں ہے۔ (ازالۃ الخفاء ص214)

مذکورہ تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن سے 5 سو سے لے کر ایک ہزار سے کم تک احادیث مروی ہیں، اگر ان کو مکثرینِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار کیا جانا صحیح ہے، تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جن کی صریح مرفوع احادیث (جو ان کی مسانید وغیرہ میں ہیں) کے علاوہ احادیثِ موقوفہ، مسائل واحکام، آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم، تو ہزاروں صفحات میں پھیلے اِن سے مروی ہیں۔ لہٰذا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف قلتِ روایت کی نسبت کسی طرح بھی درست قرار نہیں دی جاسکتی۔

4 حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

جلیل القدر تابعی حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دو شہادتیں ملاحظہ فرمائیں۔ جلیل القدر تابعی حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: "شَامَمْتُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم فَوَجَدْتُ عِلْمَهُمُ انْتَهَى إِلَى سِتَّةٍ: إِلَى عُمَرَ، وَعَلِيٍّ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، ثُمَّ شَامَمْتُ السِّتَّةَ فَوَجَدْتُ عِلْمَهُمُ انْتَهَى إِلَى عَلِيٍّ، وَعَبْدِ اللهِ"۔

(معجم کبیر طبرانی 8513؛ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ غَيْرَ الْقَاسِمِ بْنِ مَعِينٍ، وَهُوَ ثِقَةٌ: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (نور الدين الهيثمي) رقم 14943-وصوابه ابن معن، فليصحح؛ الفسوى فى "المعرفة والتاريخ" 1/444-445؛ ابن عساكر فى "تاريخ دمشق" 33/154-155؛ الذهبى فى "السير" 1/493؛ الطبقات الكبرى-ط الخانجى (ابن سعد) ج2 ص303؛ إعلام الموقعين عن رب العالمين-ت مشهور (ابن القيم) ج2 ص25)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو گہری نظر سے دیکھا، تو سب کے علوم کا

سرچشمہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابودرداءؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ کو پایا، اور اس کے بعد پھر زیادہ گہری نظر سے دیکھا، تو ان چھ حضرات کے علوم کا خزانہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو پایا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک طویل بحث کا خلاصہ یہ ہے:

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاذ الاستاذ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مذہب کی بنیاد حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مسائل وفتاویٰ پر قائم کی۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ علمائے کوفہ کے علوم کا مخزن تھے، اور ان کی فقہ کے اکثر مسائل اصل میں سلف یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں، اور حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے وہی مسائل جمع کیے تھے، جن کو مشہور احادیث اور قوی دلائل کی صحیح کسوٹی پر کس لیا تھا۔

(حجۃ اللہ البالغہ ص 149-151)

اسی بحث کی تکمیل کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تحریر فرمایا، اس کا خلاصہ یہ ہے:

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل اور فتاویٰ کو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حاصل کیا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قوانین کلیہ سے جزئیات کا حکم دریافت کرنے میں غیر معمولی ملکہ رکھتے تھے۔ فنِ تخریج اور مسائل کی باریکیوں پر اپنی دقیقہ رسی سے پوری طرح حاوی تھے۔ فروعات کی تخریج پر کامل توجہ تھی۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اقران کے اقوال ومسائل کو اگر مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق اور کتاب الآثار امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی مرویات سے موازنہ کر کے دیکھو گے، تو چند مسائل کے سوا سب میں اتفاق واتحاد پاؤ گے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص 149-151)

5 کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں ''یتیم'' تھے؟

اعتراض 1 خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ میں ہے: امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

كَانَ أَبُو حنيفة يتيماً في الحديث. (تاریخ بغداد وذیولہ ج 13 ص 417 رقم 113)

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں ''یتیم'' تھے۔

جواب ''یتیماً فی الحدیث'' کا کلمہ تنقیص اور جرح کے لیے نہیں بلکہ کلمۂ مدح ہے کیونکہ محاورہ میں ''یتیم'' کے معنی یکتا، منفرد اور بے مثل کے بھی آتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

كل شئ مفرد يعني نظيره فهو يتيم يقال درة يتيمة.

ترجمہ ہر وہ اکیلی چیز جس کی مثال کمیاب ہو، ''یتیم'' ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے: درة يتيمة (نایاب موتی)۔

یہ کوئی کلمہ جرح کا نہیں ہے اور نہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس سے تضعیف ثابت ہوتی ہے کیونکہ یتیم کے معنی محاورہ میں یکتا اور بے نظیر کے بھی آتے ہیں۔

صحاح ج 2 ص 349 میں ہے:

''وكل شيء مفرد بغير نظيره فهو يتيم درة يتيمة''۔

ترجمہ ہر وہ چیز جس کا ثانی نہ ہو وہ یتیم کہلاتی ہے۔ اس لیے درة یتیمہ کہا جاتا ہے۔

قال الاصمعي: "اليتيم: الرملة المنفردة. قال: و كل منفرد و منفردة عند العرب يتيم و يتيمة"۔

ترجمہ اصمعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''یتیم: ریت کے ایک اکیلے ذرہ کو کہتے ہیں''۔ اور کہا: ''ہر اکیلی چیز کو یتیم کہا جاتا ہے''۔

پس عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا یہ مطلب ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں یکتا اور بے نظیر تھے چنانچہ اس کی تائید خود ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے قول سے ہوتی ہے۔

مناقب کردری ج 1 ص 229 میں ہے:

عن المبارك قال: "اغلب على الناس بالحفظ و الفقه و الصيانة و الديانة و شدة الورع"۔

ترجمہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''امام ابوحنیفہ حفظ، فقہ، علم، پرہیزگاری اور دیانت اور

تقویٰ میں سب لوگوں پر غالب تھے‘‘۔

عبداللہ بن مبارکؒ امام صاحبؒ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے حضرت امام اعظمؒ کی بہت زیادہ تعریفیں کی ہیں۔ مناقب موفق ابن احمد مکی ج 2 ص 51 میں ہے۔ سوید بن نصرؒ کہتے ہیں:

سمعت ابن المبارك يقول: "لا تقولوا رأى ابی حنيفة ولكن قولوا تفسير الحديث"۔

ترجمہ: ابن مبارکؒ فرماتے تھے: ’’یہ نہ کہو کہ یہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے بلکہ یوں کہو کہ یہ حدیث کی تفسیر ہے‘‘۔

وایضاً فیہ قال: المحروم من لم یکن لہ حفظ من ابی حنیفة۔

ترجمہ: نیز فرمایا: ’’جس نے امام صاحبؒ سے کچھ حاصل نہیں کیا وہ محروم ہے‘‘۔

وایضاً قال عبداللہ بن المبارک: "ھاتوا فی العلماء مثل ابی حنیفة والا دعونا ولا تعذبونا"۔

ترجمہ: عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا: ’’تمام علماء میں امام ابوحنیفہؒ جیسا کوئی عالم پیش کرو ورنہ ہمیں چھوڑ دو اور ہمیں نہ ستاؤ‘‘۔

وایضا قال: "علیکم بالاثر ولابد للاثری من ابی حنیفة، یتعرف بہ تاویل الاحادیث ومعناہ"۔

ترجمہ: نیز فرمایا: ’’تمہارے اوپر حدیث پر عمل کرنا ضروری ہے اور حدیث کے سمجھنے کے لیے امام ابوحنیفہؒ کا قول ضروری ہے تاکہ اس کے ذریعہ حدیث کی صحیح تاویل اور معنی معلوم ہو جائیں‘‘۔

اور بہت سے اقوال عبداللہ بن مبارکؒ کے امام صاحبؒ کی شان میں شائع اور کتابوں میں مذکور ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ معترض نے جو عبداللہ بن مبارکؒ کو جارح امام صاحبؒ سمجھا ہے یہ محض نفس پرستی اور غلط فہمی ہے

باقی امام عبداللہ بن مبارکؒ تو امام ابوحنیفہؒ کے ایسے مداح ہیں کہ ان کی زبان مبارک سے امام صاحبؒ کے بارے میں ہمیشہ مدح اور منقبت ہی صادر ہوئی ہے۔ مثلاً: وہ خود فرماتے ہیں:

افقہ الناس ابو حنیفة ما رایت فی الفقہ مثلہ۔

ترجمہ: لوگوں میں سب سے بڑے فقیہ ابوحنیفہؒ ہیں، میں نے فقہ میں ان کی مثل کسی کو نہیں دیکھا۔

یہی امام عبداللہ بن مبارکؒ یہ بھی فرماتے ہیں:

لولا ان اللہ تعالیٰ اغاثنی بابی حنیفة وسفیان کنت کسائر الناس۔

ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہؒ اور امام سفیانؒ کے ذریعہ میری مدد نہ کرتا تو میں عام لوگوں کی طرح ہوتا۔

امام ابوحنیفہؒ کی مزید مدح کرتے ہوئے امام عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں:

ان کان الاثر قد عرف واحتیج الی الرائ؛ فرای مالك وسفيان وابی حنيفة وابوحنيفه احسنهم وادقهم فطنة واغوصهم على الفقه وهو افقه الثلاثة۔

ترجمہ: اگر اثر (حدیث) میں فقہ کی ضرورت پیش آئے تو اس میں امام مالکؒ، امام سفیانؒ اور امام ابوحنیفہؒ کی رائے معتبر ہوگی۔ امام ابوحنیفہؒ ان سب میں عمدہ اور دقیق سمجھ کے مالک ہیں۔ فقہ کی باریکیوں میں گہری نظر رکھنے والے اور تینوں میں بڑے فقیہ ہیں۔

بلکہ امام ابوحنیفہؒ پر ناز کرتے ہوئے عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں:

ھاتوا فی العلماء مثل ابی حنیفة والا فدعونا ولا تعذبونا۔

ترجمہ: علماء میں امام ابوحنیفہؒ کی مثل لاؤ ورنہ ہمیں معاف رکھو اور کوفت نہ دو۔

ان کے علاوہ کئی اقوال امام صاحبؒ کی منقبت وشان میں امام عبداللہ بن مبارک

رحمۃ اللہ علیہ میں مختلف کتب میں پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا یتیماً فی الحدیث سے جرح سمجھنا امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی غلطی ہے۔

وروی عن ابن دوما إلی عليّ بن إسحاق الترمذي قال: قال ابن المبارك: كان أبو حنيفة يتيما في الحديث. هذا بالمدح أشبه منه بالذم فإن الناس قد قالوا درة يتيمة إذا كانت معدومة المثل، وهذا اللفظ متداول للمدح لا نعلم أحدا قال بخلاف، وقيل يتيم دهره، وفريد عصره وإنما فهم الخطيب قصر عن إدراك ما لا يجهله عوام الناس. (تاریخ بغداد وذیولہ ج22 ص93)

ترجمہ: حافظ ابوالحسن احمد بن ایبک ابن الدمیاطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۹ھ) فرماتے ہیں: "یتیماً فی الحدیث" کا لفظ مدح کے زیادہ مشابہ ہے نہ کہ ذم کے، کیونکہ عام طور پر جب کسی چیز کی مثالیں کم ملتی ہوں، تو لوگ "درۃ یتیمۃ" کا لفظ بولتے رہتے ہیں اور یہ لفظ عام طور پر رائج ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ کسی نے اس میں اختلاف کیا ہو جیسا کہ یتیم دھر اور فرید عصر وغیرہ الفاظ بولے جاتے ہیں خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی فہم اس بات کو سمجھنے سے قاصر رہی جس سے عوام بھی بے خبر نہیں۔

6 کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں؟

1 مقدمہ ابن خلدون میں ذکر کردہ قول کا تحقیقی جائزہ

اعتراض: تاریخ ابن خلدون میں ہے:

فابو حنیفة یقال بلغت روایة الی سبعة عشر حدیثاً۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ ان کو سترہ حدیثیں پہنچی ہیں۔

جواب: اس کا جواب بہت واضح ہے کہ علامہ عبدالرحمن بن محمد ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۰۸ھ) نے کسی مجہول شخص کا قول نقل کیا ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ خود لفظ "یُقَالُ" سے تعبیر کرنے میں اس کے ضعف اور باطل ہونے کی طرف اشارہ بھی کر دیا۔ بلکہ علامہ ابن

خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا یوں رد فرمایا ہے:

وقد تقوّل بعض المبغضين المتعسّفين إلى أنّ منهم من كان قليل البضاعة في الحديث. فلهذا قلّت روايته. ولا سبيل إلى هذا المعتقد في كبار الأئمّة لأنّ الشّريعة إنّما تؤخذ من الكتاب والسّنّة.

(ديوان المبتدأ والخبر في تاريخ العرب والبربر ومن عاصرهم من ذوي الشأن الأكبر، ص561. المؤلف: عبد الرحمن بن محمد بن محمد، ابن خلدون أبو زيد، ولي الدين الحضرمي الإشبيلي (المتوفى: 808هـ). الناشر: دار الفكر، بيروت. الطبعة: الثانية، 1408هـ-1988م)

ترجمہ: بغض سے بھرے اور تعصب میں ڈوبے لوگوں نے بعض ائمہ کرام پر یہ الزام لگایا ہے کہ ان کے پاس حدیث کا سرمایہ بہت کم تھا۔ اسی وجہ سے ان کی روایتیں بہت کم ہیں۔ کبار ائمہ کی شان میں اس قسم کی بدگمانی رکھنے کی کوئی معقول وجہ نہیں کیونکہ شریعت قرآن وحدیث سے لی جاتی ہے۔

اس صراحت سے معلوم ہوا کہ سترہ حدیثیں روایت کرنے کا الزام وغیرہ محض متعصبین کا تعصب ہے۔ ائمہ حضرات کے دامن اس جیسے الزام سے پاک ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صحیح راویات واسانید سے مروی اخبار وآثار بیان کر دیے جائیں جن سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں وسعتِ اطلاع، وفورِ علم اور جلالتِ شان معلوم ہو۔

چنانچہ:

۱ امام ابوعبداللہ الصیمری رحمۃ اللہ علیہ اور امام موفق بن احمد مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے امام حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے: "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ناسخ منسوخ احادیث کی پہچان میں بہت ماہر تھے۔ حدیث جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے ثابت ہوتو اس پر عمل کرتے تھے اور اہل کوفہ (جو اس وقت حدیث کا مرکز تھا) کی احادیث کے عارف تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری فعل کے حافظ تھے۔

۲ امام موفق مکی رحمۃ اللہ علیہ سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں: ''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تقویت میں کبھی مجھے دو احادیث ملتی اور کبھی تین، میں انہیں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لاتا، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بعض کو قبول کرتے بعض کو نہیں اور فرماتے کہ یہ حدیث صحیح نہیں یا معروف نہیں۔ تو میں عرض کرتا حضرت آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کیسے پتا چلا؟ تو فرماتے کہ میں اہل کوفہ کے علم کو جانتا ہوں''۔

۳ امام یحییٰ بن نصر بن حاجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو ان کا گھر کتابوں سے بھرا ہوا تھا میں نے عرض کیا: ''یہ کیا ہیں؟''۔ فرمایا: ''یہ ساری احادیث ہیں، میں ان سے وہ بیان کرتا ہوں جس سے عوام کو نفع ہو''۔

۴ امام حافظ اسماعیل العجلونی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۶۲) ھ فرماتے ہیں:

(ابوحنیفه) فهو رضی الله عنه حافظ حجة فقیه۔

ترجمہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حافظ، حجت اور فقیہ ہیں۔

قارئین آپ اندازہ فرمائیں کہ اس قول میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حافظ اور حجت کہا گیا۔ حافظ ایک لاکھ احادیث کی سند و متن اور احوال رواۃ کے جاننے والے کو کہتے ہیں اور حجۃ تین لاکھ حدیثوں کے حافظ کو کہتے ہیں۔

۵ امام محمد بن سماعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام تصانیف میں ستر ہزار سے کچھ اوپر احادیث ذکر کی ہیں اور اپنی کتاب الآثار چالیس ہزار احادیث سے انتخاب کر کے لکھی ہے''۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر قلتِ حدیث کا الزام غلطِ محض ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کثیر الحدیث تھے اور اصطلاحِ محدثین میں حافظ و حجت تھے۔ رحمة الله علیه رحمة واسعة۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے اور روزِ قیامت اپنے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی معیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی میں بہشت کے ان اعلیٰ درجات میں جگہ عطا فرمائے جہاں ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمسائیگی کا شرف نصیب ہو۔ آمین!

اس کی بہت عمدہ اور شافی بحث کے لیے مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

الموسوعه الحدیثیه لمرویات الامام ابی حنیفة، ج 1 ص 39 تا 59۔

جمعه واعده وعلق علیه: العلامه المحقق الشیخ لطیف الرحمن البهرائجی القاسمی۔ا لناشر: دار الکتب العلمیة۔الطبعة : الأولى 1442ه-2021م۔عدد المجلدات: 20۔عدد الصفحات: 7816۔

7 قراءت شاذہ کتاب منحول اور تکفیرِ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سیاسی، اجتماعی، اخلاقی، علمی، فقہی اور دینی حیثیت سے فضل وتفوق، برتری اور جس امتیاز کی حامل ہے، اسی تناسب سے مخالفین و حاسدین، بعض معاصرین اور تحزب پسند افراد نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر کیچڑ اُچھالنے میں جو غضب ڈھایا ہے، اس کی جھلک قارئین اس کتاب میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ذیل میں ان میں سے چند بے جا خرافات اور ان کے مقابلہ میں واقعاتی حقائق نذرِ قارئین ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قراءت سبعہ کے مشہور قاری حضرت عاصم کوفی رحمۃ اللہ علیہ سے قراءت قرآن حاصل کی تھی۔ انہی کی قراءت بروایت امام حفص رحمۃ اللہ علیہ اس وقت دنیائے اسلام میں رائج ہے۔ لیکن حاسدین نے ان کی طرف یہ مشہور کر دیا جو عام طور پر کہا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قراءتِ شاذہ کو اختیار کرتے اور روایت کرتے، اور ان میں سے مسائل واحکام کا استنباط کر کے فقہ کی تدوین کرتے رہے۔ دراصل ہوا یوں کہ محمد بن جعفر خزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے قراءتِ شاذہ میں ایک رسالہ مرتب کیا، اور ان میں درج کردہ قراءتِ شاذہ کی نسبت حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کر دی، جس سے بعض مفسرین اور مصنفین کو دھوکہ ہوا۔ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد بطورِ قولِ فیصل خیرات الحسان سے نقل کر دیا جاتا ہے:

ائمہ اور علماء کی ایک جماعت نے جن میں دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ کتاب موضوع (خودساختہ، من گھڑت) ہے، اور امام ابوحنیفہ سے بری ہیں۔

(الخیرات الحسان ص138)

مخالفین بالخصوص اہلِ حدیث میں سے غالی لوگ کتاب منخول (جس میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراضات کئے گئے ہیں) کی نسبت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کرتے ہیں، علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے الخیرات الحسان میں اس کے بارے میں تصریح فرمائی ہے:

یہ کتاب ایک معتزلی کی تصنیف ہے جس کا نام محمود غزالی رحمۃ اللہ علیہ ہے جو حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نہیں ہے۔

کتاب منخول کو حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرنے والے اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے ہیں، جب ان کے سامنے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی احیاء العلوم کا یہ اقتباس پیش کیا جاتا ہے، جس میں انھوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو عابد وزاہد اور ایک عظیم عارف باللہ قرار دیا ہے:

كان عابداً وزاهداً وعالماً بعلوم الآخرة وفقيهاً فی مصالح الخلق فی الدنيا ومريداً بفقهه وجه الله تعالى.

(إحياء علوم الدين، ج1 ص24۔ المؤلف: أبو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی (ت505ھ)۔ الناشر: دار المعرفة-بيروت)

ترجمہ: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عابد، زاہد، عارف باللہ، اللہ سے خوف کرنے والے اور اپنے علم کے ذریعہ اللہ کی مرضی کے طالب تھے۔

باب 15

کیا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر قلتِ عربیت کا الزام درست ہے؟

1 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عربیت پر اعتراض

بعض معاندین نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو علومِ عربیت میں کمال حاصل نہ تھا۔ غیر مقلدوں کے نواب صدیق حسن خان قنوجی رحمۃ اللہ علیہ کی جسارت دیکھیے۔ نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''التاج المکلل''، میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی فقہ اور ورع کی تعریف کرتے ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں:

''ولم يكن يعاب بشيءٍ سوى قلّة العربية''۔

ترجمہ: ان میں کوئی عیب نہیں تھا، سوائے قلّتِ عربیت کے۔

موصوف لکھتے ہیں:

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عربی زبان سے بھی پوری طرح واقف نہ تھے۔

(ابجد العلوم، ج:۳، ص:۱۰۰، ماخوذ از ندائے شاہی مرادآباد، ص:۵۶، دسمبر ۲۰۱۳ء)

اس کا ماخذ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کردہ قول ہے:

أخبرنا العتيقي، حدّثنا محمّد بن العبّاس، حَدَّثَنَا أَبُو أَيُّوبَ سُلَيْمَانُ بْنُ إِسْحَاقَ الْجَلَّابُ قَالَ: سمعت إبراهيم الحربي يقول: كان أَبُو حنيفة طلب النحو فی أول أمره، فذهب يقيس فلم يجئ، وأراد أن يكون فيه

أستاذا. فقال: قلب وقلوب، وكلب وكلوب. فقيل له: كلب وكلاب. فتركه ووقع فى الفقه فكان يقيس، ولم يكن له علم بالنحو. فسأله رجل بمكة فقال له رجل شج رجلا بحجر، فقال هذا خطأ ليس عليه شيء، لو أنه حتى يرميه بأبا قبيس لم يكن عليه شيء.

(تاریخ بغداد وذیوله ط العلمیة، (الخطیب البغدادی)، ج13 ص333)

ترجمہ: ابراہیم الحربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ابتدائی دور میں علمِ نحو حاصل کرتے تھے۔ تو اس میں قیاس کرنا شروع کردیا، اور ان کا ارادہ یہ تھا کہ اس میں استاد بن جائیں۔ تو وہ کہنے لگے: قلب کی جمع قلوب ہے، اور کلب کی جمع بھی کلوب ہے۔ تو ان سے کہا گیا کہ کلب کی جمع کِلاب ہے۔ تو انھوں نے اس علم کو حاصل کرنا چھوڑ دیا، اور فقہ میں مشغول ہو گئے۔ ان کو نحو کا علم حاصل نہیں تھا۔ تو ایک آدمی نے ان سے مکہ میں پوچھا کہ اگر کوئی آدمی دوسرے کو پتھر مار کر اس کا سر پھوڑ دے، تو اس کی کیا سزا ہے؟ تو جواب میں کہا کہ یہ خطا ہے۔ اس پر کوئی چیز لازم نہیں آتی۔

لو أنه حتى يرميه بأبا قبيس لم يكن عليه شيء.

ترجمہ: اگر بیشک وہ اس پر ابوقبیس بھی پھینکے، تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہے۔

خطیب رحمۃ اللہ علیہ کا اعتراض اس میں یہ ہے کہ بأبي قبيس کی جگہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بأبا قبيس کہا، جو اس کی دلیل ہے کہ وہ نحو میں کمزور تھے۔

علامہ دینوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مختصر بیان کیا ہے:

وَقَدْ قِيلَ لِأَبِي حَنِيفَةَ، وَكَانَ فِي الْفُتْيَا وَلُطْفِ النَّظَرِ وَاحِدَ زَمَانِهِ، مَا تَقُولُ فِي رَجُلٍ تَنَاوَلَ صَخْرَةً فَضَرَبَ بِهِ رَأْسَ رَجُلٍ فَقَتَلَهُ، أَتُقِيدُهُ بِهِ؟ فَقَالَ: لَا، وَلَوْ رَمَاهُ بِأَبَا قُبَيْسٍ.

(تأويل مختلف الحديث، ص134. المؤلف: أبو محمد عبد الله بن مسلم بن قتيبة الدينوري (ت 276هـ). الناشر: المكتب الاسلامي - مؤسسة الإشراق. الطبعة: الطبعة الثانية-مزيدة ومنقحة: 1419هـ-1999م. عدد الصفحات: 528)

1 روایت کی سند قابلِ قبول نہیں

علامہ زاہد کوثری رحمۃ اللہ علیہ اس روایت پر سندی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس روایت کے مرکزی راوی ابراہیم بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 285ھ ہے۔ تو اس کے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان تو بیابان ہیں (یعنی ایسے راوی ہیں جن کا سر، پاؤں معلوم نہیں)۔ تو یہ خبر مقطوع ہے، اور خبر مقطوع تو ان (خطیب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم مذہب شوافع حضرات) کے نزدیک مردود ہے (تو خطیب رحمۃ اللہ علیہ کیسے اس کو پیش کر رہا ہے)۔ پھر اس کی سند میں جو محمد بن العباس رحمۃ اللہ علیہ ہے، وہ ابن حیویہ الخزاز رحمۃ اللہ علیہ ہے اور خود (ج3 ص122 میں) خطیب نے ازہری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ ترجمہ ذکر کیا ہے کہ اس میں تسامح تھا۔ بعض دفعہ پڑھنے کا ارادہ کرتا، تو اس کلام کا اصل کے پڑھے ہوئے کلام کے قریب بھی نہ ہوتا تھا۔ پھر وہ اس کو ابوالحسن بن الرزاز رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے پڑھتا، کیونکہ اس کو اس کتاب پر اعتماد تھا، اگرچہ اس میں اس کو سماع نہیں تھا، لیکن ایسا آدمی ثقہ کیسے ہوسکتا ہے جو اس حدیث کو بیان کرے جس میں اس کو سماع نہیں ہے؟ اور ہو سکتا ہے کہ کتاب میں کمی بیشی یا تبدیلی یا اس جیسی کوئی اور خرابی ہوگئی ہو، اور اس جیسا ان (شوافع) کے نزدیک مردود التحدیث ہے (کہ اس بات کو رد کر دیا جاتا ہے)۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ ابوالحسن الرزاز رحمۃ اللہ علیہ جس کی کتاب پر وہ اعتماد کرتا تھا، وہ علی بن احمد رحمۃ اللہ علیہ ہے، جو ابن طیب الرزاز رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت سے مشہور تھا، اور یہ معمر آدمی تھا، اور اس کی وفات خزاز رحمۃ اللہ علیہ سے بعد میں ہوئی۔ خود خطیب رحمۃ اللہ علیہ (ج11 ص331 میں) نے صراحت سے لکھا ہے کہ اس کا ایک بیٹا تھا جس نے اس کی اصل کتابوں میں کمزور قسم کی سنی سنائی باتیں شامل کردی تھیں۔ تو کیا قیمت ہوسکتی ہے اس شخص کی جو اس پر اعتماد کرے، اس کے اصول میں سے بیان کرتا ہے، اور کتنے ہی اہلِ علم گزرے ہیں جن کو مسودہ اگر ایک رات بھی غائب ہوجاتا، تو وہ اپنے مسودہ سے روایت کا انکار کردیتے تھے، چہ جائیکہ اس کے مسودہ کے علاوہ سے روایت کی جائے۔

ان (شوافع) کا اپنے اصول وقواعد میں انتہائی حریص ہونا خود خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب: الکفایۃ میں لکھا ہے (مگر یہاں کچھ پاس داری نہیں) اور متساہل کا درجہ قبول سے ساقط ہونا تو ان کے ہاں متفقہ بات ہے۔

(تانیب الخطیب ص44 تا45 عربی؛ تانیب الخطیب، اردو ص96، 97)

2 روایت کا متن بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے خلاف ہے

رہی بات متن کے لحاظ سے، تو خبر میں انتہائی کمزوری ہے، اور یہ خلاف ہے اس کے جو تواتر سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہے۔ اس لیے کہ مثقل (بوجھل، بھاری) چیز کے ساتھ قتل، تو خیمہ کی لکڑیوں کے ساتھ قتل کی طرح ہے، جیسا کہ حدیث میں ثابت ہے اور یہ صورت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شبہ عمد ہے جس کی وجہ سے قاتل پر کفارہ اور اس کی عاقلہ (برادری، ہم پیشہ لوگ) پر دیتِ مغلظہ واجب ہوتی ہے۔ اور اسی طرح ایسے پتھر کے ساتھ قتل کرنا جو شیشہ کی طرح تیز کناروں والا نہ ہو۔ اور خطیب رحمۃ اللہ علیہ شج (زخمی کرنا) کے متعلق بحث کر رہا ہے، اور اس کی نسبت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کر رہا ہے کہ بیشک مثقل چیز کے ساتھ قتل ان کے نزدیک قتل خطا ہے، حالانکہ تواتر کے ساتھ ان سے جو مذہب ثابت ہے، وہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک خطا نہیں، بلکہ خطا عمد ہے، اور اسی کو شبہ عمد کہتے ہیں۔

(تانیب الخطیب ص45 تا46 عربی؛ تانیب الخطیب، اردو ص97، 98)

3 نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا ماخذ

یہاں نواب صدیق حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علمِ حدیث کے اعتبار سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ البتہ قلّتِ عربیہ کا الزام لگایا ہے اور یہ الزام کسی طرح بھی درست نہیں۔ دراصل یہ جملہ نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی ابنِ خلکان رحمۃ اللہ علیہ کی ''وفیات الاعیان'' سے نقل کیا ہے، لیکن آگے خود قاضی ابنِ خلکان رحمۃ اللہ علیہ نے اِس الزام

کی جو تردید نقل کی ہے۔ اسے نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نقل نہیں کیا (اب اس ادھوری بات کے نقل کرنے کو کیا کہا جائے؟؟؟)۔

4 قاضی ابنِ خلکان رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

قاضی ابنِ خلکان رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر قلّتِ عربیہ کا جو الزام عائد کیا گیا۔ اِس کی بنیاد صرف ایک واقعہ پر ہے، اور وہ یہ کہ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مسجدِ حرام میں تشریف فرما تھے۔ وہاں ایک مشہور نحوی نے اُن سے پوچھا:

''اگر کوئی شخص کسی کو پتھر مار کر ہلاک کردے، تو اس پر قصاص آئے گا یا نہیں؟''۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''نہیں''۔ اس پر نحوی نے متعجب ہوکر پوچھا:

''ولو رماہ بصخرۃ؟'' (اگرچہ اس نے چٹان سے مارا ہو؟)۔

اس پر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''نعم ولو رماہ بابا قبیس''۔

اس سے اس نحوی نے یہ مشہور کردیا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عربیت میں مہارت نہیں، کیونکہ ''بابی قبیس'' کہنا چاہیئے تھا۔ لیکن قاضی ابنِ خلکان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اعتراض درست نہیں کیونکہ بعض قبائلِ عرب کی لغت میں اسماء ستّہ مکبّرہ کا اعراب حالتِ جرّی میں بھی الف سے ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک شاعر کا مشہور شعر ہے:

إن أباها و أبا أباها

قد بلغا في المجد غايتاها

ترجمہ: بلاشبہ اُس (عورت) کا باپ اور اُس کے باپ کا باپ (دادا)، دونوں بزرگی کی انتہاء کو پہنچ گئے۔

یہاں قاعدہ کی رُو سے ''ابا ابیھا'' ہونا چاہیئے تھا، لیکن شاعر نے حالتِ جری میں بھی اعراب الف سے ظاہر کیا۔

(وفیات الأعیان وأنباء أبناء الزمان، ج5 ص413، ج27 ص92. المؤلف: أبو

العباس شمس الدين أحمد بن محمد بن إبراهيم بن أبي بكر ابن خلكان البرمكي الإربلي (المتوفى: 681ھ)۔ الناشر: دار صادر - بيروت؛ تاریخ ابن الوردی ج1 ص188؛ مكانة الإمام أبي حنيفة في الحديث ص145)

لہٰذا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا قول انہی قبائلِ عرب کی لغت کے مطابق تھا۔ صرف اس واقعہ کو بنیاد کر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت پر قلّتِ عربیت کا الزام ناانصافی اور شاید حسد کے سوا کچھ نہیں۔ یہاں اِس بحث کا مختصر خلاصہ ذکر کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، علامہ ظفر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ کی کتاب ''انجاء الوطن من الازدراء بامام الزمن'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

5 العلامہ، الحافظ محمد بن ابراہیم الوزیر رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

العلامہ، الحافظ محمد بن ابراہیم الوزیر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 840ھ) فرماتے ہیں:

ولو كان الإمام أبو حنيفة جاهلاً ومن حلية العلم عاطلاً ما تطابقت جبال العلم من الحنفيّة على الاشتغال بمذاهبه، كالقاضي أبي يوسف، ومحمّد بن الحسن الشّيبانيّ، والطّحاويّ، وأبي الحسن الكرخيّ، وأمثالهم وأضعافهم، فعلماء الطّائفة الحنفيّة في الهند، والشّام، ومصر، واليمن، والجزيرة، والحرمين، والعراقين منذ مئة وخمسين من الهجرة إلى هذا التاريخ يزيد على ستمائة سنة، فهم ألوف لا ينحصرون، وعوالم لا يحصون من أهل العلم /والفتوى، والورع والتّقوى، فكيف يجترىء هذا المعترض، ويجوّز عليهم أنّهم تطابقوا على الاستناد إلى عامّي جاهل لا يعرف أنّ الباء تجرّ ما بعدها۔

(الرَّوضُ البَاسِم في الذّبِّ عَن سُنَّةِ أبي القَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، ج1 ص311، 312۔ المؤلف: ابن الوزير، محمد بن إبراهيم بن علي بن المرتضى بن المفضل الحسني القاسمي، أبو عبد الله، عز الدين، من آل الوزير (ت 840ھ)۔ الناشر: دار

عالم الفوائد للنشر والتوزيع۔ عدد الأجزاء: 2)

ترجمہ اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جاہل اور زیورِ علم سے عاری ہوتے، تو علمائے حنفیہ میں علم کے پہاڑ ان کے مذہب پر کیوں متفق ہوتے؟ مثلاً: قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ، امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ، ابوالحسن کرخی رحمۃ اللہ علیہ، اور ان جیسے اور، اور اِن سے دو گنے، چوگنے حضرات۔ علمائے احناف کا طائفہ ہند، شام، مصر، یمن، جزیرہ، حرمین، عراقِ عرب اور عراقِ عجم (وغیرہ) میں ایک سو پچاس ہجری (150ھ) سے لے کر آج کی تاریخ تک جو چھ سو سال سے بھی زیادہ عرصہ گزر چکا ہے، ہزاروں کی تعداد میں گزر چکے ہیں، جو احاطہ سے باہر ہیں، اور مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں، اور جو شمار میں نہیں آسکتے، جو اہلِ علم اور صاحبِ فتویٰ اور ورع و تقویٰ کے مالک ہیں۔ سو یہ معترض کیسے جراءت کرتا اور کس طرح ان کے حق میں یہ جائز سمجھتا ہے کہ وہ سب کے سب ایک عامی اور جاہل پر متفق ہو گئے ہیں، جو یہ بھی نہیں جانتا کہ حرفِ ''ب'' مابعد کو جر دیتا ہے۔

پھر اس کی مزید تفصیل و تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وأمّا قوله: بأبا قبيس فالجواب عنه من وجوه:

الأوّل: أنّ هذا يحتاج إلى طرق صحيحة، والمعترض قد شدّد في نسبة الصّحاح إلى أهلها مع اشتهار سماعها، والمحافظة على ضبطها، فكيف بمثل هذا؟!.

الثّاني: أنّه إن ثبت بطرق صحيحة، فإنّه لم يشتهر، ولم يصحّ مثل شهرة صدور الفتيا، ودعوى الاجتهاد عن الإمام أبي حنيفة، وقد تواتر علمه وفضله، وأجمع عليه، وليس يقدح في المعلوم بالمظنون، بل بما لا يستحق أن يسمّى مظنوناً.

الثالث: أنّا لو قدّرنا أنّ ذلك صحّ عنه بطريق معلومة لم يقدح به لأنّه ليس بلحن بل هو لغة صحيحة، حكاها الفراء عن بعض العرب وأنشد:

إنّ أباها وأبا أباها ... قد بلغا فی المجد غایتاها

(الرّوضُ البَاسِمُ فی الذّبِّ عَنْ سُنَّةِ أبی القَاسِمِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، ج1 ص315)

ترجمہ: بہر حال اس معترض کا بأبا قبیس کے لفظ سے اعتراض، تو اس کے کئی جواب ہیں:

اول: امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اس لفظ کی نسبت کسی صحیح سند کے ساتھ ہونی چاہیے، اور معترض نے صحاح کو بھی ان کے اہل کی طرف نسبت کرنے میں تشدد سے کام لیا ہے، حالانکہ ان کی شہرتِ سماعت اور ضبط و محافظت ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔ سو اس (غیر صحیح) روایت کا کیا اعتبار؟

دوم: اگر یہ نسبت کسی صحیح سند سے ثابت بھی ہو جائے، تو اس کی شہرت اور صحت اس پایہ کی نہیں جس پایہ کی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے صدورِ فتویٰ اور دعویٰ اجتہاد کی نسبت مشہور اور صحیح ہے، اور تواتر و اجماع سے ان کا علم و فضل ثابت ہے۔ لہٰذا ایک معلوم حقیقت پر مظنون چیز سے اعتراض کس طرح ہو سکتا ہے؟ بلکہ وہ تو مظنون کہلانے کی بھی مستحق نہیں ہے۔

سوم: اگر ہم اس نسبت کو صحیح بھی تسلیم کر لیں کہ صحیح طرق کے ساتھ اُن سے یہ ثابت ہے، تو بھی یہ نہ تو کوئی عیب ہے، اور نہ غلطی، بلکہ صحیح لغت ہے، جیسا کہ مشہور نحوی فراء رحمۃ اللہ علیہ نے بعض عرب سے یہ نقل کیا ہے، اور اس پر یہ شعر پڑھا ہے:

إنّ أباها و أبا أباها
قد بلغا فی المجد غایتاها

6 الحافظ أبو عبد الله محمد بن محمود بن النجار البغدادی رحمۃ اللہ علیہ (578-643ھ) کی تحقیق

فأقول وبالله التوفیق.

هذا من یکون عالما بالعربیة. لأن الشرع مردود إلی ما ورد عن النبی صلی الله علیه وسلم. والعربیة مردودة إلی العرب. فما جاء عنهم

أخذنا به. فإن کان کثیرا جوزناه وإن کان قلیلا جدا. قال سیبویه فی مثل هذا: سمعنا من العرب من یقول ذاك. فإن کان قد سمعه من فصیح أو موثوق به نبه علیه. فقال سمعناه ممن یوثق بعربیته، وقوله: بأبا قبیس. قد جاء مثله للعرب وهو قولهم:

إن أباها وأبا أباها ... قد بلغا فی المجد غایتاها

فهذا منقول عن العرب.

وقد قریء فی قوله تعالی: إِنْ هذانِ لَساحِرانِ.[طه 63] ولم یقرأ إن هذین غیر أبی عمرو.

(کتاب الرّد علی أبی بکر الخطیب البغدادی، ج22 ص5،6. تألیف: الإمام الحافظ محبّ الدّین أبی عبد الله محمّد بن محمود ابن الحسن بن هبة الله بن محاسن المعروف بابن النجّار البغدادی (المتوفی سنة 643ھ). دراسة وتحقیق مصطفی عبد القادر عطا الجزء الثانی والعشرون. دار الکتب العلمیة بیروت-لبنان)

ترجمہ: یہ کلام اس سے صادر ہو سکتا ہے جو عربی زبان کا ماہر ہو، اس لیے کہ شریعتِ الٰہی کا منبع وہ ارشادات ہیں جن کا صدور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو۔ اور عربی زبان کو اہلِ عرب سے حاصل کرنا چاہیے، جو اہلِ عرب سے منقول ہو، اسی کو ہم قبول کریں گے، اگر وہ کثرت سے منقول ہو۔ اگر وہ قلیل ہو، تو ہم اس کو جائز کہیں گے۔ امام سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کے مثل فرماتے ہیں: ہم نے اہلِ عرب کو ایسا کہتے ہوئے سنا ہے۔ پھر اگر وہ کسی فصیح و ثقہ سے سنا ہوتا، تو اس پر تنبیہ فرماتے تھے۔ پھر انھوں نے فرمایا کہ ہم نے اس کلام کو اس شخص سے سنا ہے جو عربی میں ثقہ ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول بأبا قبیس بھی اسی طرح کا ہے۔ اسی کے مثل اہل عرب کا قول ہے:

إن أباها و أبا أباها
قد بلغا فی المجد غایتاها

یہ قولِ اہلِ عرب سے منقول ہے۔

اسی لغت میں قرآن مجید کی اس آیت کو بھی پڑھا گیا ہے:

آیت 1:- قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ○ (طٰهٰ:63)

ترجمہ آخر کار کچھ لوگوں نے کہا: ''یہ دونوں تو محض جادوگر ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہاری زمین سے بے دخل کر دیں اور تمہارے مثالی طریقِ زندگی کا خاتمہ کر دیں۔

إِنۡ هٰذَيۡنِ کی لغت میں صرف ابوعمرو بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ہی پڑھا ہے۔

آگے مصنف نے اس کے تائید میں بہت سارے اقوال و اشعار بیان کر کے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید کی ہے۔

علامہ حموی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید میں بھی بہت عمدہ کلام فرمایا ہے:

(معجم البلدان، ج1 ص81۔ المؤلف: شهاب الدين أبو عبد الله ياقوت بن عبد الله الرومي الحموي (ت 626هـ)۔ الناشر: دار صادر، بيروت۔ الطبعة: الثانية، 1995م۔ عدد الأجزاء:7)

7 حدیث سے استدلال

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک حدیث میں فرماتی ہیں:

أَلَا يُعۡجِبُكَ أَبَا فُلَانٍ۔

(الجامع الصحيح، ج7 ص362 رقم 3568۔ للإمام الحافظ أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري (ت256 هـ)۔ بحاشية: المحدث أحمد علي السهارنفوري (ت 1297 هـ)۔ تحقيق وتعليق: الأستاذ الدكتور تقي الدين الندوي۔ الناشر: مركز الشيخ أبي الحسن الندوي للبحوث والدراسات الإسلامية - مظفر فور، أعظم جراه، يوبي، الهند۔ الطبعة: الأولى، 1432 هـ - 2011م۔ عدد الأجزاء: 15؛ تغليق التعليق (ابن حجر العسقلاني) ج4 ص50 رقم 3568؛ مشارق الأنوار على صحاح

الآثار (القاضي عياض) ج1 ص15)

جواب کیا تجھے أَبَا فُلَانٍ (فلاں کا باپ) تعجب میں نہیں ڈال دیتا۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

قَوۡله: (أَبُو فلَان) كَذَا فِي رِوَايَة كَرِيمَة والأصيلي، وَفِي رِوَايَة الأَكۡثَرين: أَبَا فلَان، أما الرِّوَايَة الأولى فَلَا إِشۡكَال فِيهَا، وَأما الثَّانِيَة فعلى لُغَة من قَالَ: (أَن وَلَو رَمَاه بأبا قبيس)

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري (بدر الدين العيني)، ج16 ص115)

ترجمہ اس حدیث میں دو روایات ہیں۔ کریمہ کی روایت میں أَبُو فلَان ہے، جب کہ اکثر کی روایت میں أَبَا فلَان ہے۔ پہلی روایت کے الفاظ میں تو کوئی اشکال نہیں ہے جب کہ دوسری روایت کے الفاظ، وہ اس لغت کے مطابق ہیں جو (أَن وَلَو رَمَاه بأبا قبيس) میں بیان کی گئی ہے۔

8 العلامہ محمد زاہد بن الحسن الکوثری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

پھر اس کلمہ: بأبا قبیس کی وجہ سے مخالفین بہت خوش ہوئے تا کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی لغت میں کمزوری پر دلیل بنا سکیں۔ عربی شاعر کا قول شواہدِ عربیہ میں معروف ہے (یعنی کسی کلام کے مطابق عربی شاعر کا کلام ثابت ہو جائے، تو اس کلام کا عربی میں صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے، تو یہاں بھی شاعر کا کلام ثابت ہے۔ اس لیے اس کلام کو غلط قرار دینا کوئی دانش مندی نہیں ہے)۔

إن أباها و أبا أباها
قد بلغا في المجد غايتاها

ترجمہ بلاشبہ اُس (عورت) کا باپ اور اُس کے باپ کا باپ (دادا)، دونوں بزرگی کی انتہاء کو پہنچ گئے۔

(اگر اعتراض ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے باء جارہ داخل ہونے کے باوجود بأبا

قبیس پڑھا ہے۔تو اس شعر میں بھی و أبا أباها میں پہلا أبا مضاف ہے، اور آگے أبیہا ہونا چاہیے۔مگر شاعر أباها ہی کہہ رہا ہے۔تو یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ أب پر اگر جارہ داخل ہو، تو اس کو الف کے ساتھ أباها پڑھا جا سکتا ہے)۔اور أب اگر یا متکلم کے علاوہ کسی اور اسم کی طرف مضاف ہو، تو اضافت کے وقت اس کو تمام حالتوں (رفعی، نصبی، جری) میں الف کے ساتھ اس کا استعمال عرب کے کئی قبائل کی لغت میں پایا جاتا ہے، جیسا کہ حنین بن نزار، قیس عیلان اور بنی الحارث بن کعب، اور یہی لغت ہے اہلِ کوفہ کی۔اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی کوفی ہیں۔(تو اگر انھوں نے اپنی لغت کے مطابق کلام کیا ہے، تو اعتراض کیسا؟)، بلکہ یہ لغت تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بھی ہے، کیونکہ انھوں نے فرمایا:

فَقَالَ: أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ.

(بخاری رقم 3963، 4020؛ مسند احمد رقم 12304؛ المختصر النصيح في تهذيب الكتاب الجامع الصحيح، (المهلب بن أبي صفرة) رقم 2362 (4020)؛ الجمع بين الصحيحين للحميدي رقم 1968)

(حالانکہ مشہور قاعدہ کے مطابق ابوجہل ہونا چاہیے تھا)، جیسا کہ اُن کی یہ کلام صحیح بخاری میں ہے۔

علامہ انورشاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید میں فرماتے ہیں:

قوله: (أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ) وهذا نظيرُ قول أبي حنيفة: ولو ضُرِبَ بأَبَا قُبَيْسٍ. وهذه لغةٌ في الأسماء الستة الكبَّرة مطردة. وجهِلَ من طَعَنَ فيه على أبي حنيفة.

(فيض الباري على صحيح البخاري، ج 5 ص 37 تحت رقم 4020۔ المؤلف: (أمالي) محمد أنور شاه بن معظم شاه الكشميري الهندي ثم الديوبندي (ت 1353هـ)۔ المحقق: محمد بدر عالم الميرتهي۔ الناشر: دار الكتب العلمية بيروت-لبنان۔

الطبعة: الأولى، 1426هـ-2005م. عدد الأجزاء: 6)

امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لغت بنی الحارث، زبید، خثعم اور ہمدان کی طرف منسوب کی ہے، اور ابوالخطاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس لغت کی نسبت بنو کنانہ کی طرف کی ہے، اور ان میں سے بعض نے بنو العنبر، بنو الجہم اور ربیعہ کے بعض خاندانوں کی طرف اس لغت کی نسبت کی ہے۔نیز کسائی رحمۃ اللہ علیہ، ابوزید رحمۃ اللہ علیہ، ابوالخطاب رحمۃ اللہ علیہ اور ابوالحسن الاخفش رحمۃ اللہ علیہ جیسے ائمہ عربیت سے یہ لغت منقول ہے۔تو اس کے بعد انکار کے حیلے بہانے کرنا یقیناً مردود ہے۔اگر آپ اس بارہ میں تفصیل دیکھنا چاہتے ہیں تو امام بدرالدین العینی رحمۃ اللہ علیہ کی الشواہد الکبریٰ کی طرف مراجعت کریں۔تو جو کلام عرب کے اتنے قبائل کی لغت کے موافق ہو، تو اس کو صرف وہی آدمی غلطی شمار کرے گا، جو علمِ نحو کی چند مختصر کتابوں کے علاوہ باقی کتابوں سے ناواقف ہو۔

پھر یہ بات بھی قابلِ وضاحت ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں ابوقبیس سے مراد وہ بلند پہاڑ نہیں جو مکہ میں ہے۔اس لیے کہ مسعود بن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب التعلیم میں روایت کی ہے کہ ابن الجہم رحمۃ اللہ علیہ نے فراء رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے قاسم بن معن رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ ابا قبیس اس لکڑی کا نام ہے جس پر گوشت لٹکایا جاتا ہے (یعنی قصاب جس پر عام طور پر گوشت لٹکاتے ہیں، اس لکڑی کو ابا قبیس کہتے ہیں)۔اور ابوسعید السیرافی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کلام میں ابا قبیس سے یہی لکڑی مراد لی ہے۔(کتاب التعلیم)

تو ابوقبیس خیمے اور چھت کے ستونوں والی لکڑی کے قبیل سے ہے، اور شاید کہ اس جیسی لکڑی کو ابوقبیس کا نام دینے کی وجہ یہ ہو کہ وہ لکڑی کے ستونوں کی قسم سے ہے جن کی حالت تو یہ ہونی چاہیے کہ ان کو آگ سینکنے کے لیے جلانا چاہیے۔

اس واقعہ میں مکہ کا ذکر نہیں ہے۔پختہ بات ہے کہ اس کا اضافہ اس آدمی نے کیا ہے جو وہم پیدا کرنا چاہتا ہے کہ بے شک اس سے مراد ابوقبیس کا پہاڑ ہے تاکہ مثقل چیز کے ساتھ قتل کے بارہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر بہت زیادہ عیب لگایا جا سکے، حالانکہ یہ

بات تو بالکل ظاہر ہے کہ پہاڑ تو آلہ ضرب بن ہی نہیں سکتا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مثقل چیز کے ساتھ قتل کے بارہ میں وہی ہے جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں نقل کی ہے۔

(تانیب الخطیب ص46 تا48؛ تانیب الخطیب مترجم ص98 تا100)

9 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عربیت پر اعتراض کرنے والے حاسد ہیں

جب نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے صدیوں پہلے کے اکابر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر لگائے جانے والے الزام کو صاف کر چکے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے اور یہ اور اس قسم کے دیگر الزامات کے پیچھے حاسد لوگ ہیں، تو انہیں کم از کم ان کا تو لحاظ کرنا چاہیے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے لوگوں کو جاہل تک کہہ دیا ہے، مگر کیا کریں رگِ غیر مقلدیت جب پھڑکتی ہے تو اندر کا لاوا باہر آ ہی جاتا ہے۔

10 علامہ ابنِ حجر الہیتمی المکی، الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

علامہ ابنِ حجر الہیتمی المکی، الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ قول باطل ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے معاندین کے اس اعتراض کا باطل ہونا اس امر سے بخوبی ظاہر ہے کہ بہت سے مسائلِ فقہ ایسے ہیں، جن کا مبنی علمِ عربیت ہے جس پر اگر کوئی ذرا بھی غور کرے گا تو وہ ضرور کہہ اٹھے گا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو علمِ عربیت میں ایسا کمال حاصل تھا۔ جس سے عقل ششدر ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار ایسے فصیح و بلیغ ہیں جس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر حیران ہیں۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس نظم کو علیحدہ جمع کیا ہے جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے"۔ (الخیرات الحسان، ص:65)

الاستاذ سید عفیفی محامی (محرر مجلة المحاماة الشرعية القاهرة) بھی حافظ ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بیان سے اتفاق کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تمام

علومِ شریعت، عربیت، ادب و حکمت میں ایسا کمال عطا فرمایا تھا کہ انسانی عقل حیران ہے۔

" فاما العلوم الشريعة والعربية والادبية والحكمية فكان فى كل هذا بحرا لا يجارى، واماما لا يمارى. وله مسائل فقهية بنى فيها أقواله على علم العربية. ومن تأملها يقضى بتكمنه من هذا العلم بما يبهر العقل وله من الشعر البليغ ما يعجز عنه كثير من نظرائه ".

(حیات الامام ابی حنیفۃ، ص:۱۲، طبع:۱۳۵۰ھ، قاہرہ)

11 علامہ تغری بردی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ صفدی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

مشہور حنبلی عالم جمال الدین بن یوسف تغری بردی رحمۃ اللہ علیہ (۸۷۴ھ) نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو متعدد علوم میں یگانہ روزگار بتایا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

برع فى الفقه والرأى وساد أهل زمانه بلا مدافعة فى علوم شتى.

(النجوم الزاهرة فى ملوك مصر والقاهرة، ج2 ص13۔ المؤلف: يوسف بن تغرى بردى بن عبد الله الظاهرى الحنفى، أبو المحاسن، جمال الدين (ت 874هـ). الناشر: وزارة الثقافة والإرشاد القومى، دار الكتب، مصر. عدد الأجزاء: 16)

علامہ صفدی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی لکھتے ہیں:

وبرع وساد فِي الرَّأْي أهل زَمَانه فِي الْفِقْه والتفريع للمسائل وتصدر للإشغال وَتخرج بِهِ الْأَصْحَاب.

(الوافى بالوفيات، ج27 ص89۔ المؤلف: صلاح الدين خليل بن أيبك بن عبد الله الصفدى (ت 764هـ). المحقق: أحمد الأرناؤوط وتركى مصطفى. الناشر: دار إحياء التراث- بيروت. عام النشر: ١٤٢٠هـ- ٢٠٠٠م. عدد الأجزاء: 29)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ علمِ نحو میں کس اونچے مقام پر تھے۔ اسے بھی دیکھتے جائیں۔ علامہ موفق بن احمد مکی رحمۃ اللہ علیہ (568ھ) لکھتے ہیں:

12 امام ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف جامع صغیر میں لکھا ہے کہ میں مدینۃ السلام میں شرح جامع کبیر پڑھا کرتا تھا۔ اس میں مجھے علمِ نحو کے ماہرین کے بعض مسائل پڑھنے تھے۔ میرے استاذ ابوعلی الحسن بن عبد الغفار الفارسی رحمۃ اللہ علیہ تھے، آپ اس کتاب کو بڑے اچھے طریقے سے پڑھاتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس کتاب کے مصنف نے بہت سے مسائل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل سے نقل کیے ہیں۔ ایسے مسائل وہی شخص کرسکتا ہے جوفنِ نحو میں خلیل رحمۃ اللہ علیہ اور سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہم پلہ ہو۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مذہب کے بیان میں نحوی مسائل کو جس طرح حل کیا ہے، وہ ماہرینِ نحو سے بھی داد وصول کرتے ہیں۔ اس علمِ نحو کی تمام جزئیات آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن میں تھیں، وہ علم کے امام تھے، علم کے بحرِ عمیق تھے۔

(مناقب امام اعظم (مترجم)، ص:382۔ المؤلف: صدر الائمۃ امام موفق بن احمد مکی۔ الناشر: مکتبہ نبویہ، لاہور)

13 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ میں گفتگو بہت باریک ولطیف ہے

عرب کے معروف فاضل ولید الزبیری نے اپنی ضخیم کتاب "الموسوعة الميسرة فی تراجم التفسیر والاقراء والنحو واللغة" میں جن علماء کا تذکرہ لکھا ہے، ان میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ بھی ہے۔ آپ علامہ صیمری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے یہ بھی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ میں گفتگو بہت باریک اور لطیف ہے۔ اس میں عیب اور کیڑے نکالنے والے جاہل لوگ ہیں۔ (الموسوعۃ، ص:۲۶۶۷)

طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ النَّخَعِيُّ، سَمِعْتُ حَفْصَ بْنَ غِيَاثٍ، يَقُولُ: "كَلامُ أَبِي حَنِيفَةَ أَدَقُّ مِنَ الشَّعْرِ لا يَعِيبُهُ إِلا جَاهِلٌ"۔

(مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه، ص32۔ المؤلف: شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (ت 748ھ)۔ تحقيق وتعليق: محمد زاهد الكوثري [ت 1371 ھ]- أبو الوفاء الأفغاني [ت 1395ھ]۔ الناشر: لجنة إحياء

المعارف النعمانية، حيدر آباد الدكن بالهند۔ الطبعة: الثالثة، 1408ھ)

آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی امامت اور ان کے فقہی دقائق مسلمہ امر ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس میں شک نہیں کیا جاسکتا۔ موصوف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قلت: "الامامة فی الفقه ودقائقه مسلمة الی هذا الامام وهذا أمر لا شك فيه"۔ (الموسوعۃ، ص:۲۶۶۷)

14 علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد کا اقرار واعتراف

غیر مقلدوں کے مخدوم ومقتداء شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس بات کا اقرار کرنا پڑا ہے کہ فقہ اور اس کی باریکیوں میں تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی امامت بغیر کسی شک وشبہ کے مسلم ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں اور اس کی تائید کرتے ہیں:

وحسبه ما أعطاه الله من العلم والفهم الدقيق حتى قال الإمام الشافعي: الناس عيال فی الفقه علی أبی حنيفة، ولذلك ختم الحافظ الذهبی ترجمة الإمام فی " سير النبلاء " (5 / 288 / 1) بقوله وبه نختم: قلت: الإمامة فی الفقه ودقائقه مسلمة إلى هذا الإمام، وهذا أمر لا شك فيه۔

(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيئ فی الأمة، (ج 1 ص 667- رقم)۔ المؤلف: محمد ناصر الدين الألباني [ت 1420 ھ]۔ الناشر: مكتبة المعارف، الرياض- المملكة العربية السعودية۔ الطبعة: الأولى للطبعة الجديدة۔ (1412ھ =1992م)-(1424ھ) عدد الأجزاء: 14)

15 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا علم الصرف میں مقام

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا علم الصرف میں کیا مقام تھا، اسے دیکھیے۔ مولانا عبد القیوم حقانی

صاحب مدیر ماہ نامہ الحق اکوڑہ خٹک لکھتے ہیں:

فنِ صرف کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کے مدونِ اول ابوعثمان بکر المازنی رحمۃ اللہ علیہ (۲۴۸ھ) ہیں۔ اس سے پہلے یہ فن الگ حیثیت میں مدون نہیں تھا، بلکہ علم النحو ہی میں اس کے مسائل بھی ذکر کر دیئے جاتے تھے۔ تاہم تحقیق یہ ہے کہ فنِ صرف کے مدوّنِ اوّل ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ نہیں، بلکہ ان سے بھی ایک صدی قبل امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جو تدوینِ فقہ کے علاوہ علمِ صرف میں بھی ایک مستقل "رسالۃ المقصود" کے نام سے تصنیف فرما چکے تھے۔ یہ رسالہ علمِ صرف کا نہایت جامع، مختصر مگر واضح اور منضبط متن ہے۔ معجم المطبوعات العربیۃ میں اس کا ذکر تین مقامات پر موجود ہے اور تینوں جگہ اس رسالہ کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس رسالہ کی شرح "المطلوب" کے نام سے ۹۵۲ھ سے بھی پہلے لکھی گئی ہے۔ علامہ نورالدین محمد بن زبیر علی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح "امعان الانتظار" کے نام سے لکھی۔ ایک اور شرح استاد عیسیٰ سیروی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی، جو "روح الشروح" کے نام سے ہے۔ جامعہ ازہر مصر کے استاد احمد سعید علی رحمۃ اللہ علیہ نے اصل رسالہ کے ساتھ یہ تینوں شرحیں بھی شائع کی ہیں"۔

(حیرت انگیز واقعات)

16 اہلِ کوفہ کا عربیت میں مقام

امام عفان بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ (۲۲۰ھ) کی اہلِ کوفہ کی زبان دانی پر شہادت دیکھیے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ اور بغداد کے مشہور محدث حافظ، ثقہ، ثبت اور صاحب السنۃ تھے۔ فرماتے ہیں:

وَمَا رَأَيْنَا بِالْكُوفَةِ لَحَّانًا مُجَوِّزًا۔ اھ

(المحدث الفاصل ت أبو زید (الرامهرمزی) ص580 رقم716؛ شرح الفیۃ العراقی، ج:۳، ص:۹۰، طبع مصر؛ مقدمہ نصب الرایہ، ص:۳۵؛ البدور المضیۃ فی تراجم الحنفیۃ (محمد حفظ الرحمن الکملائی) ج20 ص106)

ترجمہ: ہم نے کوفہ میں عربی زبان میں غلطی کرنے والا اور اس کو درست سمجھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

"قال ابو الطیب اللغوی فی مراتب النحویین: ولا عِلمَ للعرب الا فی هاتین المدینتین الکوفة والبصرة"۔

(المزهر، ج:۲، ص:۲۵۹۔ طبعۃ: مطبعۃ السعادۃ۔ 1325ھ۔ تانیب الخطیب، ص:53)

ترجمہ: شیخ ابوطیب لغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "مراتب النحو" میں لکھا ہے کہ عربیت کا علمِ صرف ان شہروں: کوفہ اور بصرہ میں ہے۔

17 ابن النجار رحمۃ اللہ علیہ، صفدی رحمۃ اللہ علیہ اور ابنِ خلکان رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات

امام حافظ محبّ الدین ابوعبداللہ محمد بن محمود المعروف بابن النجار رحمۃ اللہ علیہ (۶۴۳ھ) نے "کتاب الرد علی ابی بکر الخطیب البغدادی" کی ابتداء میں ہی اس اعتراض کو نقل کر کے اس کا تفصیلی اور عالمانہ جواب دے دیا ہے۔ (دیکھیے: کتاب مذکور، ص:۵) یہ کتاب دار الکتب العلمیہ بیروت نے محترم مصطفیٰ عبدالقادر عطا کی تحقیق کے ساتھ شائع کی ہے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی رحمۃ اللہ علیہ (۷۶۴ھ) نے "کتاب الوافی والوفیات" میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تفصیلی تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت میں کوئی ایسی بات نہیں ملتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو عیب دار بنائے ہوئے، سوائے ایک کلام کی غلطی کے:

"لم یکن أبی حنیفة رحمۃ اللہ علیہ ما یعاب به غیر اللحن"۔

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کلام کی نشان دہی کر کے خود ہی اس کا جواب دے کر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کو صحیح بتایا ہے۔

مؤرخ ابنِ خلکان رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات تسلیم ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر سوائے عربیت کے

اور کسی بات پر اعتراض نہیں کیا گیا ہے اور پھر انہوں نے بھی اس اعتراض کو رد کر دیا، کیوں کہ بعض عرب کے قبائل کی لغت میں یہ بات ملتی ہے۔

18 علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

سو جن لوگوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عربیت کو تنقید کا نشانہ بنایا، شارحِ صحیح بخاری حافظ ابنِ حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اہلِ زبان اس تنقید کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

"ومن ثم لم يقبل جرح الجارحين في الامام ابي حنيفة حيث جرحه بعضهم بكثرة القياس وبعضهم بقلة معرفة العربية وبعضهم بقلة رواية الحديث فان هذا كله جرح بما لا يجرح به الراوي"۔

(تنسیق النظام، ص:۸، بحوالہ مقدمہ فتح الباری)

اس سے پتہ چلا کہ جن لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کثرتِ قیاس لغت میں قلتِ معرفت اور روایتِ حدیث کے کم ہونے پر اعتراض کیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ انہیں محدثین یکسر مسترد کرتے ہیں۔

19 علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ، خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

"ومن البديهي انه لا يمكن لأحد زمن ابي حنيفة، ان يستتبع الفقهاء في الفقه بدون مستبحر في جميع نواحي الاجتهاد. فضلا عن اللغة العربية، والبيانُ هو اول ما يحتاج اليه العالم في الدعوة، بل الامر هكذا في جميع الازمان، فمن السفه وقلة الدين رَميُ ابي حنيفة بالضعف في العربية من غير حجة غير الاسطورتين"۔ (تانیب الخطیب، ص:54)

ترجمہ بدیہی بات ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں کسی کے لیے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ فقہ میں بڑے بڑے فقہاء کو اپنے پیچھے چلائے، جب تک کہ اجتہاد کے تمام اطراف میں اس کا علم وسیع نہ ہو، چہ جائے کہ وہ لغتِ عربیہ میں کم زور ہو۔ اور علمِ بیان تو پہلی چیز ہے، جس کی جانب ایک عالم دعوت دینے میں محتاج ہوتا ہے، بلکہ ہر دور میں معاملہ اسی طرح رہا ہے۔ پس کم عقلی اور کمزور دینی یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عربیت میں کمزوری کی نسبت کی جائے اور اس کے لیے دو افسانوں کو دلیل میں پیش کیا جائے"۔

(تانیب الخطیب، ص:106، مترجم)

اگر فرض کر لیا جائے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب جو روایات منسوب کی گئی ہیں، وہ ثابت ہیں اور یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ وہ الفاظ غلط ہیں، تو کیا ان سے زندگی بھر میں اس کے سوا اور کوئی غلطی شمار کی گئی ہے اور باقی اماموں سے چشم پوشی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جو روایت کی گئی ہے، اس کی تشہیر کرنے میں بدترین تعصب کے سوا آخر راز کیا ہے؟ (تانیب الخطیب ص54 عربی، ص:107 مترجم)

آپ آگے چل کر لکھتے ہیں:

ہم لغت کے لحاظ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقام پر حملہ کرنے والوں کے حملہ کو روکنے کے لیے اسی (مذکورہ چند واقعات و روایات) پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور انہیں وہ باتیں یاد دلانا چاہتے ہیں، جو دیگر ائمہ کے بارے میں کہی گئی ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ ائمہ متبوعین عظمت میں اس حد سے بہت بلند ہیں کہ کوئی ان پر لغت میں ضعف کا عیب لگائے۔ اس لیے ان میں اجتہاد کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں اور ان شرائط میں لغت کو اس طرح جاننا شرط ہے جس طرح جاننے کا حق ہے۔ اور بے شک امت کسی اور کی نہیں، بل کہ ان ہی کی اتباع پر متفق ہے اور زمانہ درزمانہ امتِ محمدیہ کمی بیشی کے ساتھ ان کے حصہ میں آتی رہی ہے اور اگر اس میں اللہ کا کوئی رازِ مخفی نہ ہوتا تو اس طرح زمانہ درزمانہ امت کبھی ان کی پیروی نہ کرتی۔

آپ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"وَأما قُوَّة أبي حنيفَة فِي الْعَرَبيَّة، فَمَا يدل عَلَيْهَا نشأته فِي مهد الْعُلُوم الْعَرَبيَّة، وتفريعاته الدقيقة عَلَى الْقَوَاعِد الْعَرَبيَّة، حَتَّى ألف أَبُو عَلّي الْفَارِسِي، والسيرافي، وَابْن جني كتبا فِي شرح آرائه الدقيقة فِي الْأَيْمَان فِي "الْجَامِع الْكَبِير" إقْرَارا مِنْهُم بتغلغل صَاحبهَا فِي أسرار الْعَرَبيَّة وَفِي هَذَا الْقدر كِفَايَة.

(نصب الراية لأحاديث الهداية مع حاشيته بغية الألمعي في تخريج الزيلعي ج 4 مقدمہ-الناشر: مؤسسة الريان للطباعة والنشر - بيروت -لبنان/ دار القبلة للثقافة الإسلامية-جدة-السعودية؛ مقدمہ نصب الرایہ، ج:1، ص:25)

جولوگ پروپیگنڈا کرتے نہیں تھکتے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو نہ قرآن پر عبور حاصل تھا اور نہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث میں مہارت تھی۔

20 علامہ ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

علامہ ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایسا کہنے والے حسد کی وجہ سے کہتے ہیں، جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تو قرآن و حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وقل بعض اعدائه فيه خلاف ذلك منشؤه الحسد وحجته الترفع على الاقران ورميهم بالزور والبهتان ويأبى الله الا ان يتم نوره".

(الخیرات الحسان، ص:64)

ترجمہ: حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مخالف کا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایسا کہنا (کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ عربیت میں کمزور تھے) اس کا منشاء حسد ہے اور معاصرانہ چشمک ہے اور یہ جھوٹ اور بہتان کی الزام تراشی ہے۔۔۔ ویابی اللہ الا ان یتم نورہ۔۔۔

21 شیخ الحدیث مولانا عبدالجبار اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

شیخ الحدیث مولانا عبدالجبار اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مجتہدِ مطلق ہونا مسلم مسئلہ ہے اور علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ، رافعی رحمۃ اللہ علیہ، نووی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے لکھا ہے کہ مجتہد وہ شخص ہے جو قرآن و حدیث، مذاہبِ سلف، لغت، قیاس، ان پانچ چیزوں میں کامل دست گاہ رکھتا ہو۔ اگر ان میں سے کسی میں کمی ہو تو وہ مجتہد نہیں، اسے تقلید کرنی چاہیے۔۔۔ حقیقت تو یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تجرِ علمی عربی اور کمالِ ملکہ عربیت، قواعدِ عربیت پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تفریعاتِ دقیقہ سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے۔ تعجب ہے کہ جن کی پوری زندگی قرآن و حدیث کی عربی عبارات کی دقیقہ شناسی اور اپنی خداداد قوتِ اجتہاد سے استنباطِ مسائل میں صَرف ہوئی، اس پر قلتِ عربیت کا طعنہ دیا جا رہا ہے اور اپنی ناواقفیت کا بانگ دہل اعلان کیا جا رہا ہے۔ فیا للعجب! (امداد الباری تقریر صحیح بخاری، ج:1، ص:239)

22 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کی عربی میں مہارت

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عربیت اور لغت پر اعتراض کرنے والوں کو کم از کم یہ تو سوچنا چاہیے کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ عربیت اور لغت میں کمال کا مقام رکھتے تھے، تو کیا خود آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی ایسے شخص کے شاگرد بن سکتے تھے جو عربیت اور لغت میں غلطیوں کا ارتکاب کرتا چلا جاتا ہو۔

1. امام قاسم بن معن رحمۃ اللہ علیہ (175ھ) کون تھے؟ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کے پڑپوتے۔۔۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد۔۔۔ ان کا عربیت اور لغت میں کیا مقام تھا۔ اسے امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ (197ھ) سے سنیے:

"والقاسم بن معن في معرفته باللغة العربية".

(تاریخ بغداد ج:14،ص:250)

ابوبکر محمد بن حسن زبیدی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ (379ھ) لکھتے ہیں:

فقيه البلد، ثقةٌ جامعًا للعلوم. وكان راويةً للشعر، عالمًا بالغريب والنحو.

(طبقات النحويين واللغويين، ص133 رقم 61۔ المؤلف: محمد بن الحسن بن عبيد الله بن مذحج الزبيدي الأندلسي الإشبيلي، أبو بكر (ت 379هـ)۔ المحقق: محمد أبو الفضل إبراهيم۔ الطبعة: الثانية۔ الناشر: دار المعارف)

2 حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ (189ھ) کون ہیں؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید، ان کا عربیت اور لغت میں کیا مقام تھا، اسے دیکھیے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"محمد ابصر الناس بالعربية"۔ (کتاب الانساب، ج:3،ص:167)

حافظ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (728ھ) سے بھی پوچھ لیجیے، آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومحمد أعلمهم بالعربية والحساب۔

(مجموع الفتاوى، ج20 ص308۔ المؤلف: شيخ الإسلام أحمد بن تيمية۔ الناشر: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف - المدينة المنورة - السعودية۔ عام النشر: 1425هـ-2004م)

امام عبدالقادر قرشی رحمۃ اللہ علیہ (775ھ) لکھتے ہیں:

كان مقدما في علم العربية والنحو والحساب والفطنة ... الخ"۔

(الجواہر المضیہ، ج:2،ص:44)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فصاحت کا عالم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق یہ تھا:

وَلَوْ أَشَاءُ أَنْ أَقُوْلَ: نَزَلَ القُرْآنُ بِلُغَةِ مُحَمَّدِ بنِ الحَسَنِ، لَقُلْتُ، لِفَصَاحَتِهِ۔

(سير أعلام النبلاء - ط الحديث (شمس الدين الذهبي) (ج7 ص555 رقم 1358)

ترجمہ اگر میں یہ کہنا چاہوں کہ قرآن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی لغت میں اترا ہے، تو ان کی فصاحت کی

وجہ سے میں یہ بات کہہ سکتا ہوں۔

آپ ہی سوچیں کہ کیا ایسا شخص جن کی زبان دانی کی ایک دنیا معترف ہو، وہ کسی ایسے شخص کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرسکتا ہے جو عربی زبان اور اس کی فصاحت و بلاغت سے ناواقف ہو؟

3 امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (م 181ھ) کی ذات محتاجِ تعارف نہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ کون ہیں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ (774ھ) آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

"كان موصوفا بالحفظ والفقه والعربية والزهد والكرم والشجاعة والشعر"۔ (البدایہ، ج:10،ص:77)

خلاصہ کیا یہ مقام حیرت نہیں کہ امام قاسم بن معن رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ، امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ لغت اور عربیت میں تو امامت کے درجہ پر فائز ہوں اور انہیں یہ بھی معلوم ہو کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ لغتِ عربیہ میں کمزور ہیں، پھر بھی وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے چمٹے رہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی سے حدیث اور فقہ پڑھیں اور اس پر مستزاد یہ کہ ایک دنیا کی دنیا پھر بھی ایسے آدمی کو امام الائمہ اور مجتہدِ مطلق ہی سمجھتی ہو

ع کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا؟

ان حقائق کے ہوتے ہوئے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو لغتِ عربیہ میں کمزور کہا جائے، تو اسے تعصب، حسد اور مخالفت برائے مخالفت نہ سمجھیں تو اور کیا کہیں؟!!

حاصلِ کلام یہ کہ ائمہ کرام اور محدثین عظام کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مجتہد تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ امامت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، جس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو تمام علومِ شریعت میں مہارت عطا فرمائی تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات اس کی شاہدِ عدل ہیں۔

باب 16

قیاس کو نص پر مقدم کرنے کے قول کا تحقیقی جائزہ

اعتراض امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ وہ قیاس کو نصوص پر مقدم کرتے ہیں۔

جواب یہ بات واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔اس کے برعکس امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو بعض اوقات متکلم فیہ حدیث کی وجہ سے بھی قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں، جیسا کہ ''نقض الوضوء بالقهقهة'' کے مسئلہ میں انہوں نے قیاس کو ترک کر دیا، حالانکہ اس باب میں احادیث متکلم فیہ ہیں اور دوسرے ائمہ نے اُن کو چھوڑ کر قیاس پر عمل کیا ہے۔

اس مسئلہ میں شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے، جو خود شافعی المسلک ہیں، اپنی کتاب ''المیزان الکبریٰ'' میں ایک مستقل فصل قائم کی ہے:

"فصل فی بیان ضعف قول من نسب الامام ابا حنیفة الیٰ انه یقدّم القیاس علیٰ حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم"۔

ترجمہ یہ فصل اُس شخص کے قول کے ضعیف ہونے کے بیان میں ہے، جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اس بات کی نسبت کرتا ہے کہ وہ قیاس کو حدیث پر مقدم رکھتے ہیں۔

"اعلم! ان هٰذا الكلام صدر من متعصب علی الامام متهور فی دینه غیر متورع فی مقاله غافلاً عن قوله تعالیٰ "ان السمع و البصر و الفؤاد كل اولٰئك كان عنه مسؤلاً" و عن قوله تعالیٰ "مایلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید" وقد روی الامام جعفر الشیزاماری (نسبة الی

قرية من قرى بلخ) بالسند المتصل الى الامام ابى حنيفة رضى الله عنه": "كذب والله! وافترى علينا من يقول عنا اننا نقدم القياس على النص وهل يحتاج بعد النص الى قياس"۔ وكان رضى الله عنه يقول: "نحن لانقيس الا عند الضرورة الشديدة. وذلك اننا ننظر أوّلاً فى دليل تلك المسئلة من الكتاب والسنة وقضية الصحابة فان لم نجد دليلا قسنا حينئذ، وفى رواية اخرى كان يقول: "ماجاء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فعلى الرأس والعين بأبى هو وامى وليس لنا مخالفة ولاجاء نا عن اصحابه تخيرنا وماجاء نا عن غيرهم فهم رجال ونحن رجال"۔

ترجمہ خوب جان لو، کہ بلاشبہ یہ کلام امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ایسے متعصب سے صادر ہوا، جو اپنے دین سے لاپرواہی کرنے والا اور اپنے کلام میں غیر محتاط ہے اور اللہ رب العزت کے اس فرمان سے غفلت برتنے والا ہے:

''بلاشبہ کان، آنکھ اور دل، ان سب کے متعلق اس سے پوچھا جائے گا''۔

اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی غافل ہے:

''وہ کوئی بات نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک نگہبان تیار ہوتا ہے''۔

تحقیق امام ابوجعفر شیزاماری رحمۃ اللہ علیہ (شیزاماری بلخ کی بستیوں میں سے ایک بستی کی طرف نسبت ہے) نے سندِ متصل سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ روایت کیا:

''خدا کی قسم! یہ ہم پر جھوٹ اور افتراء ہے، جو ہمارے بارے میں یہ کہتا ہے کہ ہم قیاس کو نص پر مقدم کرتے ہیں، اور کیا نص کے آنے کے بعد قیاس کی احتیاج ہو سکتی ہے؟؟؟ (یعنی ہرگز نہیں ہو سکتی)۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تو یہ کہتے تھے کہ ہم صرف ضرورتِ شدیدہ کے وقت ہی قیاس کرتے ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ ہم اوّلاً اس مسئلہ کی دلیل کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قضایا میں دیکھتے ہیں، اور اگر ہم اِن تمام

میں کوئی دلیل نہیں پاتے، تو پھر اُس وقت ہم قیاس کرتے ہیں۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ امام اعظم فرماتے ہیں کہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے، وہ تو ہمارے سر آنکھوں پر، ان پر میرے ماں باپ قربان ہوں، اس سے تو کوئی مخالفت نہیں اور جو چیز صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے، اُسے تو ہم اختیار کرتے ہیں، اور جو چیز ان کے علاوہ اور لوگوں سے ثابت ہے، تو وہ تو لوگ ہیں اور پھر ہم بھی تو لوگ ہیں۔

اس کے علاوہ شیخ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"اعلم یا اخی! انی لم اجب علی الامام بالصدر واحسان الظن فقط کما یفعل بعض وانما اجبت عنه بعد التتبع والفحص فی کتب الادلة و مذهبه اول المذاهب تدویناً و آخرها انقراضاً کما قال بعض اهل الکشف"

ترجمہ: خوب اچھی طرح جان لو! میرے بھائی! میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ہونے والے اعتراض کا جواب فقط اپنے دل سے پوچھ کر یا صرف ان کے ساتھ حسنِ ظن ہی کی وجہ سے نہیں دے دیتا، جیسا کہ بعض حضرات کرتے ہیں، بلکہ میں دلائل کی کُتب کی خوب چھان پھٹک اور تحقیق کے بعد جواب دیتا ہوں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب (مسلک) وہ پہلا مذہب ہے، مدوّن ہونے کے اعتبار سے اور آخری مذہب ہے، مٹ جانے کے اعتبار سے، جیسا کہ بعض اہلِ کشف نے فرمایا۔

باب 17

اسلام میں قیاس کی حیثیت

اسلام میں کسی مسئلے کو ثابت کرنے کے لیے چار اصول مقرر کئے گئے ہیں:

(۱) قرآن (۲) حدیث (۳) اجماعِ امت (۴) قیاس شرعی

یہ ادلّہ اربعہ کہلاتے ہیں یعنی جب کسی مسئلہ میں قرآن وحدیث سے کوئی نص نہ ملے یا اجماعِ اُمت سے اس مسئلے کا جواب نہ ملتا ہو، تو اس وقت قیاسِ شرعی سے استدلال کیا جاتا ہے اور پھر وہی شریعت کا حکم سمجھا جاتا ہے۔

1 قیاس کی تعریف

فقہاء قیاس کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

الحاق أصل بفرع فی الحکم لاتحادهما فی العلة۔ (معجم لغۃ الفقہاء ص 372)

ترجمہ: قیاس حکم میں اصل کو فرع کے ساتھ علت کے اشتراک کی بناء پر لاحق کر دینے کو کہتے ہیں۔

حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہ لکھتے ہیں:

قیاس کے اصل معنی ایک چیز کو دوسری چیز کے برابر کرنے کے ہیں۔ کسی مسئلہ کے سلسلہ میں قرآن وحدیث کی صراحت موجود نہ ہو، لیکن قرآن وحدیث میں اس سے ملتا جلتا کوئی مسئلہ موجود ہو، اور اس مسئلہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی

جو وجہ ہوسکتی ہو، وہ اس مسئلہ میں بھی موجود ہو، چنانچہ یہاں بھی وہی حکم لگا دیا جائے گا۔ اس کو قیاس کہتے ہیں۔ پس غور کیا جائے تو قیاس قرآن وحدیث کے مقابلہ میں دی جانے والی رائے نہیں ہے بلکہ قیاس کے ذریعہ قرآن وحدیث کے حکم کے دائرے کو وسیع کیا جاتا ہے۔

جن مسائل کی بابت نص موجود نہ ہو، ان میں قیاس پر عمل کیا جائے گا۔ یہ بات تقریباً متفق علیہ ہے۔ شرعی دلیلوں میں قیاس کو چوتھے درجہ پر رکھا گیا ہے، لیکن حدیث اور قیاس یہ دونوں ایسے مصادر ہیں جن سے بیشتر فقہی احکام متعلق ہیں، اور معاملات کے احکام کی بنیاد تو بڑی حد تک قیاس ہی پر ہے۔ اس لحاظ سے یہ نہایت اہم ماخذ ہے۔

(فقہ اسلامی ص ۴۹)

2 قیاس کی حقیقت

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ قیاس کی حقیقت اس طرح بیان کرتے ہیں:

فقہ میں قیاس کے معنی یہ ہیں کہ ایک حکم کو منصوص سے غیر منصوص کی طرف باشتراکِ علت متعدی کرنا۔ سو یہ حکم رائے کا نہیں ہے بلکہ نص کا ہے۔ ہاں، اس میں علت کا تلاش کرنا جس کی وجہ سے وہ حکم منصوص ہے غیر منصوص کی طرف متعدی کیا گیا، یہ اجتہاد سے ہوا ہے۔ یہ حقیقت ہے قیاس کی۔ (وعظ۔ الصالحون ص ۳۰)

فقہاء قیاس کو صرف مظہر کہتے ہیں مثبت نہیں کہتے، یعنی فقہاء کہتے ہیں کہ قیاس اس حکم کو ظاہر کرتا ہے جو چھپا ہوا تھا، اصل حکم نص کا ہے جو مقیس علیہ کے بارے میں ظاہر تھا، کیونکہ نص اس کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے اور مقیس کے بارے میں گو وہ ظاہر نہ تھا مگر درحقیقت ثابت تھا کیونکہ اس میں بھی حکم کی علت موجود تھی۔ اس کو ان کے قیاس نے ظاہر کر دیا تو حکم دراصل نص کا ہے قیاس نے کوئی نیا حکم ایجاد نہیں کیا۔

(وعظ۔ الصالحون ص30)

اس سے پتہ چلا کہ کسی مسئلہ کے بیان میں قرآن وحدیث کا کوئی حکم واضح نہ ہو، اور نہ

آثارِ صحابہ سے کہیں اس کی رہنمائی ملتی ہو، تو فقہاء اور ائمہ مجتہدین دوسری احادیث و احکام کو سامنے رکھ کر اس پر غور کرتے ہیں، اس کی نظیر تلاش کرتے ہیں، اور پھر اس پر اپنی ایک رائے قائم کرتے ہیں، اور اگر کبھی اس قیاس اور رائے کے خلاف کوئی صحیح حدیث یا اثر مل جائے تو پھر وہ اپنی رائے اور قیاس ترک کر دیتے ہیں۔

حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

"جس مسئلے کا حکم کتاب وسنت اور اجماعِ صحابہ میں نہ ملے، کتاب وسنت کے اصولوں میں غور وفکر کر کے اس مسئلے کا حکم دریافت کرنا، یہ اجتہاد ہے۔ مسئلہ پیش آمدہ کی نظیر کتاب وسنت میں مل جائے، تو اس مسئلہ کو اپنی نظیر کی طرف لوٹانا اور اس کا حکم معلوم کرنا، یہ بھی اجتہاد ہے۔ اس رد النظیر الی النظیر کو استنباط بھی کہہ دیتے ہیں۔

(آثار التشریع ج2 ص120)

اجتہاد کی چار معروف راہیں یہ ہیں

قیاس — استحسان — استصلاح — استصواب

ان میں سے مجتہد جس راہ سے مسئلہ پیش آمدہ کا حکم پالے، وہ مسئلہ شریعت ہی کی دریافت سمجھا جائے گا۔ مجتہدین مسائل کے موجد نہیں ہوتے، صرف مظہر (انہیں دریافت کرنے والے) ہوتے ہیں۔ (آثار التشریع ج2 ص122)

3 قرآن مجید سے قیاس کا ثبوت

جو لوگ کہتے ہیں کہ اسلام میں قیاس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، وہ غلط کہتے ہیں۔ قیاس کا ثبوت قرآنِ کریم میں موجود ہے۔

1 جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن کے بانی حضرت مولانا محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں
قیاس کا طریقہ خود قرآن مجید سے مستنبط ہوتا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

آیت 1: ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ

تُغۡمِضُوۡا فِيۡهِ‌ؕ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيۡدٌ ○ (البقرۃ: 267)

ترجمہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جو مال تم نے کمائے ہیں اور جو کچھ ہم نے زمین سے تمہارے لیے نکالا ہے، اس میں سے بہتر حصہ راہِ خدا میں خرچ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی راہ میں دینے کے لیے بُری سے بُری چیز چھانٹنے کی کوشش کرنے لگو، حالانکہ وہی چیز اگر کوئی تمہیں دے تم ہرگز اسے لینا گوارا نہ کرو گے، مگر یہ کہ اس کو قبول کرنے میں تم اغماض (چشم پوشی) برت جاؤ۔ تمہیں جان لینا چاہیے کہ اللہ بے نیاز ہے اور بہترین صفات سے متصف ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اپنے پاکیزہ مال کو خرچ کرو کیونکہ جس طرح تم بُری چیز کے لینے کو ناپسند کرتے ہو، دوسرا بھی اس کے لینے کو ناپسند کرے گا۔ دیکھئے، اس میں مالِ خبیث کے دینے کا قیاس اس کے لینے پر کیا گیا ہے۔ (حقیقت الفقہ، ص 168)

2 امام الحرمین الشریفین فضیلۃ الشیخ محمد بن عبد اللہ السبیل رحمۃ اللہ علیہ قیاس کے متعلق پوچھے جانے والے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

کتاب اللہ سے قیاس کی دلیل فرمانِ الٰہی ہے:

آیت 1:۔ هُوَ الَّذِىۡۤ اَخۡرَجَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ مِنۡ دِيَارِهِمۡ لِاَوَّلِ الۡحَشۡرِ‌ؕ مَا ظَنَنۡتُمۡ اَنۡ يَّخۡرُجُوۡا وَظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ مَّانِعَتُهُمۡ حُصُوۡنُهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰٮهُمُ اللّٰهُ مِنۡ حَيۡثُ لَمۡ يَحۡتَسِبُوۡا‌ ۚ وَقَذَفَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الرُّعۡبَ يُخۡرِبُوۡنَ بُيُوۡتَهُمۡ بِاَيۡدِيۡهِمۡ وَاَيۡدِى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ‌ۚ فَاعۡتَبِرُوۡا يٰۤاُولِى الۡاَبۡصَارِ ○

(الحشر: 2)

ترجمہ وہی ہے جس نے اہلِ کتاب کافروں (بنی نضیر) کو پہلے ہی حلے میں ان کے گھروں سے نکال باہر کیا۔ تمہیں ہرگز یہ گمان نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے، اور وہ بھی یہ سمجھ بیٹھے تھے ان کے قلعے ان کو اللہ کی پکڑ سے بچا لیں گے، کہ ان کی گڑھیاں انہیں اللہ سے بچا لیں گی۔ مگر اللہ، ایسے رخ سے ان پر آیا جدھر اُن کا خیال بھی نہ گیا تھا۔ اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا (نتیجہ یہ ہوا) کہ وہ خود، اپنے ہاتھوں سے بھی، اپنے

گھروں کو برباد کر رہے تھے اور مومنوں کے ہاتھوں بھی برباد کروا رہے تھے۔ پس عبرت حاصل کرو! اے دیدۂ بینا رکھنے والو۔

(قیاس کے متعلق) وجۂ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب مسلمانوں کو اس عذاب کی خبر جو بنونضیر پر نازل ہوا، تو ان کو حکم دیا کہ وہ عبرت پکڑیں۔ الاعتبار، العبور سے مشتق ہے، العبور کا معنی المجاوزۃ یعنی گزرنا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ اپنے نفوس کو ان پر قیاس کرو کیونکہ تم بھی ان جیسے بشر ہو، اگر تم ان جیسے کام کرو گے تو تمہارے اوپر بھی وہی عذاب اتر پڑے گا، جو ان پر اترا۔ پس یہ آیت تمام انواعِ اعتبار کو شامل ہے اور جب قیاس میں فرع واصل کے درمیان موجود علتِ جامعہ کی وجہ سے فرع سے اصل کی طرف مجاوزت ہوتی ہے، تو یہ بھی اس اعتبار کے انواع میں داخل ہوگا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ (ماہنامہ النصیحۃ چارسدہ جون 2001ء، ص 5)

3 گوجرانوالہ کے مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن سے قیاس کا ثبوت اس طرح پیش کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

آیت 1:۔ اَللّٰهُ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ وَالۡمِيۡزَانَ‌ؕ (الشوریٰ: 17)

ترجمہ وہ اللہ ہی ہے جس نے حق کے ساتھ یہ کتاب اور میزان نازل کی ہے۔

جس میزان کا تعلق کتاب کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ وہ اتری ہے۔ یہ ترازو وہ نہیں جو مادی اور جسمانی چیزوں میں توازن کے لئے بنائی گئی ہے۔ اس سے مراد وہی میزان ہے جو کتاب کے فہم اور ادلۂ شرعیہ میں جس سے بصیرت ہوتی ہے جس سے مختلف نظائر کے حکم میں توازن ہوتا ہے۔ اس کا فقہی اور اصطلاحی نام قیاس سمجھ لینا چاہئے، لیکن حقیقت میں وہ میزان ہے۔ اس لئے نہ قیاس کی ضرورت سے انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اپنے مقام پر اس کی حجیت افادیت کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔

(تحریک آزادی فکر، ص 56)

آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک اور جگہ لکھتے ہیں

نظائر اور ملتی جلتی چیزوں کے احکام بھی باہم متشابہ رہنے چاہئے، عقلِ سلیم کا یہی فتویٰ

ہے۔قرآنِ حکیم نے "اَنْزَلَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ" فرما کر قیاس کے اسی پہلو کو واضح فرمایا ہے۔(تحریکِ آزادئ فکر، ص158)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اہلِ حدیث باصطلاح جدید کے ہاں قیاس کا ثبوت خود قرآنِ کریم ہے۔گویا نص سے قیاس کا شرعی وجود ثابت ہے۔اب جو لوگ قیاس کی مخالفت میں پیش پیش رہتے ہیں، انہیں کم از کم اپنے علماء سے ضرور پوچھ لینا چاہیے کیونکہ خود انہوں نے بھی قیاس کو قرآن سے ثابت کیا ہے۔ہاں، یہ روافض ہیں جو قیاس کو حرام کہتے ہیں۔شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے شیعہ ملا ابن مطہر حلی کا یہ قول نقل کیا ہے:

قال الرافضی:.....وَلَمْ یَلْتَفِتُوا إِلَی الْقَوْلِ بِالرَّأْيِ وَالِاجْتِهَادِ، وَحَرَّمُوا الْأَخْذَ بِالْقِیَاسِ وَالِاسْتِحْسَانِ۔

(منهاج السنة النبوية (ابن تيمية)، ج2 ص99، 469)

4 قیاس کا ثبوت حدیث شریف سے

حدیث 1:۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما: أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ، جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَتْ: "إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ، فَلَمْ تَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ، أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟"۔ قَالَ: "نَعَمْ، حُجِّي عَنْهَا، أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَةً؟ اقْضُوا اللهَ، فَاللهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ"۔(بخاری رقم 1852)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں: قبیلہ جہینہ کی ایک عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا: "میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی اور قبل اس کے کہ وہ اپنی نذر پوری کرے۔وہ فوت ہو گئی۔تو کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہاں، اگر تیری ماں پر کسی کا قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا نہ کرتے؟ (پھر فرمایا:) اللہ کے حق کو ادا کرو، وہ زیادہ مستحق ہے، اس بات کا کہ اس کے حقوق ادا کئے جائیں"۔

جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن کے بانی مولانا محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ صاحب اس پر لکھتے ہیں: دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نذر کا قیاس قرض پر فرما کر مجتہدوں کو اجتہاد کا طریقہ بتلا دیا، ورنہ نظیر پیش کرنے اور قیاس کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔"نَعَمْ، حُجِّي عَنْهَا" فرما دینا کافی تھا۔(حقیقت الفقہ ص169)

حدیث 1:۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي فَزَارَةَ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: "إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ"۔ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: "هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟"۔ قَالَ: "نَعَمْ"۔ قَالَ: "فَمَا أَلْوَانُهَا؟"۔ قَالَ: "حُمْرٌ"۔ قَالَ: "هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ؟"۔ قَالَ: "إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا"۔ قَالَ: فَأَنَّى أَتَاهَا ذٰلِكَ؟"۔ قَالَ: "عَسٰى أَنْ يَكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ"۔ قَالَ: "وَهٰذَا عَسٰى أَنْ يَكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ"۔

(مسلم رقم 18-1500، 20-1500؛ بخاری رقم 5305، 6847، 7314)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں: ایک اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: "میری عورت نے کالے رنگ کا لڑکا پیدا ہے (جبکہ میرا رنگ سفید ہے، اس لئے میں نے لڑکے کا اپنا کا ہونے سے انکار کر دیا)۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا تمہارے ہاں اونٹ ہیں"۔اس نے کہا: "ہاں"۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: "وہ کس رنگ کے ہیں؟"۔ اس نے کہا: "سرخ رنگ کے"۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا ان میں کوئی خاکی رنگ کا بھی ہے"۔کہا: "ہاں ہے"۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سرخ رنگ والوں میں خاکی رنگ کہاں سے آ گیا؟"۔اس نے کہا: "شاید اصل میں کوئی اس رنگ والا بھی ہوگا"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے بچے میں بھی یہی بات ہوگی"۔

غرضیکہ یہ قیاس پیش کر کے نفئ نسب کی رخصت نہ دی۔

صحیح مسلم کے شارح امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (۶۷۶ھ) اس پر لکھتے ہیں:

وفیہ اثبات القیاس والاعتبار بالاشباہ وضرب الامثال۔

(شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۹۱۔طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی)

صحیح بخاری کے شارح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

وفی الحدیث ضرب المثل وتشبیه المجهول بالمعلوم تقریباً لفهم السائل واستدل به لصحة العمل بالقیاس۔ قال الخطابی: هو أصل فی قیاس الشبه۔ وقال ابن العربی: فیه دلیل علی صحة القیاس والاعتبار بالنظیر۔ (فتح الباری بشرح البخاری-ط السلفیة، ج9ص444)

ترجمہ اوراس حدیث میں بیان کرنا مثل کا ہے اور تشبیہ دینی مجہول کے ساتھ معلوم کے واسطے رکھنے سائل کے۔ اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس کے واسطے صحت عمل بالقیاس کے۔ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "وہ اصل ہے بیچ قیاسِ شبہ کے"۔ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "اس میں دلیل ہے اوپر صحیح ہونے قیاس کے اور اعتبار کے ساتھ نظیر کے"۔

حضرت مولانا محمد انوار اللہ فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

"دیکھئے، یہاں یہی وہی قیاس ہے کہ اونٹ کے رنگ پر آدمی کے رنگ کو قیاس فرمایا"۔ (حقیقت الفقہ، ص169)

حافظ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۶۳ھ) نے اپنی مایہ ناز کتاب جامع بیان العلم و فضلہ کے باب: "بَابٌ مُخْتَصَرٌ فِي إِثْبَاتِ الْمُقَايَسَةِ فِي الْفِقْهِ" میں حضور ﷺ حضرت عمر اور دیگر فقہاء سے اس کی کئی مثالیں پیش کی ہیں اور لکھا ہے کہ کتاب کے طویل ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا، تو میں اس کی مزید مثالیں بھی پیش کرتا۔

وَهٰذَا لَوْ تَقَصَّيْنَاهُ لَطَالَ بِهِ الْكِتَابُ۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

(جامع بیان العلم وفضلہ (ابن عبد البر) ج2ص869 تا874)

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام میں کسی بات کو واضح کرنے کے لئے قیاس سے کام لینا ہرگز منع نہیں ہے۔ اگر قیاس کسی صورت جائز نہ ہوتا، تو آنحضرت ﷺ کبھی قیاس نہ فرماتے۔ اور نہ امت کے علماء میں یہ طریقِ عمل لائقِ استناد ہوتا۔

اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ قیاس کا حق صرف پیغمبر کو حاصل ہے کہ وہ معصوم ہیں اور ان کا قیاس کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔ غیر نبی کو قیاس کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ تو ہم عرض

کریں گے کہ یہ بات درست نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی ان ہدایات کی روشنی میں خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ بھی قیاس سے کام لیتے رہے، اور کسی نے بھی انہیں قیاس سے نہیں روکا، اور نہ کبھی ان سے کہا کہ غیر نبی کو قیاس کی اجازت نہیں ہے۔

آیئے دیکھیں کہ قیاس کا حق کس کو حاصل ہے؟

حافظ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قیاس کرنے کا مجاز وہی ہے جو آلاتِ قیاس کا مالک ہے، یعنی جو کتاب اللہ سے واقف ہے، فرائض و آدابِ ناسخ و منسوخ، عام و خاص، نصائح و مستحبات کا عالم ہے، محتمل مسائل میں سنتِ رسول اللہ ﷺ اور اجماعِ امت سے استدلال کر سکے۔ ایسا معاملہ پیش آجائے جس کا حکم کتاب اللہ میں نہیں ہے، تو سنتِ نبوی اور اجماعِ امت پر نظر کرے، یہاں بھی نہ ملے تو پہلے کتاب اللہ پر قیاس کرے، پھر سنتِ رسول ﷺ پر قیاس کرے، پھر سلفِ صالحین کے اس تسلیم شدہ قول پر قیاس کرے جس میں اختلاف نہیں۔

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رحمه الله: "لَا يَقِيسُ إِلَّا مَنْ جَمَعَ آلَاتِ الْقِيَاسِ وَهِيَ الْعِلْمُ بِالْأَحْكَامِ مِنْ كِتَابِ اللهِ، فَرْضِهِ وَأَدَبِهِ، وَنَاسِخِهِ وَمَنْسُوخِهِ، وَعَامِّهِ وَخَاصِّهِ، وَإِرْشَادِهِ وَنَدْبِهِ، وَيَسْتَدِلُّ عَلَى مَا احْتَمَلَ التَّأْوِيلَ مِنْهُ بِسُنَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَبِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ سُنَّةٌ وَلَا إِجْمَاعٌ، فَالْقِيَاسُ عَلَى كِتَابِ اللهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَالْقِيَاسُ عَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَالْقِيَاسُ عَلَى قَوْلِ عَامَّةِ السَّلَفِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُ لَهُمْ مُخَالِفًا وَلَا يَجُوزُ الْقَوْلُ فِي شَيْءٍ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا مِنْ هٰذِهِ الْأَوْجُهِ أَوْ مِنَ الْقِيَاسِ عَلَيْهَا وَلَا يَكُونُ لِأَحَدٍ أَنْ يَقِيسَ حَتّٰى يَكُونَ عَالِمًا بِمَا مَضٰى قَبْلَهُ مِنَ السُّنَنِ، وَأَقَاوِيلِ السَّلَفِ وَإِجْمَاعِ النَّاسِ وَاخْتِلَافِهِمْ وَلِسَانِ الْعَرَبِ، وَيَكُونُ صَحِيحَ الْعَقْلِ حَتّٰى يُفَرِّقَ بَيْنَ الْمُشْتَبِهِ، وَلَا يُعَجِّلَ بِالْقَوْلِ وَلَا يَمْتَنِعَ مِنَ الِاسْتِمَاعِ مِمَّنْ

خَالَفَهُ۔ (جامع بیان العلم وفضلہ (ابن عبد البر)، ج2ص856رقم1623)

کسی کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ ان اصولوں سے ہٹ کر دینِ الٰہی میں کوئی بات کہے۔ قیاس کرنے کا حق اسی کو ہے جو اگلے بزرگوں: سلف کے اقوال، امت کے اجماع واختلاف اور زبانِ عرب سے بخوبی واقف ہو، اور عقلِ سلیم بھی رکھتا ہو، مشتبہ امور میں قوتِ تمیز سے کام لے سکتا ہو، اور رائے قائم کرنے میں جلد باز نہ ہو، اور مخالف کی بات سننے سے انکار نہ کرتا ہو۔ (جامع بیان العلم)

اس سے پتہ چلا کہ کسی حکم کی دریافت میں قرآن وحدیث میں کوئی واضح حکم نہ ملتا ہو، اور نہ ہی وہ صحابہ کرام کے فیصلوں میں کہیں نظر آتا ہو، تو قرآن وحدیث میں غور کرنا اور اس کی نظیر تلاش کر کے اس کا حکم معلوم کرنا شریعت ہی کی دریافت کرنا ہے، اور وہ احادیث جن کا معنٰی اور مطلب سمجھنے میں دشواری پیش آتی ہے، اسے اس رائے اور قیاس سے ہی حل کیا جائے گا جو نیک نیتی اور دل کی بصیرت کے ساتھ ہو۔

امام الحرمین الشریفین شیخ محمد بن عبداللہ السبیل رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں حدیث معاذ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"اس حدیث کی بہت سے محققین نے تصحیح کی ہے۔ وجۂ استدلال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کرنے میں حضرت معاذ کے کتاب وسنت سے کی طرف منتقل ہونے کو درست قرار دیا ہے، اور قیاس بھی اجتہاد کے انواع میں سے ایک نوع ہے۔ علاوہ ازیں عمل بالقیاس پر صحابہ کا اجماع ہے اور ہر وہ امر جس پر صحابہ کا اجماع ہو، وہ حق ہے۔ اس کا التزام واجب ہے۔ اس کی مثالوں میں سے ایک مثال یہ ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے حضرت ابوموسی اشعری کی طرف اپنا مشہور حکم نامہ تحریری طور پر بھیجا کہ اشباہ ونظائر کو پہچاننے اور امور میں اپنی رائے کے ساتھ قیاس کیجئے۔

وَاعْرِفِ الْأَشْبَاهَ وَالْأَمْثَالَ، ثُمَّ قِسِ الْأُمُورَ بَعْضَهَا بِبَعْضٍ وَانْظُرْ أَقْرَبُهَا إِلَى اللهِ، وَأَشْبَهَهَا بِالْحَقِّ فَاتَّبِعْهُ۔

(الفقیہ والمتفقہ - الخطیب البغدادی، ج1ص492؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم20347؛ أخبار

القضاۃ (وکیع القاضی) ج1ص71، 284؛ عیون الأخبار (ابن قتیبة) ج1ص133؛ قواطع الأدلة فی الأصول (أبو المظفر السمعانی) ج2ص88؛ المستصفی (أبو حامد الغزالی) ص287؛ الواضح فی أصول الفقه (أبو الوفاء ابن عقیل) ج5ص324؛ الإحکام فی أصول الأحکام - الآمدی ج3ص200، ج4ص43؛ نصب الرایة (الزیلعی) ج4ص63، 81؛ مسند الفاروق لابن کثیر ت إمام ج2ص436)

(ماخوذ از ماہنامہ النصیحۃ، جون ۲۰۰۱ء ص۶)

جانشینِ رسول حضرت ابوبکر صدیق نے مانعینِ زکوٰۃ سے جہاد کرنے کے لئے جب زکوٰۃ کو نماز پر قیاس کیا، اس پر حضرت عمر فاروق نے یہ تو ضرور عرض کیا: "آپ کلمہ گو لوگوں کے ساتھ کسی طرح جہاد کریں گے؟"۔ مگر حضرت عمر فاروق، حضرت علی مرتضی اور نہ ہی کسی دوسرے صحابی کی طرف سے یہ کہا گیا کہ آپ زکوٰۃ کو زکوٰۃ اور نماز کو نماز کی جگہ رہنے دیں۔ ایک کو دوسرے پر قیاس نہ کریں۔ ایسا نہیں ہوا۔ اس واقعہ کی تمام روایات ملاحظہ کیجئے۔ صاف پتہ چل جائے گا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے اس قیاس کو تمام صحابہ نے قبول کر لیا اور آپ کے حکمِ جہاد کو ایک شرعی حیثیت دے کر امت کو بتا دیا اسلام میں قیاسِ مجتہد بھی حجتِ شرعی کا درجہ رکھتی ہے۔

مولانا محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۳۶ھ) لکھتے ہیں:

"حضرت صدیق اکبر نے زکوٰۃ کا قیاس نماز پر کر کے حضرت عمر کو ساکت کر دیا۔ اس لئے کہ حضرت عمر جانتے تھے کہ مجتہد کا قیاس شریعت میں قابلِ وقعت اور واجب التعمیل ہے۔ اس لئے عین مناظرہ میں انہوں نے اس کو تسلیم کر لیا اور یہ نہ کہہ سکے کہ حضرت میں ایک صحیح نصِ قطعی پیش کر رہا ہوں، جس کا علم آپ کو بھی ہے اور اس سے ثابت ہے کہ کوئی کلمہ گو زکوٰۃ نہ دینے کے جرم میں قتل نہ کیا جائے اور آپ ایسے نص کے مقابلہ میں اپنا قیاس پیش کرتے ہیں، جو "اول من قاس ابلیس" سے ناجائز ثابت ہوتا ہے۔

اب اس قیاس کے پرزور اثر اور قوی طاقت کو دیکھئے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کا

خون اس نے ہدر کر دیا اور کسی صحابی نے چوں و چرا نہ کیا۔ جس سے صحابہ کا اجماع اس بات پر ثابت ہو گیا کہ دین میں قیاس مجتہد بھی گویا ایک مستقل حجت ہے۔ اگر قیاسِ مجتہد صحابہ کی دانست میں قابلِ اعتبار نہ ہوتا، تو اس عروجِ اسلام کے زمانہ میں جس میں حمیت اسلامی کا جوش ہر ایک مسلمان کے رگ و پے میں بھرا ہوا اور نمایاں تھا، ممکن نہیں کہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس کی ترجیح کو وہ گوارا کرتے، اور نبی کریم ﷺ کے ارشادِ صریح کے مقابلہ میں حضرت ابوبکر کی قیاسی بات چل جاتی کیونکہ وہ زمانہ وہ تھا کہ خلافِ شرع کسی کی کوئی بات نہیں چل سکتی تھی۔ (حقیقت الفقہ ص ۱۷۳)

سو بفضلہٖ تعالیٰ یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ مجتہدوں کے قیاس پر اس (اول من قاس ابلیس) کا اطلاق غلطِ محض ہے، وہاں یہ کہنا صادق ہے:

أول من قاس النبی ﷺ وتبعه الصديق وغيره من الصحابة رضی الله عنهم "۔ (حقیقت الفقہ ص174)

حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ کے قیاس سے کام لینے کے بیانات اور واقعات حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں اور ہمیں کسی ایک صحابی سے یہ بات نہیں ملی کہ انہوں نے ان حضرات کے قیاس کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہو کہ اسلام کے اصول تو صرف قرآن وحدیث ہیں۔ یہ اجتہاد و قیاس کہاں سے آگیا؟ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کا غیر نبی کے قیاس کو تسلیم کرنا اور اس پر فیصلے کرنا اس بات کی کھلی دلیل ہے تمام صحابہ قیاس کے قائل تھے اور جانتے تھے کہ اسلام میں قیاس مجتہد بھی ایک اصل ہے۔

اگر آپ ہماری بات سے متفق نہیں، تو فیصل آباد کے غیر مقلد عالم مولانا محمد صدیق ؒ سے پوچھ لیجیئے، موصوف کہتے ہیں کہ قیاس کو اصول کا درجہ حدیث نے دیا ہے۔

آپ لکھتے ہیں: "قیاس کو اصول قرار دینے کا معاملہ حدیثِ معاذ بن جبل سے ظاہر ہے: **عن معاذ من جبل الخ۔**

(کشف الاسرار جواب نعیم الابرار ص118۔ مطبوعہ مکتبہ ثنائیہ، جامع مسجد اہلحدیث سرگودھا)

ہم پچھلے صفحات میں حدیث معاذ بن جبل پر محدثین کے بیانات سے یہ بات بتا آئے ہیں کہ یہ حدیث اجتہاد اور قیاس کی اصل اور بنیاد ہے۔

5 قیاس اصولِ شریعت میں سے ایک اصل

قیاس اصولِ شریعت میں سے ایک اصل ہے، اور کسی بات کو ثابت کرنے کے لئے یا علماء کے درمیان اختلاف کے موقع جس طرح کتاب وسنت اور اجماع سے دلیل لی جاتی ہے۔ اسی طرح قیاس بھی بطور دلیل تسلیم کیا گیا ہے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی ؒ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں

وَالْوَاجِبُ عِنْدَ اخْتِلَافِ الْعُلَمَاءِ طَلَبُ الدَّلِيلِ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْإِجْمَاعِ وَالْقِيَاسِ عَلَى الْأُصُولِ عَلَى الصَّوَابِ مِنْهَا۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ج3 ص902، تحت رقم 1691)

کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ حافظ ابن عبدالبر مالکی ؒ گو کہ بڑے محدثین میں سے ہوئے، لیکن ہیں تو پھر بھی امام مالک ؒ کے مقلد۔ کیا کسی ایسے دوسرے عالم سے بھی یہ بات ملتی ہے۔ جو خود اپنی جگہ مجدد ہو، کسی کا مقلد نہ ہو، تو پیشوائے اہلحدیث جناب نواب صدیق حسن خان بھوپالی ؒ سے معلوم کر لیں۔ آپ ؒ بھی قیاس کو اصولِ شریعت میں سے ایک اصل کہتے ہیں۔

وذهب الجمهور من الصحابة والتابعين والفقهاء والمتكلمين الى ان قياس الشرعی أصل اصول الشريعة يستدل به على الاحكام التی يرد بها السمع وليس فيها نص ولا اجماع۔

(اللجنة ص12، ماخوذ از الكلام المفيد ص113)

جمہور حضرات صحابہ اور تابعین اور فقہاء اور متکلمین اس طرف گئے ہیں کہ شرعی قیاس اصولِ شریعت میں سے ایک اصل ہے، احکامِ سمعی میں (ان مسائل میں جو روایت سے چلے ہوں) جب ان کے اثبات کے لئے کوئی نص اور اجماع نہ ہو، قیاسِ شرعی

سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ ادلہ شرعیہ چار ہیں: کتاب وسنت اجماع و قیاس۔

والغرض منه تحصيل ملكة استنباط الاحكام الشرعية الفرعية من ادلتها الاربعة: من الكتاب والسنة والاجماع والقياس۔

(السحاب المرکوم ص ۳۴۴)

موصوف ایک اور مقام پر لکھتے ہیں

إعلم أن اصول الاجتهاد وأركانه أربعة وربما تعود الى الاثنين۔ الكتاب والسنة والاجماع والقياس۔

(خبیۃ الاکوان فی افتراق الامم، ص136)

غیر مقلد عالم مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1387ھ) سے سن لیجئے۔ آپ بھی اس کا اقرار کرنے پر مجبور ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

ائمۂ اہل سنت کے نزدیک بنیادی اصول چار ہیں، تمام دینی مسائل میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے: قرآن، سنت، اجماعِ امت اور قیاس۔ ان میں اصل قرآن و سنت، اور اجماع وقیاس کا ماخذ بھی قرآن وسنت۔ (معیار الحق کا پیش لفظ ص ۱)

مولانا سلفی مرحوم تسلیم کرتے ہیں کہ قیاس کا ماخذ بھی قرآن وسنت ہی ہے مگر کیا کیا جائے کہ خود غیر مقلدوں کی صف میں ایسے سلفیوں اور اثریوں کی کمی نہیں، جو اپنے جہلاء کو یہ کہہ کر امام صاحب سے بدگمان کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے قرآن و حدیث کے احکام کو رد کرنے کے لئے رائے اور قیاس کا سہارا لیا ہے۔ اور بات بات پر وہ قیاس سے ہی کام لیتے رہے ہیں جبکہ اسلام میں قیاس کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور صحابہ نے قیاس کی مخالفت کی ہے۔ سب سے پہلا قیاس ابلیس نے کیا تھا۔ (استغفر اللہ)۔ غیر مقلدین امام الحرمین الشریفین شیخ محمد بن عبد اللہ السبیل رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن وحدیث کے بڑا عالم مانتے ہیں۔ لیجئے ان سے ہی پوچھ لیجئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال

کے جواب میں لکھتے ہیں: قیاس فقہ اسلامی کے مآخذ میں سے چوتھا مآخذ ہے اور اس کی حجیت کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ اس پر صحابہ، تابعین اور فقہائے امت نے قرنہا قرن عمل کیا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک قیاس پر عمل کرنا واجب ہے جبکہ داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پیروکاروں نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا کہ قیاس حجتِ شرعیہ نہیں ہے۔ ان کے دلائل میں سے ایک دلیل وہی ہے جس کا آپ نے سوال میں ذکر کیا ہے اور علماء نے ان کے دلائل کے جوابات بھی دیئے ہیں ہم مختصر طور پر بعض جواب کا ذکر کرتے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ آگے چل کر لکھتے ہیں:

علماء نے قیاس کی حجیت کو کتاب وسنت اور اجماع سے، نیز عقلی دلیل سے ثابت کیا ہے۔ ہم ان میں سے بعض ذکر کرتے ہیں اور اگر مزید دلائل معلوم کرنے کا ارادہ ہو، تو ان کتبِ اصول کی طرف مراجعت کی جائے جن کا میں نے منکرینِ قیاس کے شبہات کے رد میں پہلے ذکر کر دیا ہے۔ (ماہنامہ النصیحۃ جون 2001، ص4، 5)

باب 17

کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مستدلات ضعیف ہیں؟

1 ایک بہت بڑی غلط فہمی کا ازالہ

ہمارے زمانے کے اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ فقۂ حنفی کسی ایک شخص کے اخذ کردہ مسائل کا نام ہے، جب کہ اس بات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ فقۂ حنفی، فقہائے احناف کے قرآن وحدیث سے اخذ کردہ اُن مسائل کا نام ہے جو مفتیٰ بہ ہیں (یعنی جن مسائل پر فتویٰ دیا گیا ہے) اور فقہائے احناف کے درخشندہ ستاروں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ، امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اور امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

اب جب فقۂ حنفی کسی ایک شخصیت کا نام نہیں، تو کسی ایک حنفی کی بات کو پوری فقۂ حنفی کی طرف منسوب کر دینا جہالت کے سوا کچھ نہیں ہوگا، لیکن اس کے باوجود لوگ تواتر کیساتھ اس قسم کے لغو اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔

مذکورہ بالا بات اگر اچھی طرح ذہن نشین کر لی جائے، تو بہت سے مسائل پیدا ہی نہیں ہوسکیں گے۔

سوال حضرت مجھے یہ بتائیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے جو فقہ و مسائل ہیں وہ کب مرتب ہوئے؟ لوگ کہتے ہیں کہ یہ جو حنفی مسائل ہیں وہ بعد کے لوگوں نے لکھا ہے، یہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہیں لکھے ہیں۔ اگر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کوئی حدیث ضعیف

ہو گی تو اسے ان کے مسائل میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ یہ تو ٹھیک ہے، لیکن کیا یہ امام صاحب کے زمانہ میں مرتب ہوئی؟ کسی مسائل کی دلیل میں جب کوئی حدیث پیش کی جاتی ہے وہ تو بخاری یا مسلم یا پھر کوئی حدیث کی کتاب کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ لیکن یہ تو بعد میں لکھی گئی۔ کیا پتہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث سے مسائل لئے ہیں یا نہیں؟ کیا امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہی دلیل اور حجت ہے؟

جواب نمبر: 8811

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتوی: 1733=2203/ ھ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعہ خود اعلیٰ درجہ کے مجتہد محدث، ثقہ، صدوق، زاہد، عارف خاشع بلکہ امام الائمہ سراج الامۃ سید الفقہاء والمجتہدین تھے، جیسا کہ بے شمار تصانیف معتبرہ اس پر شاہد عدل ہیں، اس کے باوجود تدوینِ فقہ پر کام انجام دینے کی خاطر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہزار ہا ممتاز وفائق شاگردوں میں سے تقریباً چالیس ماہرین قرآن وحدیث کو چھانٹ کر ایک مجلس تشکیل فرمائی تھی، وہ حضرات تمام دلائل کو سامنے رکھ کر استنباطِ مسائل کی خدمت انجام دیتے تھے، وہ حضرات ذخیرۂ احادیثِ مبارکہ کو سامنے رکھ کر حدیث کے صحت وضعف، تواتر وشہرت وغیرہ کے علاوہ اس پر بھی خاص نظر رکھتے تھے کہ مسائل میں آخری عمل حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کیا رہا تھا، نیز اس مجلس میں احادیث، آثار، اجماعِ صحابہ وقیاسِ صحیح کی روشنی میں آزادی کے ساتھ پوری بحث ہوتی تھی۔ ال المضیئۃ، أمانی الاحبار وغیرہ کتب معتبرہ میں اس کی پوری تفصیل ہے، فتاویٰ رحیمیہ جلد چہارم میں بھی قدرے مدلل تفصیل سے مذکور ہے۔ ان کتابوں کو بغور ملاحظہ کریں، اس کے بعد آپ کو جو اشکال رہے لکھیں، عام لوگوں کا کچھ زبان کھولنا تو ان جیسے امور میں لائق توجہ نہیں ہوتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء،

دارالعلوم دیوبند

2 کیا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مستدلات ضعیف ہیں؟

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اُن کے مستدلات علمِ حدیث کی رُو سے ضعیف ہوتے ہیں۔

جواب: اس کا تفصیلی جواب جو تو ہر ایسے مسئلہ کے ذیل میں ہی دینا مناسب ہے، جس مسئلہ کے متدل کو لوگوں نے ضعیف کہا ہے۔ البتہ ان کا مجموعی جواب شیخ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ادلّہ پر خوب غور کیا، اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل یا تو قرآن کریم سے ماخوذ ہیں یا احادیثِ صحیحہ سے یا احادیث حسنہ سے، یا ایسی ضعیف احادیث سے جو تعددِ طُرق کی وجہ سے حَسَن کے درجہ میں آ گئی ہیں، اس سے نیچے کوئی دلیل نہیں''۔

3 ضعیف حدیث سے استدلال کا رد

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جن احادیث سے استدلال کرتے ہیں وہ اکثر ضعیف ہیں۔ اس اعتراض کا جواب حضرت مولانا تقی عثمانی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب ''تقلید کی شرعی حیثیت'' میں مفصل تحریر فرمایا ہے جس کو مختصراً نقل کیا جا رہا ہے تا کہ لوگوں کو حقیقت کا اندازہ ہو سکے۔

1 حنفیہ کی کتابوں کا مطالعہ

ضعیف حدیث سے استدلال کا اصل جواب تو یہ ہے کہ احکام کے سلسلہ کی آیتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے اور پھر حنفیہ کی کتابوں کو انصاف اور حقیقت پسندی سے پڑھا جائے، تو حقیقت حال واضح ہو جائے گی خاص

طور سے مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ اس مکالمہ میں نہایت مفید ہوگا:

(1) شرح معانی الآثار للطحاوی رحمۃ اللہ علیہ (2) فتح القدیر، لابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ (3) نصب الرایہ للزیلعی رحمۃ اللہ علیہ (4) الجوہر النقی، للمدائنی رحمۃ اللہ علیہ (5) عمدۃ القاری، للعینی رحمۃ اللہ علیہ (6) فتح الملہم، لمولانا العثمانی رحمۃ اللہ علیہ (7) بذل المجہود، لمولانا السہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (8) اعلاء السنن، لمولانا احمد العثمانی رحمۃ اللہ علیہ (9) معارف السنن، لمولانا البنوری رحمۃ اللہ علیہ (10) فیض الباری شرح صحیح البخاری، لمولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ۔

ان کتابوں میں قرآن وسنت سے حنفی مسلک کے دلائل شرح وبسط کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

2 صحیح احادیث صرف بخاری و مسلم میں منحصر نہیں

دوسری بات یہ ہے کہ صحیح احادیث صرف بخاری ومسلم ہی میں منحصر نہیں ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ سینکڑوں ائمۂ حدیث نے احایث کے مجموعے مرتب فرمائے ہیں۔ دوسری کتابوں کی احادیث بھی بسا اوقات صحیحین کے معیار کی ہو سکتی ہیں۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی حدیث سنداً صحیحین سے بھی اعلیٰ معیار کی ہو سکتی ہو۔ مثلاً ابن ماجہ صحاح ستہ میں چھٹے نمبر کی کتاب ہے لیکن اس میں بعض احادیث جس اعلیٰ سند کے ساتھ آئی ہیں صحیحین میں اتنی اعلیٰ سند کے ساتھ نہیں۔

(ملاحظہ ہو ماتمس الیہ الحاجۃ)

لہٰذا محض یہ دیکھ کر کسی حدیث کو ضعیف کہہ دینا کسی طرح درست نہیں کہ وہ صحیحین یا صحاحِ ستہ میں موجود نہیں بلکہ اصل دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اصولِ حدیث کے لحاظ سے اس کا کیا مقام ہے؟ اگر یہ بات ذہن میں رہے تو حنفیہ کے مسلک پر بہت سے وہ اعتراضات خود بخود دور ہو جاتے جو بعض سطح بیں حضرات وارد کیا کرتے ہیں۔

3 مجتہدین کا طرزِ استدلال جداگانہ

تیسری بات یہ ہے کہ ائمہ مجتہدین کے درمیان سینکڑوں فقہی مسائل میں جو اختلافات واقع ہوئے ہیں، اس کا بنیادی سبب ہی یہ ہے کہ مجتہد کا طرزِ استدلال اور طریقِ استنباط جدا جدا ہوتا ہے۔ مثلاً: بعض مجتہدین کا طرز یہ ہے کہ اگر ایک مسئلے میں احادیث بظاہر متعارض ہوں، تو وہ اس روایت کو لے لیتے ہیں جن کی سند سب سے زیادہ صحیح ہو، خواہ دوسری احادیث بھی سنداً درست ہوں۔ اس کے برخلاف بعض حضرات ان روایات کی ایسی تشریح کرتے ہیں کہ وہ ایک دوسری سے ہم آہنگ ہو جائیں اور تعارض باقی نہ رہے، خواہ کم درجہ کی صحیح یا حسن حدیث کو اصل قرار دے کر اصل حدیث کی خلافِ ظاہر توجیہ کرنی پڑے اور بعض مجتہدین کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اس حدیث کو اختیار کر لیتے ہیں جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم یا تابعین رحمۃ اللہ علیہم کا عمل رہا ہو، اور دوسری احادیث میں تاویل کرتے ہیں۔

غرض ہر مجتہد کا اندازِ نظر جداگانہ ہے اور ان میں سے کسی کو یہ الزام نہیں دیا جا سکتا کہ اس نے صحیح احادیث کو ترک کر دیا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عموماً احادیث میں تطبیق کی کوشش فرماتے ہیں اور حتی الامکان ہر حدیث پر عمل کی کوشش کرتے ہیں خواہ سنداً مرجوح ہی کیوں نہ ہو، بلکہ اگر ضعیف حدیث کا کوئی معارض موجود نہ ہو، تو اس پر بھی عمل کرتے ہیں، خواہ وہ قیاس کے خلاف ہو، مثلاً: نماز میں قہقہہ سے وضو ٹوٹ جانے، شہد پر زکوٰۃ واجب ہے وغیرہ کے متعدد مسائل میں انہوں نے ضعیف احادیث کی بناء پر قیاس کو ترک کر دیا ہے۔

4 احادیث کی تصحیح وتضعیف ایک اجتہادی مسئلہ

احادیث کی تصحیح وتضعیف بھی ایک اجتہادی معاملہ ہے، یہی وجہ ہے کہ علمائے جرح وتعدیل کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہوتا رہتا ہے۔ ایک حدیث ایک امام

کے نزدیک صحیح یا حسن ہوتی ہے اور دوسرا اسے ضعیف قرار دیتا ہے۔ چنانچہ حدیث کی کتابوں کو دیکھنے سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ لہٰذا بعض اوقات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اجتہاد سے کسی حدیث کو قابلِ عمل قرار دیتے ہیں اور دوسرے مجتہدین اسے ضعیف سمجھ کر ترک کر دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ چونکہ خود مجتہد ہیں، اس لئے دوسرے مجتہدین کے اقوال ان پر حجت نہیں ہیں۔

5 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کا راوی ضعیف

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو صحیح سند کے ساتھ پہنچی جس پر انہوں نے عمل کیا، لیکن ان کے بعد کے راویوں میں سے کوئی راوی ضعیف آ گیا، اس لئے بعد کے ائمہ نے اسے چھوڑ دیا۔ لہٰذا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کوئی الزام عائد نہیں کیا جا سکتا۔

6 ایک حدیث دو سندوں کے ساتھ

اگر کوئی محدث کسی حدیث کو ضعیف قرار دیتا ہے، تو بعض اوقات اس کے پیشِ نظر اس حدیث کا کوئی خاص طریق ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ عین ممکن ہے کہ کسی دوسرے طریق میں وہی حدیث صحیح سند کے ساتھ آئی ہو۔ مثلاً: من کان له امام فقراءة الامام له قراءة کی حدیث بعض محدثین نے کسی خاص طریق کی بناء پر ضعیف کہا ہے لیکن مسند احمد اور کتاب الآثار وغیرہ میں یہی حدیث بالکل صحیح سند کے ساتھ آئی ہے۔ اور بسا اوقات ایک حدیث سنداً ضعیف ہوتی ہے لیکن چونکہ وہ متعدد طرق اور اسانید سے مروی ہوتی ہے اور اسے مختلف اطراف سے متعدد راوی روایت کرتے ہیں، اس لئے اسے قبول کر لیا جاتا ہے اور محدثین اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ ایسی حدیث پر عمل کرنے والے کو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے ضعیف حدیث سے استدلال کیا ہے۔

7 صحیح حدیث ضعیف راوی

بعض اوقات ایک حدیث ضعیف ہوتی ہے اور حدیث کے ضعیف ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی سند میں کوئی راوی ضعیف آ گیا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ضعیف راوی ہمیشہ غلط ہی روایت کرے۔ لہٰذا اگر دوسرے قوی قرائن اس کی صحت پر دلالت کرتے ہوں، تو اسے قبول کر لیا جاتا ہے۔ مثلاً: اگر حدیث ضعیف ہو لیکن تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم اس پر عمل کرتے چلے آ رہے ہوں، تو یہ اس بات کا قوی قرینہ ہے کہ یہاں ضعیف راوی نے صحیح روایت نقل کی ہے۔ چنانچہ حدیث ''لاوصیۃ لوارث'' کو اسی بناء پر تمام ائمہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم نے معمول بہ قرار دیا ہے۔ بلکہ بعض اوقات اس بناء پر ضعیف روایت کو صحیح سند والی روایت پر ترجیح بھی دے دی جاتی ہے۔ مثلاً: آنحضرتؐ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے کہ وہ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، وہ شروع میں کافر تھے، بعد میں مسلمان ہوئے۔ اب اس میں روایات کا اختلاف ہے کہ ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد آنحضرتؐ نے سابق نکاح برقرار رکھا تھا یا نیا نکاح کرایا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے ان کا نکاح کرایا تھا اور مہر بھی نیا مقرر ہوا تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے سابق نکاح باقی رکھا تھا، نیا نکاح نہیں کرایا تھا۔ ان دونوں روایتوں میں سے پہلی روایت ضعیف ہے اور دوسری صحیح ہے لیکن امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جیسے محدث نے تعاملِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی وجہ سے پہلی روایت کو اس کے ضعف کے باوجود ترجیح دی ہے اگرچہ حنفیہ کا موقف قدرے مختلف ہے۔ (دیکھئے جامع ترمذی کتاب النکاح باب الزوجین المشرکین یسلم احدھما)

اسی طرح بعض مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس قسم کے قوی قرائن کی بناء پر کسی ضعیف حدیث پر عمل فرما لیتے ہیں۔ لہٰذا ان کے خلاف بطورِ الزام پیش نہیں کیا جا سکتا۔

8 حنفی مسلک کی غلط ترجمانی

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو صحیح سمجھنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ اس بناء پر اسے حدیث کے خلاف سمجھ لیا جاتا ہے حالانکہ وہ حدیث کے عین مطابق ہوتا ہے۔ اس قسم کی غلطیوں میں بعض مشہور اہلِ علم بھی مبتلاء ہو گئے ہیں۔ مثلاً: مشہور اہلِ حدیث عالم حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے تعدیلِ ارکان کے مسئلہ میں حنفیہ کے موقف پر اعتراض لکھا ہے: ''حدیث شریف میں ہے کہ ایک آدمی نے آنحضرتؐ کے سامنے نماز پڑھی، اس نے رکوع و سجود اطمینان سے نہیں کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے تین دفعہ فرمایا: صلِ فانك لم تصل (تم نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی) یعنی شرعاً تمہاری نماز کا کوئی وجود نہیں، اسی حدیث کی بناء پر اہلِ حدیث اور شوافع وغیرہ کا بھی یہی خیال ہے کہ اگر رکوع و سجود میں اطمینان نہ ہو، تو نماز نہیں ہوگی۔ احناف فرماتے ہیں رکوع و سجود کے معانی معلوم ہو جانے کے بعد ہم حدیث کی تشریح اور نماز کی نفی قبول نہیں کرتے''۔ (تحریکِ آزادیٔ فکر ص32)

حالانکہ یہ حنفیہ کے مسلک کی غلط ترجمانی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حنفیہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ رکوع اور سجدہ تعدیل کے ساتھ نہ کیا جائے تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ لہٰذا وہ ''صل فانك لم تصل'' پر پوری طرح عمل پیرا ہیں۔ البتہ حقیقت صرف اتنی ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ''فرض'' اور ''واجب'' میں فرق ہے جب کہ دوسرے ائمۂ مجتہدین ان دونوں اصطلاحوں میں فرق نہیں کرتے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ نماز کے فرائض وہ ہیں جو قرآنِ کریم یا متواتر احادیث سے قطعی طریقہ پر ثابت ہوں، جیسے رکوع و سجدہ وغیرہ۔ اور واجبات وہ ہیں جو اخبارِ احادیث سے ثابت ہوں، عملی طور پر اس لحاظ سے دونوں میں کوئی فرق نہیں کہ جس طرح فرض کو چھوڑنے سے نماز دوہرائی جائے گی، اسی طرح واجب کو چھوڑنے سے بھی دوہرائی جائے گی۔ لیکن دونوں میں یہ نظری فرق ہے کہ فرض کو چھوڑنے سے آدمی تارکِ نماز

کہلائے گا اور اس پر تارک نماز کے احکام جاری ہوں گے اور واجب کو چھوڑنے سے تارکِ نماز نہیں کہلائے گا۔ بلکہ نماز کے ایک واجب کا تارک کہلائے گا۔ بالفاظِ دیگر فرض نماز تو ادا ہو جائے گی، لیکن اس پر واجب ہوگا کہ وہ نماز کو لوٹائے اور یہ بات حدیث کے مفہوم کے خلاف نہیں، بلکہ اس بات کی تصریح خود اسی حدیث کے آخر میں موجود ہے۔ جامع ترمذی میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے ان صاحب سے یہ فرمایا: ''فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ'' (ترمذی رقم 302)

ترجمہ: نماز پڑھو، کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔

تو یہ بات صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی معلوم ہوئی کہ نماز میں تخفیف کرنے والوں کو تارکِ نماز قرار دیا جائے، لیکن تھوڑی دیر بعد جب آپ ﷺ نے ان صاحب کو نماز کا صحیح طریقہ بتاتے ہوئے تعدیلِ ارکان کی تاکید فرمائی، تو ارشاد فرمایا:

فَإِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ، وَإِنِ انْتَقَصْتَ مِنْهُ شَيْئًا انْتَقَصْتَ مِنْ صَلَاتِكَ۔ (ترمذی رقم 302)

ترجمہ: جب تم یہ کام کرو گے تو تمہاری نماز پوری ہوگی اور اگر اس میں تم نے کمی کی، تو تمہاری نماز میں کمی واقع ہو جائے گی۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں:

قَالَ: وَكَانَ هٰذَا أَهْوَنَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْأُولٰى، أَنَّهُ مَنِ انْتَقَصَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا انْتَقَصَ مِنْ صَلَاتِهِ، وَلَمْ تَذْهَبْ كُلُّهَا۔ (جامع ترمذی 302)

اور یہ بات صحابہ رضی اللہ عنہم کو پہلی بات سے زیادہ آسان معلوم ہوئی کہ ان چیزوں میں کمی کرنے سے نماز میں کمی تو واقع ہوگی، لیکن پوری نماز کالعدم نہیں ہوگی۔

حدیث کا یہ جملہ صراحتاً وہی تفصیل بتا رہا ہے جس پر حنفیہ کا عمل ہے۔ حنفیہ حدیث کے ابتدائی حصہ پر عمل کرتے ہوئے اس بات کے بھی قائل ہیں کہ تعدیلِ ارکان چھوڑنے سے نماز کو دہرانا پڑے گا اور آخری حصہ پر عمل کرتے ہوئے اس کے بھی قائل ہیں کہ اس کو چھوڑنے سے آدمی کو تارکِ نماز نہیں کہیں گے بلکہ نماز میں کمی اور کوتاہی کرنے

والا کہیں گے۔

اس تشریح کے بعد غور فرمائیے کہ حنفیہ کے موقف کی یہ ترجمانی کہ وہ ''حدیث کی تشریح قبول نہیں کرتے'' ان کے مسلک کی کتنی غلط اور الٹی تعبیر ہے۔ بہر حال مقصد یہ تھا کہ بعض اوقات حنفی کے کسی مسلک پر اعتراض کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ مسلک کی قرار واقعی تحقیق نہیں کی جاتی۔

یہ چند اصولی باتیں ذہن میں رکھ کر حنفیہ کے دلائل پر غور کیا جائیگا تو ان شاء اللہ یہ غلط فہمی دور ہو جائے گی، کہ حنفیہ کے استدلال ضعیف ہیں یا وہ قیاس کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ایک مجتہد کو یہ توحق ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کسی استدلال سے اختلاف کرے، یا ان کے کسی قول سے متفق نہ ہو، لیکن ان کے مذہب پر علی الاطلاق ضعف کا حکم لگا دینا یا کہنا کہ وہ قیاس کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں ظلمِ عظیم سے کم نہیں۔

4 امام عبدالوہاب شعرانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے چند اقوال

یوں تو بے شمار محقق علماء نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مدارکِ اجتہاد کی تعریف کی ہے لیکن یہاں ہم ایک شافعی عالم کے چند اقوال نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جو قرآن و حدیث اور فقہ و تصوف کے امام سمجھے جاتے ہیں، یعنی شیخ عبدالوہاب شعرانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، یہ بذاتِ خود حنفی نہیں ہیں، لیکن انہوں نے ایسے لوگوں کی سخت تردید کی ہے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا ان کے فقہی مذہب پر مذکورہ اعتراضات کرتے ہیں بلکہ انہوں نے اپنی کتاب ''المیزان الکبریٰ'' میں کئی فصلیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دفاع ہی کے لئے قائم فرمائی ہیں وہ فرماتے ہیں:

''یاد رکھئے ان فصلوں میں (جو میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دفاع کے لئے قائم کی ہیں) میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے کوئی جواب محض قلبی عقیدت یا حسنِ ظن کی بناء پر نہیں دیا، جیسا کہ بعض لوگوں کا دستور ہے، بلکہ میں نے یہ جوابات دلائل کی

کتابوں کی پوری چھان بین کے بعد دیئے ہیں۔ اور امام ابوحنیفہؒ کا مذہب تمام مجتہدین کے مذاہب میں سب سے پہلے مدون ہونے والا مذہب ہے اور اہل اللہ کے قول کے مطابق سب سے آخر میں ختم ہوگا۔

اور جب میں نے فقہی مذہب کے دلائل پر کتاب لکھی تو اس وقت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے اقوال کا تتبع کیا، مجھے ان کے یا ان کے متبعین کا کوئی قول ایسا نہیں ملا جو مندرجہ ذیل شرعی حجتوں میں سے کسی پر مبنی نہ ہو، یا تو اس کی بنیاد کوئی قرآن کی آیت ہوتی ہے یا کوئی حدیث، یا صحابی کا اثر یا ان سے مستنبط ہونے والا کوئی مفہوم یا کوئی ایسی ضعیف حدیث جو بہت سی اسانید اور طرق سے مروی ہو، یا کوئی ایسا صحیح قیاس جو کسی صحیح اصل پر متفرع ہو، جو شخص اس کی تفصیلات جاننا چاہتا ہے وہ میری اس کتاب کا مطالعہ کرلے۔ آگے انہوں نے لوگوں کی تردید میں ایک پوری فصل قائم کی ہے، جو یہ ہے کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے قیاس کو حدیث پر مقدم رکھا۔ اس الزام کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

یاد رکھئے کہ ایسی باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جو امام ابوحنیفہؒ سے تعصب رکھتے ہیں اور اپنے دین کے معاملہ میں جری اور اپنی باتوں میں غیر محتاط ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے غافل ہیں کہ:

’’بلاشبہ کان، آنکھ اور دل میں سے ہر ایک کے بارے میں (محشر میں) سوال ہوگا۔

آگے انہوں نے یہ واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوریؒ، مقاتل بن حیانؒ، حماد بن سلمہؒ اور حضرت جعفر صادقؒ، امام ابوحنیفہؒ کے پاس آئے اور ان سے اس پروپیگنڈے کی حقیقت معلوم کی کہ وہ قیاس کو حدیث پر مقدم رکھتے ہیں۔ اس کے جواب میں امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں تو قیاس کو قرآن و حدیث ہی نہیں، آثارِ صحابہؓ کے بھی بعد استعمال کرتا ہوں اور صبح سے زوال تک امام ابوحنیفہؒ ان حضرات کو اپنا موقف سمجھاتے رہے۔ آخر میں یہ چاروں حضرات یہ کہہ کر تشریف لے گئے کہ:

آپ تو علماء کے سردار ہیں۔ لہٰذا ہم نے ماضی میں آپ کے بارے میں صحیح علم کے بغیر جو بدگمانیاں کی ہیں ان پر آپ ہمیں معاف فرمائیے‘‘۔

اس کے بعد امام شعرانیؒ نے ایک اور فصل ان لوگوں کی تردید میں قائم کی ہے جو امام ابوحنیفہؒ کے اکثر دلائل پر ضعیف ہونے کا الزام لگاتے ہیں اور مبسوط بحث کے ذریعہ اس بے بنیاد الزام کی حقیقت واضح کی ہے۔ پھر ایک اور فصل انہوں نے یہ ثابت کرنے کے لئے قائم کی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک دینی اعتبار سے محتاط ترین مذہب ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں: بحمد اللہ! میں نے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کا تتبع کیا ہے اور اس کو احتیاط و تقویٰ کے انتہائی مقام پر پایا ہے۔

امام شعرانیؒ کے یہ چند اقوال محض نمونے کے لیے پیش کر دیئے گئے ہیں ورنہ ان کی یہ پوری بحث قابلِ مطالعہ ہے۔ (ملاحظہ ہو المیزان الکبریٰ)

باب18

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ

1 ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کا حدیث میں مقام

ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے مقام ومرتبہ کے محدث تھے،ان کی تالیف المصنف اپنے موضوع پر بے نظیر ہے، بالخصوص آثار صحابہ وتابعین کا جتنا اور جس قدر ذخیرہ انہوں نے اس میں جمع کر دیا ہے، وہ ایک علمی خزانہ ہے، اہل علم کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ ہر دور میں علمی وفکری تنقید کرتے رہے ہیں، علمی وفکری تنقید سے ہی نئے گوشے وا ہوتے ہیں اور فکر ونظر کے نئے دریچے کھلتے ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تنقید کی ہے،اس کا یہ مطلب نہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا احترام نہیں کرتے ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے تنقید کی ہے،اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا احترام نہیں کرتے ،قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ پر تنقید کی ہے،اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اس کا احترام نہیں کرتے ۔

ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر یہ تنقید اسی کا ایک فکری تسلسل ہے،اس سے یہ مطلب نکالنا درست نہیں ہوگا ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے معاند یا مخالف ہیں، ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک فکری رائے تھی جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فکر سے مختلف تھی اور اسی اختلاف کی وجہ سے انہوں نے تنقید کی، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی

شخص شدتِ تاثر میں کسی رائے کو مخالفِ حدیث قرار دیتا ہے،لیکن اس سے دوسرا بھی اس کو مخالف حدیث سمجھ لے، یہ درست نہیں ہوگا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ میں نے شمار کی تو ان کی ستر(70) آراء کو سنت کے مخالف پایا۔امام ابن عبدالحکم رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کتاب لکھی جس کا عنوان: الرد علی الشافعی فیما خالف فیه القرآن والسنة۔اسی طرح ائمہ احناف پر بھی کچھ محدثین جیسے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مخالف آثار ہونے کی بات کہی ہے، ایسے میں علمی طریقہ یہ ہے کہ ہم کسی کے بیان کو سن کر یا کسی کی رائے سے متاثر ہو کر کسی فریق کو حدیث وسنت کا مخالف نہ سمجھ لیں۔

ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب پر علماء احناف نے ماضی میں بھی اور دور حاضر میں بھی رد کیا ہے۔حافظ عبدالقادر قرشی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الدرر المنفیة فی الرد علی ابن ابی شیبه'' کے نام سے کتاب لکھی۔ حافظ قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے رد پر رد لکھا۔حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے عقود الجمان میں اس مسئلہ پر خاص توجہ کی ہے اور ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کا رد لکھا ہے۔اس کے علاوہ انہوں نے ایک خاص تصنیف اسی مقصد کیلئے لکھنے شرع کی تھی جو کافی مفصل اور مطول تھی اور محض دس اعتراض کے جواب میں دو جلدیں ہوگئیں، تو انہوں نے اسے چھوڑ کر دوبارہ سے سیرت شامیہ لکھنے پر توجہ کی، جو ان کی خاص تصنیف ہے۔ دور حاضر میں علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ نے ''النکت الطریفه فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبة عن ابی حنیفة'' کے نام سے ایک جامع کتاب لکھی۔

ویسے یہ حیرت کی بات ہے کہ جن مسائل پر ایک خاص گروہ احناف کے خلاف مخالف سنت ہونے کا شور مچاتا ہے، ان کو ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں شامل ہی نہیں کیا ہے، جیسے قہقہہ سے وضو ٹوٹنا، امام کے پیچھے قرات نہ کرنا، نبیذ سے وضو کرنا، رکوع میں رفع یدین نہ کرنا، وضو من مس الذکر، طلاق میں عورت کے آزاد اور غلام ہونے کا اعتبار وغیرہ، تو کیا یہ ماننا درست نہیں ہوگا کہ ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ ان مسائل میں احناف

کے ہمنوا تھے، اگر ہمنوا نہ ہوتے تو ان کو ضرور ذکر کرتے۔

یہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ ایک ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے لاکھوں کی تعداد میں مسائل منقول ہونے کا ذکر کتب فقہ وافتاء میں موجود ہے، اگر ہم ایک محتاط تعداد یعنی تراسی ہزار (83000) کو ہی اختیار کریں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تراسی ہزار مسائل منقول ہیں، تو ایک سو پچیس مسائل جن پر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراض کیا ہے۔ ان کا تراسی ہزار میں کیا تناسب ہے؟ اگر ہم مان لیتے ہیں کہ بقول ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک سو پچیس مسائل میں غلطی ہوئی ہے تو اس کا تناسب کیا بنتا ہے؟ اگر تناسب نہایت حقیر، قلیل اور مالایعتد بہ ہے تو اس پر شور وغوغا کی ضرورت کیوں؟

آخر میں ایک بار پھر یہ بات عرض کر دوں کہ علمی وفکری اختلاف جرح نہیں ہوتا، ورنہ تو سارے ائمہ اسلام مجروح قرار پائیں گے، لیکن کچھ لوگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر شوقِ جرح میں ان علمی وفکری اختلافات کو بھی جرح کے کھاتے میں شمار کر دیتے ہیں، جیسے مقبل الوادعی نے نشر الصحیفۃ میں کیا ہے۔ پتہ نہیں ایسے لوگ علمِ حدیث کہاں سے اور کس سے سیکھتے ہیں؟ جو علمی تنقید اور جرح کے فرق میں امتیاز کرنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہوتے ہیں۔

2 امام ابن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراضات کا جواب

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم العبسی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۵۹ھ وفات ۲۳۵ھ) کا شمار متقدمین ائمہ حدیث میں ہوتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت وثقاہت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ جیسے ائمہ حدیث نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث کی روایت کی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے احادیثِ مبارکہ کا ایک عظیم مجموعہ مرتب کیا تھا جو علمی حلقوں میں ''مصنف ابن ابی شیبہ'' کے نام سے مشہور ہے۔

علمائے حدیث کی اصطلاح میں مصنف حدیث کی ایسی کتاب کو کہتے ہیں جس میں

ابواب فقہ کی ترتیب پر احادیث جمع کی جائیں یا بالفاظ دیگر جس میں ''احادیثِ احکام'' جمع کی جائیں۔ مصنف میں مرفوع احادیث کا التزام نہیں کیا جاتا بلکہ اس میں موصول، موقوف، مرسل اور منقطع احادیث بھی جمع کی جاتی ہیں۔ ساتھ ہی اس میں صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال وآراء اور فتاویٰ بھی شامل کیے جاتے ہیں۔ (اصول التخریج ص:۱۱۸)

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب بھی اسی اصول کے تحت مرتب کی ہے۔ یہ کتاب ۷ جلدوں پر مشتمل ہے اور اس میں ۳۷۹۴۳ احادیث جمع کی گئی ہیں۔ مصنف ابن ابی شیبہ کے مختلف اجزاء مختلف ممالک سے شائع ہوتے رہے ہیں ۱۴۰۹ھ میں مکتبۃ الرشید الریاض (سعودی عرب) نے شیخ کمال یوسف الحوت کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ اس کی ساتوں جلدوں کو بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے، مکتبۃ الرشید کا یہی نسخہ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔

ساتویں جلد میں امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل باب امام الائمہ امام اعظم سیدنا الامام ابوحنیفۃ النعمان رحمۃ اللہ علیہ کے رد کے لیے مخصوص فرمایا ہے۔ اس باب کا عنوان ہے:

''ھٰذا ما خالف بہ ابو حنیفہ الاثر الذی جاء عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم''۔

ترجمہ: ان مسائل کا بیان جن میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے خلاف رائے دی ہے۔

یہ باب ۴۸ صفحات (ص: ۲۷۷ تا ۳۲۵) پر مشتمل ہے۔ اس باب میں امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲۵ مسائل فقہیہ کا ذکر کیا ہے جن میں (بقول ان کے) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث پاک کی مخالفت کی ہے۔ طریقۂ تالیف یہ ہے کہ وہ کسی ایک مسئلہ کے تحت چند احادیث (جن میں موقوف ومرسل اور منقطع ہر قسم کی حدیثیں ہیں) ذکر کرتے ہیں اور آخر میں یہ ٹیپ کا بند ہوتا ہے کہ ''مگر ابوحنیفہ نے اس مسئلہ میں ایسا کہا ہے''۔

مصنف ابن ابی شیبہ کا یہ باب ’’عاملین بالحدیث‘‘ کے لیے اپنے اندر بڑی کشش رکھتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس باب کو تعلیقات وحواشی کے ساتھ مستقل کتابی شکل میں بھی شائع کیا جاتا رہا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ ؒ کی جلالتِ علمی اور محدثانہ بصیرت کے تمام تر اعتراف کے باوجود غیر جانبدار اور حقیقت پسند محققین کی رائے میں اس باب میں امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا، کیونکہ ان ۱۲۵ مسائل میں کچھ مسئلے ایسے ہیں جن میں امام اعظم ؒ کے پاس بھی حدیث ہے اور یہ حدیث امام ابن ابی شیبہ ؒ کی بیان کردہ حدیث کے مقابلہ میں بچند وجوہ قوی ہے۔ کچھ مسائل وہ ہیں جن میں فہمِ حدیث کا فرق ہے یعنی ان مسائل میں امام اعظم ؒ نے بھی اس حدیث کو پیش نظر رکھا ہے مگر اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے امام اعظم ؒ کی نظر حدیث کے جس گہرے اور دقیق مفہوم تک پہنچ گئی۔ امام ابن ابی شیبہ ؒ کی نظر وہاں تک نہ پہنچ سکی۔ اورانہوں نے حدیث کے ظاہری مفہوم کو دیکھتے ہوئے امام اعظم ؒ پر حدیث کی مخالفت کا الزام لگا دیا۔ کچھ مسائل ایسے ہیں جن میں حدیث قبول کرنے کی شرائط کا فرق ہے، یعنی کسی حدیث کو قبول کرنے کی جو شرائط امام اعظم ؒ کے پیشِ نظر تھیں وہ امام ابن ابی شیبہ ؒ کی بیان کردہ حدیث میں مفقود ہیں۔ اسی لیے امام اعظم ؒ نے مسئلہ کی بنیاد ایسی احادیث پر رکھنے کی بجائے قرآن کریم کی کسی آیت کے عموم پر رکھی ہے۔ کچھ مسائل ایسے ہیں جن میں امام ابن ابی شیبہ ؒ نے امام اعظم ؒ کی طرف جو رائے منسوب کی ہے، دراصل وہ نہ امام اعظم ؒ کی رائے ہے، نہ آپ ؒ کے تلامذہ کی۔

انہیں وجوہات کی بنیاد پر اہلِ علم نے امام ابن ابی شیبہ ؒ کے اس باب کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی ہے، بلکہ احناف کے علاوہ بعض انصاف پسند شوافع نے بھی امام اعظم ؒ کا دفاع کرتے ہوئے امام ابن ابی شیبہ ؒ کا رد کیا ہے۔

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ ان ۱۲۵ مسائل میں ترک الجہر بالبسملہ، قرأۃ خلف

الامام، رفع یدین، نقض الوضوبمس الذکر اور طلاق میں عورت کی رقیت وحریت کا اعتبار وغیرہ جیسے مسائل شامل نہیں ہیں جن میں عام طور پر احناف پر حدیث کی مخالفت کا الزام لگایا جاتا ہے۔ اس بات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ امام ابن ابی شیبہ ؒ کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ مذکورہ مسائل میں امام اعظم ؒ نے حدیث کی مخالفت نہیں کی ہے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو وہ ان ۱۲۵/مسائل میں مذکورہ بالا مسائل کو ضرور شمار کرتے۔

امام ابن ابی شیبہ ؒ کے رد میں حافظ محی الدین القرشی الحنفی ؒ نے ایک مستقل کتاب تحریر فرمائی تھی ’’الدر المنیفة فی الرد علی ابن ابی شیبه عن ابی حنیفه‘‘۔ اس کے علاوہ علامہ قاسم بن قطلو بغا الحنفی ؒ نے بھی اس باب کے رد میں کتاب لکھی تھی، مگر یہ دونوں کتابیں مفقود ہیں۔

علامہ محمد بن یوسف الصالحی ؒ (صاحب سیرت شامیہ) نے ’’عقود الجمان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان‘‘ میں اجمالی طور پر امام ابن ابی شیبہ ؒ کا رد فرمایا ہے۔ یاد رہے کہ علامہ الصالحی ؒ شافعی المذہب تھے، عقود الجمان ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ؒ نے اس باب کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھنا شروع کی تھی۔ ابھی امام ابن ابی شیبہ ؒ کے بیان کردہ ۱۲۵/مسائل میں سے صرف ۲۰/مسائل پر ہی کلام ہوا تھا کہ دو جلدیں پوری ہوگئیں۔ پھر آپ ؒ اس تالیف کو موقوف کر کے سیرت شامیہ کی تکمیل میں مصروف ہو گئے۔ خدا جانے یہ کتاب بعد میں مکمل ہوئی یا نہیں؟

مصنف ابن ابی شیبہ کے اس مخصوص باب کے رد میں ایک جامع اور محققانہ کتاب امام زاہد بن الحسن الکوثری ؒ (وفات ۱۳۷۱ھ) نے تصنیف فرمائی ہے، کتاب کا نام ہے ’’النکت الطریفه فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبه علی ابی حنیفة‘‘ یہ کتاب ہمارے پیشِ نظر ہے۔ کتاب پر گفتگو سے پہلے ہم صاحب کتاب کا مختصر اور اجمالی تعارف کرانا چاہتے ہیں۔

امام زاہد الکوثری ؒ ترکی الاصل تھے اور عثمانی دارالخلافہ میں ایک معزز علمی عہدہ پر

فائز تھے۔ سقوطِ خلافت کے بعد آپ ؒ قاہرہ تشریف لے آئے اور آخر عمر تک یہیں قیام پذیر رہے۔ آپ ؒ کے علم وفضل کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ؒ کے معاصرین میں دونابغۂ روزگار شخصیات امام محمد ابوزہرہ ؒ اور محدث العصر امام عبداللہ صدیق الغماری ؒ نے آپ ؒ کے وسیع علم، دقتِ نظر اور صلاح وتقویٰ کا برملا اعتراف کیا ہے۔ ان دونوں حضرات کا اعترافِ علم وفضل بجائے خود ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ مذکورہ دونوں حضرات کا بہت سے مسائل میں امام کوثری ؒ سے علمی اختلاف تھا۔ حدیث، فقہ اور اصولِ فقہ آپ ؒ کا خاص میدان تھا، بالخصوص فقہ حنفی پر آپ ؒ کی بہت گہری نظر تھی۔ فقہ حنفی کی ترویج واشاعت اور اس کے دفاع میں آپ ؒ کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ غالباً اسی وجہ سے بعض حضرات نے آپ ؒ کا موازنہ علامہ شامی ؒ سے کیا ہے۔ اس بات کو اگر عقیدت مندانہ مبالغہ مان لیا جائے پھر بھی اتنا ضرور ہے کہ علامہ کوثری ؒ کے بعد عالمِ اسلام میں ان کے پایہ کا کوئی فقہ حنفی کا عالم نظر نہیں آتا۔

آپ ؒ نے تصانیف کا ایک بڑا ذخیرہ امتِ اسلامیہ کو دیا جس میں زیادہ تر کتابیں فقہی موضوعات، فقہ حنفی اور علماے احناف کے دفاع میں ہیں۔ بعض لوگوں کو آپ ؒ کے قلم سے تشدد آمیز اور جارحانہ اسلوب کا گلہ ہے، جو کسی حد تک درست بھی ہے کیونکہ جب آپ ؒ کا قلم احناف کے دفاع میں اٹھتا ہے، تو پھر اس کے سامنے امام الحرمین الجوینی ؒ ہوں یا پھر حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ اس کی پرواہ کیے بغیر "کلکِ کوثری خنجر خونخوار برق بار" نظر آتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ ؒ کے بعض معاصرین نے آپ ؒ کو مجنونِ ابی حنیفہ (ابوحنیفہ کا دیوانہ) کا لقب دیا تھا۔

النکت الطریفہ آپ ؒ کی معرکۃ الآرا کتاب ہے اس میں آپ ؒ نے امام ابن ابی شیبہ ؒ کے اعتراضات کا عالمانہ اور محققانہ جواب دیا ہے۔ اس کتاب کے مقدمہ سے چند اہم باتیں ہم ہدیۂ ناظرین کرنا چاہتے ہیں۔

امام الکوثری ؒ فرماتے ہیں کہ امام ابن ابی شیبہ ؒ کے بیان کردہ ان ۱۲۵/

مسائل کا جب علمی وتحقیقی جائزہ لیا گیا تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہم ان مسائل کو دو حصوں میں تقسیم کریں گے

(ا) پہلے حصے میں وہ مسائل ہیں جن میں مختلف احادیث موجود ہیں، اب کسی مجتہد نے ایک حدیث لی ہے کسی نے دوسری کو اختیار کیا ہے، کیونکہ حدیث کو قبول کرنے کی شرائط اور وجوہِ ترجیح ہر مجتہد کی الگ الگ ہیں۔ لہٰذا کسی مجتہد پر یہ الزام نہیں لگایا جا سکتا کہ اس نے صریح حدیث کی مخالفت کی ہے۔

(۲) ان مسائل کے دوسرے حصہ کو ہم پانچ حصوں میں تقسیم کریں گے:

(الف) یہ وہ مسائل ہیں جن میں امام اعظم ؒ نے خبرِ واحد کو ترک کر کے نصِ قرآنی پر فتویٰ دیا ہے۔

(ب) بعض وہ مسائل ہیں جن میں خبرِ مشہور اور غیر مشہور دونوں تھیں آپ ؒ نے خبرِ مشہور کو اختیار کیا ہے۔

(ج) بعض مسائل میں فہمِ حدیث کا فرق ہے اور یہی وہ مسائل ہیں جن میں امام اعظم ؒ کی دقتِ نظر آشکارا ہوتی ہے جو نہیں کا حصہ ہے۔

(د) امام ابن ابی شیبہ ؒ نے جو رائے امام اعظم ؒ کی طرف منسوب کی ہے وہ آپ ؒ کی رائے نہیں ہے جس پر ہمارے اصحاب کی کتب شاہد ہیں۔

(ہ) اس آخری حصہ کو ہم بر سبیل تنزل یہ مان لیتے ہیں کہ ان مسائل میں امام اعظم ؒ سے سہو ہوا ہے۔ یہ صرف ۱۲ یا ۱۳ مسائل ہوتے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض محال تھوڑی دیر کو یہ مان لیا جائے کہ امام ابن ابی شیبہ ؒ کے بیان کردہ ان ایک سو پچیس مسائل میں سب میں امام اعظم ؒ سے سہو ہوا ہے، تو اس پر ہم عرض کریں گے کہ ایک روایت کے مطابق امام صاحب ؒ نے ۸۳/ ہزار مسائل کا استخراج فرمایا تھا اب اگر ۸۳/ ہزار کو ۱۲۵ پر تقسیم کیا جائے تو معلوم ہوگا ۶۶۴ مسائل میں صرف ایک مسئلہ میں آپ ؒ سے سہو ہوا اور یہ کوئی عیب نہیں ہے۔ جب کہ دوسری روایت یہ ہے کہ امام اعظم ؒ نے ۵/ لاکھ مسائل کا

استخراج واستنباط فرمایا تھا اس روایت کے مطابق ۴۰۰۰ مسائل میں سے صرف ایک مسئلہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے سہو ہوا۔ عنایہ شرح ہدایہ کے مصنف کی تحقیق کے مطابق امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲/لاکھ ۷۰/ہزار مسائل کا استخراج فرمایا۔ اس کے حساب سے ۱۰۱۶۰/مسائل میں سے صرف ایک میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے سہو ہوا۔ ان تین میں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی بھی روایت کو لیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوگا کہ اصل تعداد کے مقابلہ میں خطاء وسہو کی نسبت کتنی کم ہے۔ اور یہ ایسی بات ہے کہ کسی بھی غیر معصوم سے اس کی توقع کی جاسکتی ہے۔ اور یہ بھی ہم نے بر سبیل تنزل فرض کیا ہے ورنہ ان ۱۲۵ مسائل میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے سہو نہیں ہوا بلکہ امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کو نہ پہنچ سکے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر حدیث کی مخالفت کرنے کا الزام لگا دیا۔

مقدمہ کے بعد امام الکوثری رحمۃ اللہ علیہ نے اصل بحث کا آغاز فرمایا ہے اور ان ۱۲۵ مسائل میں سے ہر مسئلہ پر الگ الگ بحث کی ہے، اور حق تو یہ ہے کہ تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ میری ناقص رائے میں اگر امام کوثری رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی اور کتاب نہ بھی ہوتی تو صرف یہی کتاب ان کی علمی عظمت کے ثبوت کے لیے کافی تھی۔ یہ کتاب تقریباً ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے اس کو المکتبۃ الازہریہ للتراث نے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ اس کا اردو ترجمہ شائع کیا جائے بلکہ اس سے پہلے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کے اس مخصوص باب کا ترجمہ بے سرو پا حواشی کے ساتھ اردو میں شائع کیا جائے، امام زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ کی اس معرکۃ الآرا کتاب النکت الطریفہ کا ترجمہ ہوجانا چاہئے۔

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

اردو زبان میں ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراضات کے جوابات کے لیے: امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ: مؤلف: مولانا مفتی علی معاویہ بہاری کی کتاب بھی عمدہ ہے۔

باب19

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

1 تاریخ بغداد پر ایک تحقیقی نظر

حافظ أبي بكر أحمد بن علي الخطيب البغدادي رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تاریخِ بغداد چودہ جلدوں میں ہے۔ اس کتاب میں فقہاء ومحدثین وارباب علوم وائمہ دین ودیگر مشاہیر زمانہ کے تقریباً (7831) تراجم وسوانح واحوال بیان کیے گئے ہیں، اور یہ کتاب خطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی اہم اور بڑی مشہور کتاب ہے۔ کتاب میں تمام علمائے بغداد کی تاریخ بیان کرتے ہیں۔ مقدمۃ الکتاب میں وضاحت فرماتے ہیں کہ یہ تاریخ ان لوگوں پر مشتمل ہوگی:

تسمية الخلفاء والأشراف والكبراء والقضاة والفقهاء والمحدثين والقراء والزهاد والصلحاء والمتأدبين والشعراء من أهل مدينة السلام الذين ولدوا بها وبسواها من البلدان ونزلوها وذكر من انتقل عنها ومات ببلدة غيرها ومن كان بالنواحي القريبة منها ومن قدمها من غير أهلها۔

ترجمہ: اس سلسلہ میں اہلِ مدینۃ السلام (یعنی بغداد) کے خلفاء، اشراف، کبراء، قضاۃ، فقہاء، محدثین، قراء، زہاد، صلحاء، متأدبین، شعراء کا تذکرہ ہوگا، اور اہل مدینۃ السلام سے وہ

مراد ہیں جو وہاں پیدا ہوئے یا کسی دوسرے مقام سے آ کر وہاں سکونت پذیر ہوئے، اور وہ جو بغداد کو چھوڑ کر دوسری جگہ فوت ہوئے، اور وہ جو اس کے قرب و جوار میں ساکن تھے یا وہاں آ کر رہے۔ ان کی کنیت، ان کا حسب نسب، مشہور واقعات، تاریخِ وفات وغیرہ بقدر اپنی علم و معرفت جمع کیے ہیں الخ

اس تاریخ بغداد کا خلاصہ بھی کیا گیا تھا۔ اس کا ایک قلمی نسخہ مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفیٰ 11 اگست 1950ء) کی پاس موجود تھا۔ وہ لکھتے ہیں

"یہ خلاصہ فُل سکیپ کے 381 صفحات پر ختم ہوا ہے۔ خلاصہ نگار قاضی ابوالیمن مسعود بن محمد بخاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفیٰ 491ھ) خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ دیباچہ میں تاریخ خطیب کی تعریف کر کے لکھتے ہیں:

"طویل زیادہ ہے، اس لیے میں نے منتخب رجال کے (بہ ترتیب اصل کتاب) حالات، شعر، حدیث، حکایت حسبِ سند خود مختصراً نقل کیے ہیں"۔

واضح ہو کہ کُل رجال خُلاصہ کی تعداد چند صد (سو) سے متجاوز نہ ہوگی۔

(امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ناقدین، ص 21۔ المؤلف: مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی رحمۃ اللہ علیہ۔ ناشر: نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ، کراچی)

یہ تو کتاب "تاریخ بغداد" سے متعلق بات تھی۔ امام الاعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق خطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ جو کچھ ذکر کیا ہے، اصل بات میں نے وہی عرض کرنی ہے۔

خطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً (44) چوالیس صفحات پر امام الاعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و مناقب لکھے ہیں۔ پھر اس کے بعد وہ اقوال لکھے ہیں جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف منقول ہیں، اور ان اقوال کو نقل کرنے سے پہلے خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تمہید بیان کی ہے۔

[قال الخطيب]: وقد سقنا عن أيوب السختياني، وسفيان الثورى وسفيان ابن عُيَيْنَةَ، وَأَبِي بَكْر بن عَيَّاش، وغيرهم من الأئمة أخبارا كثيرة تتضمن تقريظ أَبِي حنيفة والمدح لَهُ، والثناء عَلَيْهِ.

والمحفوظ عند نقلة الحديث عن الأئمة المتقدمين- وَهَؤُلاءِ المذكورون منهم- فى أبي حنيفة خلاف ذٰلِكَ، وكلامهم فيه كثير لأمور شنيعة حفظت عَلَيْهِ متعلق بعضها بأصول الديانات، وبعضها بالفروع، نَحْنُ ذاكروها بمشيئة الله، ومعتذرون إلى من وقف عليها وكره سماعها، بأن أَبَا حنيفة عندنا مَعَ جلالة قدره أسوة غيره من العُلَمَاء الَّذِين دَوَّنّا ذكرهم فى هذا الكتاب، وأوردنا أخبارهم، وحكينا أقوال النَّاس فيهم عَلى تباينها. والله الموفق للصواب.

(تاریخ بغداد وذیولہ ط العلمیة (الخطیب البغدادی) ج13 ص366)

ترجمہ خطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہم نے ایوب السختیانی رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان الثوری رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابی بکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ کرام سے ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مدح وثناء وتعریف میں بیان کر دیئے ہیں، لیکن ناقلینِ حدیث کے یہاں ائمہ مذکورین کے ایسے اقوال بھی محفوظ ہیں جو مذکورہ بالا بیان (یعنی امام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل ومناقب) کے خلاف ہیں۔ اور انھوں نے اس بارے میں بہت کلام کیا ہے، اور اس کلام کی وجہ وہ امور شنیعہ ہیں جو ان کے متعلق محفوظ کی گئی ہیں، ان میں سے بعض تو اصولِ دین سے متعلق ہیں اور بعض فروع سے متعلق ہیں۔ ہم ان شاء اللہ ان کا ذکر کریں گے۔ جو لوگ اس کو (یعنی امام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مخالف اقوال) سننا ناپسند کریں، تو ہم ان سے معذرت کرتے ہیں، اس لیے کہ ہم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے جلالتِ قدر (بلند مرتبہ) کے قائل ہیں، لیکن ان کو اس بارے میں دوسرے علماء کی طرح سمجھتے ہیں کہ ان (ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کے خلاف جو باتیں بیان کی گئی ہیں ان کو بھی ہم بیان کر دیں جیسا کہ ہم نے دوسرے علماء کے ذکر میں کیا ہے۔

یہ تمہید لکھنے کے بعد خطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر وہ اقوال نقل کیے ہیں جو امام الاعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بیان کیے گئے ہیں۔

اور یہ یاد رہے کہ یہ مخالف اقوال اور جرحیں سب غیر مفسر اور غیر مُبین السبب ہیں یعنی ان تمام جرَحوں کی کوئی وجہ اور سبب اور تفصیل وتشریح بیان نہیں کی گئی ہے۔ بس صرف فلاں فلاں سے نقل کی گئی ہیں۔ اسی طرح خود خطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان مخالف اقوال اور جرَحوں کے ناقلین اور راویوں کی عدالت کی توثیق نہیں کی ہے۔ لہٰذا یہ دونوں باتیں اہم ہیں یعنی جرَحیں سب غیر مُفسَّر اور غیر مُبَینُ السَبَب ہیں اور خود خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے راویوں کی توثیق نہیں کی ہے۔

2 خطیب رحمۃ اللہ علیہ کے جرح کی حقیقت

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر جن لوگوں نے جرح کی ہے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف مطاعن ومعایب کو منسوب کیا ہے، اس میں سر فہرست خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جنھوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف 55 صفحات میں بیان کیے گئے ہیں۔ یہ اُمورِ شنیعہ جیسا کہ خود خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے، بعض تو ان میں سے عقائد کے متعلق ہیں، بعض فروع کے متعلق۔ عقائد کے متعلق حسبِ ذیل اقوال ہیں: یہودی، مشرک، زندیق، دَہری، صاحبِ ہویٰ، اُن سے کفر سے دوبار توبہ کروائی گئی، مُرجیہ، جہمی، خلقِ قرآن کے قائل، اصحابِ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا شبہ بالنصاریٰ ہونا۔

فروع کے متعلق حسبِ ذیل اقوال ہیں: خروج علی السلطان، تقیہ کرنا، زِنا کا حلال کر دینا، ربوٰ کا حلال کر دینا، خونریزی حلال کر دینا، سُنن کی کساد بازاری وغیرہ۔

3 جرحوں پر تحقیقی نظر

بعد میں زیادہ تر حضرات نے خطیب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارتوں سے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن خطیب رحمۃ اللہ علیہ کے جرح کی حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

بحث کے دو (2) پہلو ہوسکتے ہیں: نقلی، عقلی۔

4 نقلی بحث

1 خطیب رحمۃ اللہ علیہ ان جرحوں کی ذمہ دار نہیں لیتے

نقلی بحث یہ ہے کہ خود خطیب بغدادی ان جرحوں کی ذمہ داری لینے پر تیار نہیں۔ چنانچہ ان کے نقل کرنے سے پہلے جو تمہید لکھی ہے، وہ اس کی شاہد ہے۔ جرحیں نقل کرنے کی معذرت یہ کی ہے کہ چونکہ وہ روایت کی گئی ہیں، اور تمام علماء کے متعلق وہ موافق ومخالف امور کی نقل کرتے آئے ہیں، اس لیے ان اقوال کو بھی نقل کرتے ہیں۔ یعنی خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے مدح وذم کی تمام روایات کو ذکر کر کے اپنے مؤرخانہ فریضہ کو انجام دیا ہے۔ اس میں انہوں نے روایت کی صحت وغیرہ پر زور نہیں دیا ہے، خود خطیب رحمۃ اللہ علیہ ان کے قائل نہیں تھے اور نہ ہی یہ خطیب رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی رائے تھی۔ اسی کے ساتھ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جلالتِ قدر کو بھی مانتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر مذکورہ بالا جرحوں میں سے فروع یا عقائد کے متعلق ایک جرح بھی ان کے نزدیک ثابت ہوتی، تو جلالتِ قدر تو درکنار، امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قدر بھی ان کے دل میں نہ ہو چاہیے تھی۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ان کی کتب میں سے ایک "مسندِ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ" بھی ہے، جیسا کہ علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۱ھ) فرماتے ہیں:

كان الخطيب نفسه حينما رحل الى دمشق استصحب معه مسند ابی حنيفة للدارقطنی و مسنده لابن شاهين، و مسنده للخطيب نفسه۔

(تانیب الخطیب، ص ۱۵۶)

ترجمہ علامہ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے جب دمشق کا سفر کیا تھا، تو اس وقت وہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کی مسندِ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ کی مسندِ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور خود اپنی مؤلفہ "مسندِ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ" اپنے ساتھ لے کر گئے تھے۔

اس کے علاوہ بعض جرحیں نقل کر کے خطیب رحمۃ اللہ علیہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دفاع اور جابجا تردیدی اقوال بھی نقل کرتے جاتے ہیں، حالانکہ جرح میں تعدیل کے ذکر کا موقع نہ

تھا کہ بابِ تعدیل ومناقب ختم ہو چکا تھا۔ مثلاً: خلقِ قرآن کے عقیدہ کی روایت بیان کرنے کے بعد امام احمد بن حنبلؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

وَقَالَ النخعي: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْر المروذي قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ أَحْمَدَ بْن حنبل يَقُولُ: «لم يصح عندنا أَنَّ أَبَا حنيفة كَانَ يَقُولُ القُرْآن مخلوق».

(تاریخ بغداد وذیولہ ط العلمیة، ج13 ص374 رقم 32)

ترجمہ ہمارے نزدیک یہ قول صحیح نہیں کہ امام ابوحنیفہؒ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل تھے۔

اس کے بعد ابوسلیمان جوزجانیؒ اور معلّٰی بن منصورؒ کا قول نقل کیا ہے:

وَقَالَ النخعي: حَدَّثَنَا مُحَمَّد بن شاذان الجَوْهَرِيّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سُلَيْمَان الجُوزَجَانِيّ، وَمُعَلَّى بن منصور الرَّازِيّ يقولان: «ما تكلم أَبُو حنيفة ولا أَبُو يُوسُف، ولا زُفَر، ولا مُحَمَّد، ولا أحد من أصحابهم في القُرْآن، وإنما تكلم في القُرْآن بِشْر المريسي، وابن أَبِي دؤاد، فهؤلاء شانوا أصحاب أَبِي حنيفة». (تاریخ بغداد وذیولہ ط العلمیة، ج13 ص374 رقم 33)

ترجمہ (ان دونوں کا قول تھا کہ:) "نہ ابوحنیفہؒ نے، نہ ابویوسفؒ نے، نہ زفرؒ نے، نہ امام محمدؒ نے، اور نہ اور کسی نے ان میں سے قرآن میں کلام کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بشر مریسی اور ابن ابی داؤد نے کلام کیا ہے، اور اصحابِ ابوحنیفہؒ کو بدنام کیا ہے"۔

خود امام صاحبؒ کا ایک قول نقل کیا ہے:

وَقَالَ النخعي: حَدَّثَنَا نجيح بن إبراهيم، حدثني ابن كرامة- وراق أبي بكر ابن أَبِي شَيْبَة- قَالَ: قدم ابن مبارك عَلَى أَبِي حنيفة. فَقَالَ لَهُ أَبُو حنيفة: «ما هَذَا الَّذِي دب فيكم؟» قَالَ لَهُ رجل يُقَال لَهُ جهم». قَالَ: «وما يَقُولُ؟». قَالَ: «يَقُولُ القُرْآن مخلوق». فَقَالَ أَبُو حنيفة: «كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِباً» [الكهف 5].

(تاریخ بغداد وذیولہ ط العلمیة، ج13 ص374 رقم 31)

ترجمہ ایک بار عبداللہ بن مبارکؒ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے پاس گئے۔ پوچھا: "تم لوگوں میں یہ کیا چرچا ہو رہا ہے؟"۔ جواب دیا: "ایک شخص جہم نامی کا چرچا ہے"۔ پوچھا: "کیا کہتا ہے؟"۔ کہا: "کہتا ہے: قرآن مخلوق ہے"۔ حضرت امام صاحبؒ نے سُن کر فرمایا:

آیت 1:۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۚ إِن يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا ○ (الکہف:5)

ترجمہ بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے، وہ محض جھوٹ بکتے ہیں۔

جنت وجہنم کے غیر موجود ہونے کی جرح نقل کر کے خطیبؒ کہتے ہیں: قول بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ خود راوی ابومطیعؒ اس کا قائل تھا، ابوحنیفہؒ نہ تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ کی طرف جو جرح امام صاحب کے کذّاب ہونے کی منسوب ہے، اس کو نقل کر کے لکھا ہے:

قال: سمعت يَحْيَى بن معين- وَهُوَ يُسْأَل عن أَبِي حنيفة- أثقة هُوَ في الحديث؟ قَالَ: «نعم، ثقة ثقة. كَانَ والله أورع من أن يكذب، وَهُوَ أجل قدرا من ذَٰلِكَ». (تاریخ بغداد وذیولہ ط العلمیة، ج13 ص422 رقم 143)

ترجمہ حضرت امام یحییٰ بن معینؒ سے پوچھا گیا: "آیا امام ابوحنیفہؒ ثقہ ہیں؟"۔ انھوں نے فرمایا: "ہاں، ثقہ ہیں، ثقہ ہیں۔ اللہ کی قسم! حضرت امام ابوحنیفہؒ بہت ورع اور تقویٰ والے ہیں، وہ جھوٹ بولنے سے بہت دور ہیں۔ وہ ان چیزوں سے بہت بلند اور دور ہیں۔

دوسرا قول اُن کا یہ نقل کیا ہے:

سمعت يحيى بن معين يقول: كان أبو حنيفة ثقة لا يحدث بالحديث إلا ما يحفظ ولا يحدث بما لا يحفظ.

(تاریخ بغداد وذیولہ ط العلمیة، ج13 ص421، 422 رقم 142)

ترجمہ حضرت امام ابوحنیفہؒ ثقہ تھے، وہی حدیث بیان کرتے تھے جو اُن کو بخوبی یاد

ہوتی، اور جو بخوبی یاد نہ ہوتی، اس کو روایت نہ کرتے۔

ان مراتب پر غور کرنے کے بعد صرف یہی رائے قائم ہو سکتی ہے کہ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے مخالف اقوال نقل کرنے میں اپنا مؤرخانہ فرض ادا کیا ہے، خود وہ اُن کے قائل نہ تھے، یا یہ کہیے کہ وہ خود اُن کی رائے نہ تھی۔

تنبیہ: حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث نقل کی ہے۔ (مسند احمد رقم 23027) اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند کو بے اصل احادیث سے پاک رکھا ہے۔ اس لیے ظاہر ہے کہ اگر وہ ان کو کذّاب سمجھتے، تو اُن کی حدیث کیوں نقل کرتے؟!!

2 اصولِ حدیث کی کتابوں سے مسئلہ کی وضاحت

اس کے بعد ہم اصولِ حدیث کی مستند کتابوں سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہیں۔

کتاب المغنی للشیخ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ (صاحبِ مجمع بحار الانوار) کی عبارت ملاحظہ ہو، جو جرحِ بالا کا جوابِ شافی ہے۔ یہ عبارت انھوں نے محدث ابن الاثیر جزری شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب "جامع الاصول" سے نقل کی ہے۔ یہی عبارت شیخ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دوسری کتاب "مجمع بحار الانوار" (ج 5 ص 281) میں بھی نقل کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

فإنه كان عالمًا، عاملًا، زاهدًا، عابدًا، ورعًا، تقيًّا، إمامًا في علوم الشريعة، وقد نُسِب إليه من الأقاويل ما يَجِل قدرُه عنها من خلق القرآن، والقدر، والإرجاء، وغير ذلك، ولا حاجة إلى ذكر قائلها، والظاهر أنه كان منزهًا عنها، ويدل عليه ما نشَر الله له من الذكر المنتشر في الآفاق، والعلم الذي طبَّق الأرض، والأخذ بمذهبه، وفقهه، فلو لم يكن لله سرّ خفِي فيه لما جُمِع له شطر الإسلام، أو ما يُقارِبه على تقليده؛ حتى عُبِد الله بفقهه، وعُمِل برأيه إلى يومنا ما

يُقارب أربع مائة، وخمسين سنة، وفيه أدلُّ دليلٍ على صحته، وقد جمع أبو جعفر الطحاوي -وهو من أكثر الآخذين بمذهبه- كتابًا سماه "عقيدة أبي حنيفة، وهي عقيدة أهل السنة والجماعة، وليس فيه شيء مما نُسِب إليه، وأصحابُه أخْبَر بحاله، وقد ذكر أيضًا سبب قول من قال عنه، ولا حاجة لنا إلى ذكره؛ فإن مثل أبي حنيفة، ومحله في الإسلام لا يحتاج إلى دليل الاعتذار.

(المغني في ضبط الأسماء لرواة الأنباء، ص 279. المؤلف: محمد طاهر بن علي الهندي (ت 976ھ). الناشر: الرحيم أكاديمي - كراتشي - باكستان)

ترجمہ: حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عالمِ دین، دین پر عامل، زاہد، عابد، صاحبِ ورع وتقویٰ، متقی و پرہیزگار، علومِ شریعت کے امام تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایسے اقوال منسوب کیے گئے ہیں جن سے ان کی شان بالاتر ہے۔ وہ اقوال خلقِ قرآن، قدر، ارجاء وغیرہ ہیں۔ ہم کو ضرورت نہیں کہ ان اقوال کے منسوب کرنے والوں کے نام لیں۔ یہ ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دامن ان سے پاک تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ان کو ایسی شریعت کا دینا جو سارے آفاق میں پھیل گئی، اور جس نے روئے زمین کو ڈھک لیا، اور ان کے مذہب وفقہ کو قبولِ عام اُن کی پاک دامنی کی دلیل ہے۔ اگر اس میں اللہ تعالیٰ کا سرِّ خفی نہ ہوتا، نصف یا اس کے قریب اسلام ان کی تقلید کے جھنڈے کے نیچے نہ ہوتا۔ یہاں تک کہ ہمارے زمانے تک جس کو ساڑھے چار سو (450) برس ہو چکے ہیں، ان کی فقہ کے مطابق اللہ کی عبادت ہو رہی ہے، اور اُن کی رائے پر عمل ہو رہا ہے۔ اس میں اس کی صحت کی اوّل درجے کی دلیل ہے، اور امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے (جو اُن کے مذہب کے سب سے زیادہ اخذ کرنے والوں میں ہیں) ایک کتاب مسمّٰی بہ "عقیدۂ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ" لکھی ہے۔ یہی عقیدہ اہلِ سنت کا ہے۔ اس میں کوئی عقیدہ ان عقیدوں میں سے موجود نہیں ہے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں۔ انھوں نے اس کا سبب بھی لکھا ہے کہ کیوں وہ قول اُن کی طرف منسوب

کیے گئے ہیں۔ ہم کو ان کے ذکر کرنے کی اس لیے ضرورت نہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی شان کا آدمی اور اُن کا مرتبہ جو اسلام میں ہے، اس کا محتاج نہیں کہ اُن کی طرف سے کوئی معذرت کی جائے“۔

اس خیال کی تائید خود خطیب بغدادیؒ نے بھی کی ہے۔ وہ اپنی اصولِ حدیث کی کتاب ”اَلْکِفَایَۃُ فِیْ عِلْمِ الرِّوَایَۃِ“ میں جرح کے قاعدہ کے تحت امام مالک بن انسؒ اور امام سفیان ثوریؒ سے شروع کر کے یحییٰ بن معینؒ تک ایک طبقہ قائم کرتے ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: ”اور جو اصحاب بلندیٔ ذکر، استقامتِ حال، اور صداقت کی شہرت اور بصیرت وفہم میں اصحابِ بالا کی مثل ہوں، اُن کی عدالت کی بابت سوال نہیں کیا جا سکتا“۔ اسی سلسلے میں یہ روایت لکھی ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ سے اسحاق بن راہویہؒ کی بابت سوال کیا گیا، تو جواب میں کہا:

فَقَالَ: مِثْلُ إِسْحَاقَ يُسْأَلُ عَنْهُ إِسْحَاقُ عِنْدَنَا إِمَامٌ مِنْ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ.

ترجمہ: کیا اسحاق بن راہویہ کی شان کے آدمی کی نسبت سوال کیا جا سکتا ہے؟ وہ ہمارے نزدیک ائمۂ مسلمین میں سے ایک امام ہیں!!۔

ایسا ہی ایک قول یحییٰ بن معینؒ کا ابوعبیدؒ کے بارہ میں روایت کیا ہے۔

(الکفایۃ فی علم الروایۃ للخطیب البغدادی، ص86،87)

اس کتاب میں خطیبؒ نے یہ روایت کر کے کہ جرح وہی مقبول ہوگی جو مشرّح ہو، لکھا ہے کہ یہی قول ہمارے نزدیک صحیح ہے۔ یہی مذہب حفّاظِ حدیث میں اماموں کا ہے۔ یہ لکھ کر امام بخاریؒ، امام مسلمؒ وغیرہ کے احتجاج کی مثالیں دی ہیں۔

اب اس قاعدے کی کسوٹی پر اگر ان جرحوں کو آپ پرکھیں گے، جو خطیب بغدادیؒ نے تاریخ بغداد میں امام اعظمؒ کے متعلق غیر مشرّح نقل کی ہیں، تو صاف عیاں ہو جائے گا کہ خود اُن کے نزدیک قابلِ قبول نہیں۔ اس لیے کہ جب اس طبقے کی عدالت سوال سے بالاتر ہے جس میں اسحاق بن راہویہؒ ہیں، تو امام اعظمؒ کی عدالت تو اس سے بدرجہا بالاتر ہے۔ جب اسحاق بن راہویہؒ کی شان کے آدمی کی

نسبت بقول امام احمد بن حنبلؒ سوال نہیں کیا جا سکتا ہے، تو امام اعظمؒ کی شان تو اس سے بہت زیادہ ارفع ہے۔

شیخ الاسلام علامہ سبکیؒ نے کتاب: ”طبقات الشافعیہ“ میں ایک لطیف بحث جرح و تعدیل کے متعلق لکھی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

”جرح وتعدیل کا ایک ضروری نافع قاعدہ

ہمارے نزدیک قولِ صواب یہ ہے کہ جس کی امامت وعدالت ثابت ہو جائے اور جس کی تعدیل وتزکیہ کرنے والے بہت ہوں، جرح کرنے والے نادر، اور اس بات کا قرینہ ہو کہ سببِ جرح تعصبِ مذہبی وغیرہ ہے۔ تو ہم جرح کی طرف التفات نہ کریں گے، تعدیل کو مان لیں گے، ورنہ اگر یہ دروازہ کھول دیا جائے، اور ہم جرح کو تعدیل پر علی الاطلاق مقدم کرنا شروع کر دیں، تو کوئی امام ائمۂ دین میں سے اس کی رُو سے نہ بچے گا۔ اس لیے کہ کوئی امام نہیں، جس پر طعن کرنے والوں نے طعن نہ کیا ہو، اور اس کی وجہ سے ہلاک ہونے والے ہلاک نہ ہوئے ہوں۔ ابن عبد البرؒ کہتے ہیں:

صحیح اس معاملے میں یہ ہے کہ جس شخص کی عدالت اور علم میں اس کی امامت اور علم کی جانب توجہ ثابت ہو، اس کے متعلق ہم کسی قول کی جانب التفات نہ کریں گے، مگر اس صورت میں کہ صاف عادلانہ جرح قانونِ شہادت کے مطابق مستند ہو۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ سلف میں بعض کا کلام بعض پر رہا ہے۔ بعض حالتوں میں وہ تعصب یا حسد پر مبنی ہے۔ بعض صورتوں میں تاویل واختلافِ اجتہاد اس کا باعث ہوتا ہے، حالانکہ جس کی نسبت کلام کیا جاتا ہے، وہ اس سے پاک ہوتا ہے۔ انتہاء یہ ہے کہ تاویل واجتہاد کی بنیاد پر ایک نے دوسرے پر تلوار چلا دی ہے۔

اس کے بعد ابن عبد البرؒ نے معاصرین کی جماعت کے ایک دوسرے کی نسبت کلام کرنے کا ذکر کیا ہے، اور کہا ہے: ”اس کی طرف التفات نہ کیا جائے“۔ اسی بحث میں یحییٰ بن معینؒ کی جرح کا ذکر آتا ہے جو امام شافعیؒ پر ہے، اور کہا ہے: ”یہ ابن معینؒ کے لیے ناپسندیدہ اور عیب تھا“۔ اسی سلسلے میں یحییٰ بن معینؒ کے

متعلق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

هُوَ لَا يعرف الشَّافِعِي وَلَا يعرف مَا يَقُوله الشَّافِعِي وَمن جهل شَيْئا عَادَاهُ۔

ترجمہ: وہ نہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو جانتے ہیں، اور نہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو سمجھتے ہیں۔اور قاعدہ ہے کہ انسان جو نہیں سمجھتا، اس کا دشمن ہوجاتا ہے۔

آگے جا کر لکھتے ہیں: کسی نے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: فلاں شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرتا ہے۔انھوں نے یہ شعر پڑھا:

حسدوك أَن رأوك فضلك الله
بِمَا فضلت بِهِ النجباء

ترجمہ: لوگوں نے یہ دیکھ کر تجھ سے حسد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر وہ نوازش کی جو شرفاء پر ہوتی ہے۔

اور یہ وہ اصول ہے جس پر تمام علماء کا اجماع ہے۔ چنانچہ ان کا قول ہے کہ جرح جب تک مفسر نہ ہو، مقبول نہ ہوگی۔ شیخ الاسلام سید المتاخرین تقی الدین ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب: "الاقتراح" میں لکھا ہے:

وَقَالَ أَعْرَاض الْمُسلمين حُفْرَة من حفر النَّار وقف على شفيرها طَائِفَتَانِ من النَّاس: المحدثون والحكام

ترجمہ: مسلمانوں کی عزتیں جہنم کے گڑھوں میں ایک گڑھا ہیں جس کے کنارہ پر دو (2) کھڑے ہوئے ہیں: ایک محدثین، دوسرے حکام۔

ہمارے پاس دو اصول ہیں جن کو ہم پکڑے رہیں گے، جب تک کہ ان کے خلاف قطعی یقین نہ ہوجائے۔ایک اصول اس امام مجروح کی عدالت ہے جس کی عظمت قائم ہوچکی ہے۔ دوسرا اصول: جارح کی عدالت جو جرح کرتا ہے۔لہٰذا ایسے امام کی جرح کی جانب توجہ نہ کی جائے گی، نہ اس جرح سے وہ مجروح کیا جائے گا۔اس قاعدہ کو یاد رکھو کہ بہت ضروری قاعدہ ہے"۔ ملخصاً

(طبقات الشافعية الكبرى، ج2 ص9 تا 12۔ المؤلف: تاج الدين عبد الوهاب بن تقي الدين السبكي (ت 771هـ)۔ الناشر: هجر للطباعة والنشر والتوزيع۔ الطبعة: الثانية، 1413هـ۔ عدد الأجزاء: 10)

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے آخر الذکر قاعدے کی تائید امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے رسالۂ اصولِ حدیث "التقريب والتيسير لمعرفة سنن البشير النذير فى أصول الحديث" (ص48، 49) کی نوع الثالث والعشرین میں کی ہے۔

حافظ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

فَمَنِ اشْتَهَرَتْ عَدَالَتُهُ بَيْنَ أَهلِ النَّقْلِ أَوْ نَحْوِهِم مِنْ أَهْلِ العِلْمِ وشَاعَ الثَّنَاء عليهِ بِالثِّقَةِ والأمانةِ اسْتُغْنِيَ فيهِ بِذٰلِكَ عَنْ بَيِّنَةٍ شَاهِدَةٍ بِعَدَالَتِهِ تَنْصِيصاً. وهٰذَا هُوَ الصحيحُ فى مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ، وعليهِ الاعتمادُ فى فَنِّ أُصُوْلِ الفِقْهِ. ومِمَّنْ ذَكَرَ ذٰلِكَ مِنْ أَهلِ الحديثِ أبو بَكْرٍ الخطيبُ الحافظُ، ومَثَّلَ ذٰلِكَ بمالِكٍ، وشُعْبَةَ، والسُّفيانَيْنِ، والأَوْزَاعِيِّ، واللَّيْثِ، وابنِ المبارَكِ، ووكيعٍ، وأحمدَ بنِ حنبلٍ، ويحيى بنِ مَعِينٍ، وعَلِيِّ بنِ المدِيْنِيِّ، ومَنْ جَرَىٰ مَجْرَاهُم فى نَبَاهَةِ الذِّكْرِ واستِقَامَةِ الأمرِ، فَلَا يُسْأَلُ عَنْ عَدَالَةِ هٰؤُلَاءِ وأَمْثَالِهِمْ، وإِنَّمَا يُسْأَلُ عَنْ عَدَالَةِ مَنْ خَفِيَ أَمرُهُ عَلَى الطَّالِبِيْنَ...... وأَمَّا الْجَرْحُ فَإِنَّهُ لَا يُقْبَلُ إِلَّا مُفَسَّراً مبَيَّنَ السَّبَبِ؛ لأَنَّ النَّاسَ يَخْتَلِفُونَ فِيمَا يَجْرَحُ وما لَا يَجْرَحُ، فيَطلقُ أَحدُهُمُ الْجَرْحَ بناءً على أمرٍ اعتقَدَهُ جَرْحاً وَلَيْسَ بجرْحٍ فى نفسِ الأمرِ، فلَا بُدَّ مِنْ بيَانِ سَبَبِهِ لِيُنْظَرَ فيهِ: أَهُوَ جَرْحٌ أَمْ لَا؟ وهذا ظاهرٌ مقرّرٌ فى الفِقْهِ وأُصُولِهِ۔

وذَكَرَ الخطيبُ الحافِظُ: أَنَّهُ مَذْهَبُ الأَئِمَّةِ مِنْ حُفَّاظِ الحدِيْثِ ونُقَّادِهِ، مِثْلَ البخارِيِّ، ومُسْلِمٍ، وغَيْرِهِما، وَلِذٰلِكَ احْتَجَّ البخاريُّ بجماعَةٍ سَبَقَ مِنْ غَيْرِهِ الجرحُ لَهُمْ، كَعِكْرِمَةَ مَوْلَى ابنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما،

وكإسماعيل بن أبي أُوَيْسٍ، وعاصم بن عليٍّ، وعمرو بن مرزوقٍ، وغيرهم. واحتجّ مسلمٌ بسُوَيْدِ بن سعيدٍ وجماعةٍ اشتهر الطعنُ فيهم، وهكذا فعل أبو داود السجستانيُّ.

(معرفة أنواع علم الحديث، ص 217 تا 218۔ المؤلف: عثمان بن عبد الرحمن، أبو عمرو، تقي الدين المعروف بابن الصلاح (ت 643 ھ)۔ الناشر: دار الكتب العلمية۔ الطبعة: الأولى۔ سنة النشر: 1423ھ/2002م)

ترجمہ: جس کی عدالت اہلِ نقل یا ان کے مثال اہلِ علم میں مشہور ہو، اس کے ثقہ اور امین ہونے کی تعریف عام ہو، تو اس کی عدالت پر کسی کی شہادت کی ضرورت نہیں۔ یہی مذہبِ صحیح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اور اسی پر فنِ اصولِ فقہ میں اعتماد ہے۔ ابوبکر خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے یہی قول اہلِ حدیث کا نقل کیا ہے۔ اور ایسے بزرگوں کی مثال حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، شعبہ رحمۃ اللہ علیہ، سفیانین رحمۃ اللہ علیہما، اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، لیث رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، وکیع رحمۃ اللہ علیہ، احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ، اور ان جیسے دوسرے لوگ ہیں۔ صرف ان لوگوں کی عدالت سے سوال کیا جائے گا جن کا حال مخفی ہو۔

رہی جرح، وہ صرف ایسی مقبول ہوگی جو مشرّح ہو، اور طالبین کے لیے اس کا سبب بیان کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اس میں مختلف الخیال ہیں، کہ کون سی بات جارح ہے اور کون سی نہیں۔ ان میں سے کوئی کسی ایسی وجہ کی بنیاد پر جرح کر دیتا ہے، جس کا وہ معتقد ہوتا ہے، حالانکہ فی الواقع وہ وجہِ جرح نہیں ہوتی۔ پس لازم ہے کہ سببِ جرح بیان کیا جائے تا کہ یہ دیکھا جا سکے کہ آیا وہ جرح ہے بھی یا نہیں۔ یہ کھلا ہوا اصولِ فقہ ہے اور اصولِ فقہ میں مسلّم ہے۔ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہی مذہب حفاظِ حدیث میں اماموں کا ہے، جیسے بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مسلم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہیں۔ اس لیے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی ایک جماعت سے روایت کی ہے جس پر ان سے قبل جرح ہو چکی تھی۔ مثلاً: عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ مولیٰ ابن عباس، إسماعيلُ بنُ أبي أُوَيْسٍ رحمۃ اللہ علیہ، عاصمُ بنُ عليٍّ رحمۃ اللہ علیہ، عمرُو بنُ مرزوقٍ رحمۃ اللہ علیہ۔ اسی امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سُوَيْدُ بنُ سعيدٍ رحمۃ اللہ علیہ اور

ایک جماعت سے روایت کی ہے جن پر طعن مشہور ہو چکا ہے۔ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا یہی عمل ہے۔

اصولِ مذکورہ بالا کی بنیاد پر ائمۂ رجال نے اپنی کتابوں میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جرح کو غیر مقبول قرار دے کر اس کا نقل کرنا بالکل متروک کر دیا ہے۔

3 خطیب رحمۃ اللہ علیہ کو ان اقوال کے نقل کرنے سے احتراز کرنا چاہیے تھا

بہت سے حضرات کی رائے یہ ہے کہ اگرچہ یہ خطیب رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی رائے نہیں، لیکن خطیب رحمۃ اللہ علیہ کو ان اقوال کے نقل کرنے سے احتراز کرنا چاہیے تھا۔ انہوں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ان باتوں کو لکھ کر گویا اپنی کتاب کی استنادی حیثیت کو کم کر دیا ہے۔ حافظ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 942ھ) فرماتے ہیں:

حافظ ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو مخلِ تعظیم باتیں نقل کی ہیں ان سے دھوکہ نہ کھانا۔ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ پہلے مدح کرنے والوں کی باتیں نقل کی ہیں، مگر اس کے بعد دوسرے لوگوں کی باتیں بھی نقل کی ہیں۔ سو اس وجہ سے انہوں نے اپنی کتاب کو بڑا داغ دار کر دیا ہے اور بڑوں اور چھوٹوں کے لیے ایسا کرنے سے وہ ہدفِ ملامت بن گئے ہیں اور انہوں نے ایسی گندگی اچھالی ہے، جو سمندر سے بھی نہ دھل سکے۔

(عقود الجمان بحوالہ ما تمسُّ الیہ الحاجۃ ص32۔ طبع: اصح المطابع، کراچی؛ مقام ابی حنیفہ، ص:270)

قاضی القضاۃ شمس الدین ابن خلکان الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (م 861ھ) خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی اس غلط طرزِ گفتگو پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بہت سے مناقب ذکر کیے، اس کے بعد کچھ ایسی ناگفتہ بہ باتیں بھی لکھی ہیں جن کا ذکر نہ کرنا اور ان سے اعراض کرنا بہت ہی مناسب تھا؛ کیوں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت کے متعلق نہ تو دیانت میں شبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ورع وحفظ میں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر کوئی نکتہ چینی بجز قلتِ

عربیت کے اور نہیں کی گئی ہے۔ (تاریخ ابن خلکان 2/165)

4 انصاف پسند ائمۂ رجال نے امام ابوحنیفہ پر جرحوں کا ذکر نہیں کیا

خطیب رحمۃ اللہ علیہ اور چند دیگر حضرات کے علاوہ زیادہ تر مصنفین اور مؤرخین ائمہ جرح و تعدیل اور ائمہ حدیث نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل ومناقب کو انصاف کے ساتھ ذکر کیا ہے اور کسی قسم کی جرح کو ذکر نہیں کیا، بلکہ صرف مناقب پر اکتفا کیا ہے۔ نمونے کے طور پر چند اسماء الرجال کی کتابوں اور چند ائمۂ حدیث کے اقوال کو یہاں مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

1 تهذيب الكمال في أسماء الرجال: يوسف بن عبد الرحمن بن يوسف، أبو الحجاج. جمال الدين ابن الزكي أبي محمد القضاعي الكلبي المزي: محدث الديار الشامية في عصره نے حضرت امام ابوحنیفہ کا بڑا شاندار ترجمہ لکھا ہے۔ انھوں نے آپ کے بڑے شان دار فضائل لکھے ہیں۔

2 سير أعلام النبلاء

3 تاريخ الإسلام للذهبي

4 طبقات الحفاظ للذهبي

5 العبر في خبر من غبر للذهبي

6 امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کتابوں میں تذکرہ الحفاظ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے صرف حالات ومناقب لکھے ہیں، جرح ایک بھی نہیں لکھی، جو مختصر مناقب موضوعِ کتاب کے مطابق لکھ سکے، ان کو لکھ کر کہتے ہیں کہ میں نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں ایک کتاب جداگانہ لکھی ہے۔

7 مناقب الإمام أبي حنيفة رحمۃ اللہ علیہ وصاحبيه میں علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے دونوں صاحبین: حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی بڑے عظیم الشان مناقب بیان کیے ہیں۔ اور جرح کا ذکر بالکل نہیں

کیا ہے۔

8 البداية والنهاية لابن كثير، علامہ ابن کثیر نے حضرت امام ابوحنیفہ کا بڑا شاندار ترجمہ اور فضائل ومناقب لکھے ہیں۔

9 طبقات علماء الحديث: شمس الدين محمد بن أحمد بن عبد الهادي المقدسي الحنبلي نے امام ابوحنیفہ کا بڑا مختصر اور جامع ترجمہ اور فضائل ہیں، اور کسی بھی جرح کا ذکر نہیں کیا ہے۔

10 الثقات للعجلي، علامہ عجلی نے بھی کسی جرح کا ذکر نہیں کیا ہے۔

11 حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تهذيب التهذيب لابن حجر میں جرح نقل نہیں کی ہے۔ حالات ومناقب لکھنے کے بعد ختمِ کلام اس دعا پر کیا ہے:

مناقب الإمام أبي حنيفة رحمۃ اللہ علیہ كثيرةٌ جِدًّا. فرضي الله عنه، و أسكنه الفردوس. آمين.

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب بہت کثرت سے ہیں۔ ان کی جزا میں اللہ ان سے راضی ہو، اور فردوس میں اُن کو مقام بخشے۔ آمین!

12 امام ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے تقريب التهذيب میں بھی کوئی جرح نقل نہیں کی۔

13 حافظ صفی الدین خزرجی رحمۃ اللہ علیہ نے خلاصة تذهيب تهذيب الكمال میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صرف مناقب لکھے ہیں، جرح کا ذکر نہیں۔

واضح ہو کہ خلاصة تذهيب تهذيب الكمال کے مطالب چار (4) کتابوں کے مطالب ہیں: خود خلاصہ، تذہیب: امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، تہذیب الکمال: امام ابوالحجاج المزی رحمۃ اللہ علیہ، الکمال فی اسماء الرجال: امام عبدالغنی المقدسی رحمۃ اللہ علیہ۔ اس طرح یہ مسلک جرح و تعدیل کے چاروں اماموں کا متفقہ مسلک ہے۔

کتاب: "الکمال" کی بابت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تہذیب التہذیب کے خطبے میں لکھتے ہیں:

فإن كتاب: "الكمال في أسماء الرجال الذي ألفه الحافظ الكبير أبو

محمد عبد الغنی بن عبد الواحد بن سرور المقدسی رحمۃ اللہ علیہ. وهذبه الحافظ الشهير أبو الحجاج يوسف بن الزکی المزی رحمۃ اللہ علیہ من أجل المصنفات فی معرفة حملة الآثار وضعا، وأعظم المؤلفات فی بصائر ذوی الألباب وقعاً.

خطبے کے آخر میں مؤلف "الکمال" کی بابت لکھا ہے:

هو والله! العديم النظير، المطلع النحرير.

14 علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تهذيب الأسماء واللغات للنووی میں سات صفحات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات لکھے ہیں، جن کا اکثر حصہ تاریخِ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے ماخوذ ہے۔ صرف مناقب لکھے ہیں۔ جرح کا ایک لفظ نقل نہیں کیا ہے۔

15 وفيات الأعيان لابن خلكان

علامہ ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا شاندار اور پُر مغز ترجمہ اور فضائل لکھے ہیں۔ بعض لوگوں نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر قلتِ عربیت کا الزام لگایا، تو علامہ ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا بڑا شاندار جواب لکھا ہے۔

16 امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مرآة الجنان وعبرة اليقظان لعفيف الدين اليافعی میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں جرح نہیں لکھی، حالانکہ تاریخِ خطیب کے حوالے متعدد دیئے ہیں۔ اس سے صاف واضح ہے کہ خطیب رحمۃ اللہ علیہ کی منقولہ جرح اُن کی نظر میں ثابت نہ تھی۔

17 الجواهر المضيئة للقرشی

علامہ قرشی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات وفضائل کو قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی وحدیثی خدمات کو خوب اجاگر کیا ہے۔

18 النجوم الزاهرة فی ملوك مصر والقاهرة لابن تغری بردی

علامہ تغری بردی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب وفضائل کو اختصار سے لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

قلت: ومناقب أبی حنيفة كثيرة، وعلمه غزير وفی شهرته ما يغنی عن الإطناب فی ذكره، ولو أطلقت عنان القلم فی كثرة علومه ومناقبه لجمع من ذلك عدة مجلدات

ترجمہ: میں کہتا ہوں: حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب بہت ہی زیادہ ہیں، اُن کا علم بہت ہی عمیق، اُن کی شہرت و ناموری اتنی زیادہ ہے جو طولِ ذکر سے مستغنی ہے۔ کثرتِ علوم اور مناقب کی وجہ سے اگر عنانِ قلم لکھنے میں مصروف ہو جائے، تو کئی جلدیں تیار ہوسکتی ہیں۔

19 شذرات الذهب فی أخبار من ذهب لأبی الفلاح ابن العماد العكری:

عبد الحی بن أحمد بن محمد ابن العماد العَكری الحنبلی، أبو الفلاح (ت 1089ھ)۔ فقیہ ابن العماد الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب: "شذرات الذہب" میں صرف حالات و مناقب لکھے ہیں، جرح نقل نہیں کی۔ ابن العماد الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تابعیت کو خوب اجاگر کیا ہے۔ فرماتے ہیں: حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے:

لقی الامام أبوحنيفة ستةً
من صحب طٰهٰ المصطفٰى المختار
أنساً و عبد الله نجل أنيسهم
و سميّه ابن الحارث الكرّار
و زد ابن أوفٰى و ابن واثلة الرضى
و اضمم إليهم معقل بن يسار

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے چھ اُن اشخاص کو دیکھا ہے جنہوں نے حضرت طٰہٰ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے۔

وہ چھ اصحاب یہ ہیں: (۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، (۲) حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ، (۳) حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ، (۴) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی

رضی اللہ عنہ، (۵) حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ، (۶) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ۔

20 هدية العارفين

21 طبقات الحفاظ للسيوطي

22 جامع الأصول لابن الأثير الجزري

علامہ ابن الاثیر جزری نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا شاندار ترجمہ اور فضائل ومناقب لکھ کر فرماتے ہیں:

ولو ذهبنا إلى شرح مناقبه وفضائله لأطلْنا الخُطب، ولم نصلْ إلى الغرض منها، فإنه كان عالماً، عاملاً، زاهداً، عابداً، ورعاً، تقياً، إماماً في علوم الشريعة مرضياً، وقد نسب إليه وقيل عنه من الأقاويل المختلفة التي نجلُّ قدره عنها ويتنزه منها؛ من القول بخلقِ القرآن، والقول بالقدر، والقول بالإرجاء، وغير ذلك مما نُسب إليه.

ولا حاجة إلى ذكرها ولا إلى ذكر قائليها، والظاهر أنه كان منزهاً عنها، ويدل على صحة نزاهته عنها، ما نشر الله تعالى له من الذِّكر المنتشر في الآفاق، والعلم الذي طبق الأرض، والأَخذ بمذهبه وفقهه والرجوع إلى قوله وفعله، وإن ذلك لو لم يكن لله فيه سرٌّ خفي، ورضى إلهيّ، وفقه الله له لما اجتمع شطرُ الإسلامِ أو ما يقاربهُ على تقليده، والعمل برأيه ومذهبه حتى قد عُبِدَ اللهُ ودِيْنَ بفقهه، وعُمل برأيه، ومذهبه، وأُخذَ بقوله إلى يومنا هذا ما يقارب أربعمائة وخمسين سنة، وفي هذا أدل دليل على صحة مذهبه، وعقيدته، وأنما قيل عنه هو منزَّه منه، وقد جمع أبو جعفر الطحاوي - وهو من أكبر الآخذين بمذهبه - كتاباً سماه "عقيدةُ أبي حنيفةَ رحمه الله" وهي عقيدةُ أهل السُّنَّة والجماعة، وليس

فيها شيء مما نُسبَ إليه وقيل عنه، وأصحابه أخبرُ بحاله وبقوله من غيرهم، فالرجوعُ إلى ما نقلوه عنه أَوْلى مما نقله غيرُهم عنه، وقد ذُكِر أيضاً سبب قول من قال عنه ما قال والحامل له على ما نسب إليه، ولا حاجة بنا إلى ذكر ما قالوه، فإن مثل أبي حنيفة ومحلُه في الإسلام لا يحتاجُ إلى دليل يُعْتَذَرُ به مما نُسب إليه. والله أعلم.

(جامع الأصول، (ابن الأثير، مجد الدين أبو السعادات)، ج12 ص953 رقم2780)

ترجمہ: اگر ہم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب وفضائل کی تشریح وتوضیح کریں، تو یہ بیان بہت طویل ہو جائے گا۔ پھر بھی ہم منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ پائیں گے، اس لیے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عالمِ دین، دین پر عامل، زاہد، عابد، صاحبِ ورع و تقویٰ، متقی و پرہیزگار، علومِ شریعت کے امام تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایسے اقوال منسوب کیے گئے ہیں جن سے ان کی شان بالاتر ہے۔ وہ اقوال خلقِ قرآن، قدر، ارجاء وغیرہ ہیں۔ ہم کو ضرورت نہیں کہ ان اقوال کے منسوب کرنے والوں کے نام لیں۔ یہ ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دامن ان سے پاک تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ان کو ایسی شریعت کا دینا جو سارے آفاق میں پھیل گئی، اور جس نے روئے زمین کو ڈھک لیا، اور ان کے مذہب وفقہ کو قبولِ عام اُن کی پاک دامنی کی دلیل ہے۔ اگر اس میں اللہ تعالیٰ کا سرِّ خفی نہ ہوتا، نصف یا اس کے قریب اسلام ان کی تقلید کے جھنڈے کے نیچے نہ ہوتا۔ یہاں تک کہ ہمارے زمانے تک جس کو ساڑھے چار سو (450) برس ہو چکے ہیں، ان کی فقہ کے مطابق اللہ کی عبادت ہو رہی ہے، اور اُن کی رائے پر عمل ہو رہا ہے۔ اس میں اس کی صحت کی اوّل درجے کی دلیل ہے، اور امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے (جو اُن کے مذہب کے سب سے زیادہ اخذ کرنے والوں میں ہیں) ایک کتاب مسمّٰی بہ "عقیدۂ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ" لکھی ہے۔ یہی عقیدہ اہلِ سنت کا ہے۔ اس میں کوئی عقیدہ ان عقیدوں میں سے موجود نہیں ہے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں۔ انھوں نے اس کا سبب بھی لکھا ہے کہ کیوں وہ قول اُن کی طرف منسوب

کیے گئے ہیں۔ ہم کو ان کے ذکر کرنے کی اس لیے ضرورت نہیں کہ امام ابوحنیفہ ؒ کی شان کا آدمی اور اُن کا مرتبہ جو اسلام میں ہے، اس کا محتاج نہیں کہ اُن کی طرف سے کوئی معذرت کی جائے‘‘۔

23 جامع بیان العلم لابن عبد البر

علامہ ابن عبد البر ؒ نے امام ابوحنیفہ ؒ کا بڑا شاندار ترجمہ اور فضائل و مناقب بیان کیے ہیں۔ امام ابوحنیفہ ؒ پر بعض اعتراضات کا محدثانہ طریق سے بڑا عمدہ جواب دیا ہے۔ خصوصاً امام ابوحنیفہ ؒ پر مخالفین نے قیاس کو مقدم کرنے اور ارجاء کے الزام کا شاندار جواب دیا ہے۔

24 الجوهر النقي

علامہ علاء الدین علی بن عثمان بن إبراهيم بن مصطفى المارديني، أبو الحسن، الشهير بابن التركماني ؒ (ت 750ھ) نے امام دارقطنی ؒ کے امام ابوحنیفہ ؒ کو ضعیف کہنے کا جواب دیا ہے۔ اس کا سبب امام ابوحنیفہ ؒ کا محسود ہونا بیان کیا ہے۔ استشہاد کے طور پر علامہ ابن عبد البر ؒ کا ”الانتقاء“ میں بیان کردہ فضل بن موسیٰ البنانی ؒ کا قول نقل کیا ہے۔

25 الروض الباسم لابن الوزير

علامہ ابن الوزیر ؒ نے امام ابوحنیفہ ؒ کا بڑا عمدہ ترجمہ بیان کر کے آپ ؒ پر کیے گئے اعتراضات خصوصاً قلتِ عربیت اور قلتِ علمِ حدیث کا کافی وشافی جواب دیا ہے۔

26 فهرست ابن النديم

علامہ ابن الندیم ؒ نے امام ابوحنیفہ ؒ کا مختصر مگر پُرمغز ترجمہ لکھا ہے۔ اور کسی قسم کی جرح کا ذکر نہیں کیا ہے۔ آپ ؒ کی شان میں شاعر مساور الوراق ؒ اور ابن مبارک ؒ کے اشعار کا ذکر کیا ہے۔

27 عقد الجوهر الثمين لإسماعيل بن محمد العجلوني

علامہ اسماعیل بن محمد عجلونی ؒ نے امام ابوحنیفہ ؒ کا بڑا جاندار ترجمہ اور فضائل و مناقب کو مختصراً بیان کیے ہیں۔ انھوں نے امام صاحب ؒ کو ان الفاظ سے خراجِ عقیدت پیش کیا ہے:

إمام الأئمة، هادي الأمة، أبو حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي... أحد من عدّ في التابعين، إمام المجتهدين بلا نزاع، أول من فتح باب الاجتهاد بالإجماع، لا يشك من وقف على فقهه وفروعه في سعة علومه وجلالة قدره، وأنه كان أعلم الناس بالكتاب والسنة.

آپ ؒ پر لگائے گئے قلتِ حدیث کا عمدہ جواب دیا ہے۔

28 التذكرة بمعرفة رجال الكتب العشرة لمحمد بن علوي العلوي

علامہ محمد بن علوی العلوی ؒ نے امام ابوحنیفہ ؒ کے فضائل ومناقب کو بیان کیا ہے اور کسی قسم کی جرح کا ذکر نہیں کیا ہے۔

29 الطبقات السنية في تراجم الحنفية لتقي الدين التميمي

علامہ تقی الدین تمیمی ؒ نے بھی امام ابوحنیفہ ؒ کا بڑا عمدہ ترجمہ لکھا ہے۔ آپ ؒ پر کیے گئے بعض اعتراضات کا عمدہ جواب دیا ہے۔

30 كتاب الميزان للإمام عبد الوهاب الشعراني

علامہ بدالوہاب شعرانی ؒ نے امام ابوحنیفہ ؒ کی مدح ومنقبت میں طویل بحث فرمائی ہے۔ اور آپ ؒ پر کیے گئے اعتراضات کا بڑا مدلل جواب دیا ہے۔

31 طبقات القراء لابن الجزري

علامہ ابن جزری ؒ نے حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کو قراء کرام میں شمار کرتے ہوئے ان الفاظ سے یاد کیا ہے:

النعمان بن ثابت بن زوطىء الإمام أبو حنيفة الكوفي فقيه العراق والمعظم في الآفاق.

31 طبقات الشيرازي طبقات الفقهاء لأبي إسحاق إبراهيم بن علي

الشیرازی

علامہ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر ترجمہ لکھا ہے، اور کسی قسم کی جرح نہیں کی ہے۔

32 الإمام القدوری

علامہ قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا شاندار اور جاندار ترجمہ لکھا ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر کیے گئے اعتراضات کا تفصیل سے جوابات دیئے ہیں۔

ان حضرات نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور مناقب کو ذکر کیا ہے، لیکن کسی نے کوئی جرح نہیں کی ہے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان ائمہ جرح وتعدیل کے نزدیک امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر جرح کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

علامہ شمس الدین السخاوی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 902ھ) فرماتے ہیں:

وَأَمَّا مَا أَسْنَدَهُ الْحَافِظُ أَبُو الشَّيْخِ ابْنُ حَيَّانَ فِي كِتَابِ "السُّنَّةِ" لَهُ مِنَ الْكَلَامِ فِي حَقِّ بَعْضِ الْأَئِمَّةِ الْمُقَلَّدِينَ، وَكَذَا الْحَافِظُ أَبُو أَحْمَدَ ابْنُ عَدِيٍّ فِي "كَامِلِهِ" وَالْحَافِظُ أَبُو بَكْرٍ الْخَطِيبُ فِي "تَارِيخِهِ" وَآخَرُونَ مِمَّنْ قَبْلَهُمْ، كَ: ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ فِي "مُصَنَّفِهِ" وَالْبُخَارِيِّ وَالنَّسَائِيِّ، مِمَّا كُنْتُ أُنَزِّهُهُمْ عَنْ إِيرَادِهِ، مَعَ كَوْنِهِمْ مُجْتَهِدِينَ، وَمَقَاصِدُهُمْ جَمِيلَةٌ، فَيَنْبَغِي تَجَنُّبُ اقْتِفَائِهِمْ فِيهِ.

(الإعلان بالتوبيخ لمن ذم أهل التوريخ، ص222. المؤلف: الحافظ المؤرخ شمس الدين محمد بن عبد الرحمن السخاوي (ت 902 ھ). المحقق: سالم بن غتر بن سالم الظفيري. الناشر: دار الصميعي للنشر والتوزيع، الرياض - المملكة العربية السعودية. الطبعة: الأولى، 1437ھ-2017م. عدد الصفحات: 575)

ترجمہ: بہر حال حافظ أَبُو الشَّيْخِ ابْنُ حَيَّانَ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "السُّنَّةُ" میں بعض ایسے اماموں پر جو کلام نقل کیا ہے جن کی تقلید کی جاتی ہے، اور اسی طرح حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے "کامل" میں اور حافظ ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ بغداد میں اور

دوسرے حضرات نے اِن سے پہلے مثلاً: ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مصنف میں، اور اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے کلام کیا ہے، میں ان کے کلام کو پیش کرنے سے بھی احتراز کرتا تھا، باوجودیکہ یہ حضرات مجتہد تھے، اور ان کے مقاصد بھی اچھے تھے مگر پھر بھی اس کلام میں ان کی پیروی سے اجتناب کیا جائے۔

5 عقلی مؤرخانہ بحث

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے جس قدر جرحیں نقل کی ہیں، اُن کا مآلِ کار خود اُن کے قول کے مطابق صرف دو پہلو ہیں: اصولِ دین کے متعلق، یا فروعِ دین کے متعلق۔ ان جرحوں کا وزن و اثر آپ نقلی بحث میں پڑھ چکے ہیں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جو حالات و واقعاتِ زندگی خطیب نے نقل کیے ہیں، ان کی نسبت کسی کی جرح نقل ہی نہیں کی۔ لہٰذا وہ واقعات وحالات بجائے خود قائم ہیں۔

کسی تاریخی ہستی کی نسبت رائے قائم کرنے کی مضبوط ترین بنیاد اس کے واقعات و حالات ہو سکتے ہیں۔ اسی اصول پر ہم یہاں بحث کرتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے جو حالات خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھے ہیں، اُن سے صاف واضح ہوتا ہے کہ وہ اپنے معاصرین میں بہت سے اوصاف کے لحاظ سے فائق تھے۔ سب سے بڑا شرف اُن کی تابعیت تھی۔ اس کے بعد اُن کی وہ عقل وفہم تھی، جو قدرت نے اُن میں مہماتِ دین حل کرنے اور نکاتِ شریعت سمجھنے کی ودیعت رکھی تھی۔ دیکھو! خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی "وفورِ عقل، تیز فہمی وباریک نظری" کے بیان کے لیے جداگانہ باب قائم کیا ہے۔ علی بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے: "اگر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عقل نصف اہلِ دنیا کی عقل سے تولی جائے، تو اُنہی کا پلّہ بھاری رہتا"۔ خارجہ ابومصعب رحمۃ اللہ علیہ ایک ہزار عالموں سے مل کر یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ان میں جو تین چار عاقل تھے، ان میں ایک ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ بہت سے انسانوں کو دیکھنے کے بعد کہتے ہیں: "میں نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ عاقل کوئی نہیں پایا"۔ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے ان

کی تیز نظری کا اعتراف کیا تھا۔ ان کے کاروبارِ تجارت کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ اس سلسلہ میں ان کی امانت، حوصلہ، حُسنِ معاملہ، تدبیر وغیرہ اوصافِ تاجرانہ کی تصدیق واقعات کرتے ہیں۔ "حسنِ معاملہ" کا باب مستقل خطیب نے قائم کیا ہے۔ خشیتِ الٰہی ثابت ہے۔ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ پارسا اور عابد ہونا ان کا مسلّم ہے۔ حُسنِ معاشرت، پاکیزہ صحبت، جُود و سخاوت، بلند نظری، الوالعزمی، مخلوق کی ہمدردی و غم خواری، اظہارِ حق میں جرأت، سلطانی عطایا سے بے نیازی، علم و علماء کی بے غرضانہ خدمتِ عظیم، اور اس خدمت کی بدولت اپنے استاد، امامِ وقت، حضرت حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہونا، یہ وہ اوصاف ہیں جن میں کسی نے کلام نہیں کیا۔ انہی اوصاف کے اجتماع نے ان کو معاصرین کے طبقے میں بہت بلند کر دیا تھا۔ اس کا ایک نتیجہ یہ تھا کہ وہ محسود الخلائق تھے۔ یہ ان کی محسودیت اس درجے پر پہنچ چکی تھی کہ اُن کے حالات میں اس کا ذکر نمایاں و مستقل ہے۔ قیس بن الربیع رحمۃ اللہ علیہ ان کے ذکر میں کہتے ہیں:

كان أبو حنيفة رجلًا، ورعاً، فقيهاً، محسوداً۔

ترجمہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مردِ پارسا، فقیہ اور محسود تھے۔

امام عبداللہ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ فلاں شخص ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرتا ہے۔ تو امام عبداللہ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر پڑھا:

حَسَدُوْكَ أَنْ رَأَوْكَ فَضَّلَكَ اللّٰـ
ـهُ بِمَا فُضِّلَتْ بِهِ النُّجَبَاءُ

(جامع بيان العلم وفضله، ج2 ص1116 رقم 2191۔ المؤلف: أبو عمر يوسف بن عبد البر (ت 463ھ)۔ المحقق: أبو الأشبال الزهيري۔ الناشر: دار ابن الجوزي - السعودية۔ الطبعة: الأولى، 1414ھ-1994م۔ عدد الأجزاء: 2)

ترجمہ لوگوں نے یہ دیکھ کر تجھ سے حسد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو فضیلت و مرتبہ دیا جو کہ شرفاء کو دیا جاتا ہے۔

خود امام ابوحنیفہ نے جو شعر پڑھے تھے، وہ شاہد ہیں کہ ان کے پاکیزہ قلب میں حاسدین کے حسد کا صدمہ تھا۔

أَخْبَرَنَا الأهوازي، حدّثنا محمّد بن إسحاق القاضي، حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَاسِطِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَان بن وكيع قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: دخلت عَلَى أَبِي حنيفة فرأيته مطرقًا مفكرًا۔ فقال لي: "من أين أقبلت؟"۔ قلت: "من عند شريك"۔ فرفع رأسه وأنشأ يَقُولُ:

إن يحسدوني فإني غير لائمهم
قبلي من الناس أهل الفضل قد حسدوا
فدام لي و لهم ما بي و ما بهم
و مات أكثرنا غيظا بما يجد

قَالَ وكيع: "أظنه كَانَ بلغه عَنْهُ شيءٌ"۔

(تاریخ بغداد و ذیولہ ج13 ص364؛ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص66)

ترجمہ حضرت امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک روز میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو وہ سر جھکائے ہوئے غور کر رہے تھے۔ مجھ کو دیکھ کر فرمایا: "کہاں سے آئے ہو؟"۔ میں نے عرض کیا: "شریک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے"۔ یہ سُن کر سر اُٹھایا، اور یہ شعر پڑھے:

اگر لوگ مجھ پر حسد کرتے ہیں، تو کریں۔ میں ان کو ملامت پر نہیں کرنے کا۔ مجھ سے پہلے بھی انسانوں میں اہلِ فضل پر حسد کیا گیا ہے۔ وہ اپنے حال پر قائم رہیں، میں اپنے حال پر۔ ہم میں سے اکثر حالات پر غصّہ کھا کر مر گئے ہیں۔

یہ بیان کر کے وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "میرا گمان ہے کہ شریک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے کوئی بات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کان تک پہنچی تھی۔"

ابن صہیب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

عَطَاءُ ذِي الْعَرْشِ خَيْرٌ مِنْ عَطَائِكُمْ

وَ سَیْبُہٗ وَاسِعٌ یُرْجٰی وَ یُنْتَظَرُ
أَنْتُمْ یُکَدِّرُ مَا تُعْطُونَ مَنُّکُمْ
وَاللہُ! یُعْطِی بِلَا مَنٍّ وَ لَا کَدَرَ

(تاریخ بغداد وذیولہ ج13 ص357)

ترجمہ: عرش کے مالک کی بخشش تمہاری بخشش سے بہتر ہے، اور اس کا جود بہت وسیع ہے کہ سب اس کے امیدوار و منتظر ہیں۔ تمہاری بخشش کو تمہارا احسان جتانا مکدّر کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا میں نہ احسان رکھنا ہے، نہ کدورت۔

حضرت حسن بن عمارہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: "لوگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت جو کلام کرتے ہیں، ان کا منشا حسد ہے"۔

فقہ میں ان کی فضیلت مسلّم تھی۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن بن عمارہ رحمۃ اللہ علیہ کا وہ قول نقل فرمایا ہے، جو وہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رکاب تھامے ہوئے کھڑے کہتے تھے۔ اس میں یہ بھی تھا: "تم سے زیادہ بلیغ کلام فقہ میں کسی نے نہیں کہا"۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے محتاج ہیں۔

میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر فقیہ نہیں دیکھا۔

جو شخص فقہ میں متبحّر ہونے کا ارادہ کرے، وہ امام ابوحنیفہ کا محتاج ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو فقہ میں حق کے ساتھ موافقت بخشی گئی ہے۔

جو شخص فقہ سیکھنا چاہے، اس کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردوں کا دامن پکڑنا چاہیے۔ اس لیے کہ سارے انسان فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے محتاج ہیں۔

حضرت ابراہیم الحربی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا: یہ مسائلِ دقیق تم کو کہاں سے حاصل ہوئے؟"۔ فرمایا: حضرت محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں سے"۔

ان اوصاف کا دُوگونہ اثر ہوا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی احکامِ شرعیہ کی تحقیق اور ان کا اجتہاد معاصرین کی فہم سے بالاتر ثابت ہوا۔ فہم کی نارسائی باعث ہوئی اختلاف کا۔ اختلاف نے جرح کا رنگ اختیار کیا، اسی پر مبنی ہے۔ وہ جرح جو اہلِ حق نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اصولِ دین وفروع کی بنیاد پر کی ہے۔ تم اوپر اصولِ دین کا قاعدہ پڑھ چکے ہو کہ اختلافِ اجتہاد جس جرح کا منشا ہو، وہ جرح نامقبول ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فیصلہ فرما دیا ہے:

وَمن جهل شَيْئًا عَادَاهُ.

ترجمہ: انسان جو نہیں سمجھتا، اس کا دشمن ہو جاتا ہے۔

دوسرا اثر حسد کے رنگ میں نمایاں ہوا۔ اصولِ حدیث نے دوسرا فیصلہ یہ صادر کیا کہ جو جرح حسد کے اثر سے ہو، وہ بھی غیر مسموع ہے۔

نظر کو بلند کیجیے کہ کیا اُمتِ مرحومہ کا سوادِ اعظم (جس کی تعداد دو تہائی سے زیادہ اہلِ اسلام ہے) ایک یہودی، زندیق یا مشرک کے تابع ہو گئی، اور اپنی دنیا و آخرت کو اس کے دامن سے باندھ دیا۔ اگر (معاذ اللہ) ایسا ہوا، تو خود اسلام کے اثر پر کلام کرنا ہو گا؟!!

کوئی فہمِ سلیم جو نارسائی یا حسد سے مکدر نہ ہو، کبھی باور نہ کرے گی کہ ہزارہا علمائے ربانی اس ڈیڑھ ہزار برس کے زمانے میں اُمّتِ مرحومہ میں اس تعلیم کے اثر سے پھیلے، جو ایک ایسے شخص کے دل و دماغ سے نکلی جس کے یہ اوصاف جارحین نے بیان کیے ہیں۔ ہمارا قلم بار بار ان کے اعادہ سے رک رک جاتا ہے۔ علمائے ربّانی سے بڑھ کر گروہا گروہ اولیائے کرام تعلیمِ بالا پر عمل کر کے مراتبِ قُرب پر فائز ہوئے۔ ولایت کے دو (2) بڑے سلسلوں: چشتی اور نقشبندی کے اکابر مذہبِ حنفی کے پیرو تھے۔

سب سے بالاتر یہ بحث ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر علّامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ تک فقہاء کی ہزاروں کتابیں فروعِ حنفی میں، اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ

کی تصانیف عقائد میں حاضر ہیں، ان کی بنیاد پر ثابت کیا جائے کہ جو عقائد و مسائل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں، وہ کہاں ہیں؟ آج کروڑوں حنفی مختلف ممالک میں موجود ہیں، ان میں سے کوئی خلقِ قرآن، ارجاء وغیرہ عقائد، یا حلّتِ زنا وغیرہ فروعی مسائل کا قائل ہے؟ جواب یہی ہے کہ ایک بھی نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بنیادِ جرح یا غلط فہمی ہے یا حسد۔ اوران دو بنیادوں پر جو عمارت قائم ہوگی، ظاہر ہے وہ قائم و دیر پا نہیں رہ سکتی تھی۔ چنانچہ یہی ہوا۔ سُوءِ فہم اور حسد کے غبار چھٹ جانے کے بعد اصولِ حدیث وعلمِ رجال دونوں نے بالاتفاق ان جرحوں کے بے اصل اور غیر مقبول ہونے کا فیصلہ صادر کر دیا۔

(امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ناقدین، ص 21 تا 60۔ المؤلف: مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی رحمۃ اللہ علیہ۔ ناشر: نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ، کراچی)

6 جَرحوں پر ایک تحقیقی نظر کا خلاصہ

اس بارے میں ان تمام جَرحوں پر تحقیقی نظر ڈالی جائے تو بحث کے دو پہلو ہو سکتے ہیں: نقلی اور عقلی۔ نقلی بحث تو یہ ہے کہ خود خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ان مخالف اقوال اور جَرحوں کی صحت کی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ لہٰذا یہ مخالف اقوال اور جَرحیں نقل کرنے سے پہلے خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تمہید لکھی جو اوپر مذکور ہوئی وہ تمہید اس بات کی شاہد ہے کہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے جَرحیں نقل کرنے سے پہلے ومعتذرون إلى من وقف عليها و كره سماعها کہہ کر معذرت کی ہے اور کہا کہ چونکہ یہ جَرحیں امام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف روایت کی گئی ہیں اور تمام علماء کے متعلق وہ مخالف وموافق امور نقل کرتے ہیں، اس لیے ان جَرحوں کو بھی نقل کریں گے، اور اس کے ساتھ ساتھ امام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی جلالتِ قدر وعلوِ شان کا اعلان واقرار بھی کرتے ہیں: بأن أبا حنيفة عندنا مع جلالة قدره أسوة۔ اب ظاہر ہے کہ اگر ان مخالف اقوال اور جَرحوں میں سے فروع یا عقائد سے متعلق کوئی بھی جَرح یقینی

طور پر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثابت وصحیح ہوتی تو امام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی جلالتِ قدر وعلوِ شان کا اعلان واقرار کیوں کرتے؟؟

اور پھر مزید یہ کہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ یہ مخالف اقوال اور جَرحیں کے نقل کرنے کے بعد جا بجا ان کے اوپر تردیدی اقوال بھی بیان کرتے ہیں حالانکہ جَرح کے باب میں تعدیل کا موقع نہیں ہوتا کیونکہ تعدیل ومناقب وفضائل کا باب تو ختم ہو چکا ہے، مثلاً: خلقِ قرآن (قرآن کے مخلوق) کا عقیدہ کی روایت نقل کرنے کے بعد خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول اس کی تردید میں نقل کیا:

لم يصح عندنا أن أبا حنيفة كان يقول بخلق القرآن۔

ترجمہ: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل تھے۔

اسی طرح ایک جگہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو جَرح امام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے کذاب ہونے کی منسوب ہے، اس کو نقل کرنے کے بعد خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ یحییٰ ابن مُعین رحمۃ اللہ علیہ (امامُ الجرح والتعدیل) سے پوچھا گیا کہ آیا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ثِقہ ہیں؟؟ تو یحییٰ ابن مُعین رحمۃ اللہ علیہ (امامُ الجرح والتعدیل) نے جواب دیا: قال: نعم ثقة ثقة۔ ہاں ثِقہ ہیں ثِقہ ہیں، اور دوسری اہم بات یہ کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مُسند میں امام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث بھی نقل کی ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مُسند میں بے اصل احادیث کو نقل نہیں کیا اس لیے اگر وہ کذاب سمجھتے تو ان کی حدیث کیوں نقل کرتے؟؟ (حدیث ملاحظہ کریں مسند بریدۃ ج5 ص35)

لہٰذا خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے اس انداز پر غور کرنے کے بعد یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے امام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مخالف اقوال وجَرحیں نقل کرنے میں محض اپنا مؤرخانہ فرض ادا کیا ہے۔ وہ خود ان کے قائل نہیں تھے، یا یہ کہیے کہ وہ خود ان کی رائے وفیصلہ نہیں ہے جیسا کہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا تمہید وطرزِ بیان سے واضح ہے۔ اسی طرح علمائے امت نے امام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ

پر طعن وجرح کرنے والوں پر مستقل کتب کی صورت میں مُدلل ومفصل رد وجواب بھی لکھا ہے، اور خود خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ ان جَرحوں کی رد میں مستقل کتب لکھی گئی ہیں، مثلاً: جو کتب میری نظر سے گزری ہیں وہ درج ذیل ہیں:

7 خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی رد میں لکھی گئی علمائے امت کی مستقل کتابیں

الکتب المؤلفة فی الرد علی الخطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ

1 مقدمة کتاب جامع مسانید الإمام الأعظم ،للخطیب الخوارزمی رحمۃ اللہ علیہ

2 ألسهم المصيب فى الرد على الخطيب ،لابن الجوزى رحمۃ اللہ علیہ

3 ألسهم المصيب فى كبد الخطيب ،للملك المعظّم أبى المظفر عيسى بن سيف الدين أبى بكر بن ايوب الحنفى رحمۃ اللہ علیہ

4 ألإنتصار لإمام ائمة الأمصار ،لسبط ابن الجوزى رحمۃ اللہ علیہ

5 تنوير الصحيفة بمناقب الإمام أبى حنيفة ،لابن عبد الهادى الحنبلى رحمۃ اللہ علیہ

6 السهم المصيب فى نحر الخطيب ،للإمام السيوطى رحمۃ اللہ علیہ

7 تأنيب الخطيب على ما ساقه فى ترجمة أبى حنيفة من الأكاذيب ، للعلامة محمد زاهد الكوثرى رحمۃ اللہ علیہ

8 الموسوعه الحديثيه لمرويات الامام ابى حنيفة ـ جمعه واعده وعلق عليه: العلامه المحقق الشيخ لطيف الرحمن البهرائجى القاسمى ـ ا لناشر: دار الكتب العلمية ـ الطبعة : الأولى 1442ھ ـ 2021م ـ عدد المجلدات: 20 ـ عدد الصفحات: 7816)

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ جرحوں کی رد وجواب میں مذکورہ کتابوں کے لکھنے والے سب کے سب حنفی نہیں ہیں، بلکہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ شافعی المسلک ہیں، اور خود خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی شافعی المسلک ہیں، اور امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ حنبلی المسلک

ہیں۔ اسی طرح علامہ ابن عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ حنبلی المسلک ہیں۔ تو ان اقوال اور جرحوں کے جھوٹ وباطل ہونے کی اس سے بڑھ کر کیا شہادت چاہیئے کہ خود اپنے مسلک کے علماء نے اور اسی طرح احناف کے علاوہ دیگر مسالک کے علماء نے مستقل کتب لکھ کر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی منقولہ جرحوں کو باطل وبے اصل قرار دیا۔

اسی طرح کتاب مكانة الإمام أبي حنيفة بين المحدثين، للشيخ محمد قاسم عبده الحارثي، اور علامہ خوارزمی کی کتاب جامع مسانید الامام الاعظم کے مقدمہ میں اور امام ابن حجر الہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الخیرات الحسان میں، اور کتاب عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان، میں اور اسی طرح العلامۃ المحدث الناقد المحقق البارع الفقیہ الشیخ محمد عبد الرشید النعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مكانة الإمام أبي حنيفة في الحديث: میں بھی ان تمام جرحوں کا کافی وشافی رد وجواب موجود ہے، اور بالخصوص الشیخ العلامۃ المحدث المحقق عبد الفتاح ابوغدۃ رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تحقیقات اس بارے میں لاجواب ہیں۔

اردو میں خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراضات کے لیے: امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ: مؤلف: پیرجی سید مشتاق علی کی کتاب بھی عمدہ ہے۔

8 حاصل کلام

امام الاعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے جو فضائل ومناقب واوصاف خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیے ہیں، ان میں سب سے بڑا اشرف ومرتبہ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تابعیت کا ہے، اس کے بعد کمال درجہ عقل وفہم وذہانت وفطانت کے ساتھ ساتھ تمام علوم وفنون میں تبحر امام الاعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاص اوصاف ہیں۔ خود خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے امام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تیز فہمی وباریک بینی وکمال عقل وفہم کے بیان میں مستقل باب قائم کیا۔

اسی طرح امام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا تجارت وکاروبار بھی تھا، تو اس سلسلہ میں حُسنِ معاملہ، امانت ودیانت، بہترین تاجرانہ اوصاف وغیرہ بیان کرنے کے لیے بھی خطیب

بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حُسنِ معاملہ کے بیان میں مستقل باب قائم کیا۔اسی طرح امام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت وریاضت و ورع اور شبِ بیداری ، وتلاوتِ قرآن کی کثرت ،علم وفضل وفقاہت ، اورحق پر استقامت وپختگی ، وغیرہ اوصاف وخصائص بیان کرنے کے لیے بھی خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے مستقل ابواب قائم کیے ہیں۔تو ایسے جامعُ الصفات وکثیرُ المناقب شخص کے ساتھ کسی کی طرف سے تعصب وحسد کا ہونا کوئی بعید بات نہیں ہے، بلکہ دیگر ائمہ اسلام کے ساتھ بھی یہی ہوا ہے۔

اور بقول علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کہ امام عبداللہ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ فلاں شخص ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرتا ہے۔تو امام عبداللہ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر پڑھا۔

حَسَدُوْكَ أَنْ رَأَوْكَ فَضَّلَكَ اللّٰ
هُ بِمَا فُضِّلَتْ بِهِ النُّجَبَاءُ

(جامع بيان العلم وفضله، ج2 ص1116 رقم 2191۔المؤلف: أبو عمر يوسف بن عبد البر (ت 463ھ)۔المحقق: أبو الأشبال الزهيري۔الناشر: دار ابن الجوزي-السعودية۔الطبعة: الأولى، 1414ھ-1994م۔عدد الأجزاء: 2)

ترجمہ لوگوں نے یہ دیکھ کر تجھ سے حسد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو فضیلت ومرتبہ دیا جو کہ شرفاء کو دیا جاتا ہے۔

اسی طرح مسائلِ شرعیہ میں امام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق اور اجتہاد بھی بعض معاصرین کی فہم سے بالاتر ثابت ہوا،تو فہم کی نارسائی اختلاف کا باعث ہوئی اور پھر اس اختلاف نے جرح کا رنگ اختیار کر دیا۔اور پھر اختلاف اجتہاد کی بنیاد پر جرح ائمہ جرح و تعدیل کے یہاں نامقبول ہے۔اسی طرح حسد ومذہبی تعصب وغیرہ امور میں بھی جرح نامقبول ہوتی ہے،اور امام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف جرحیں بھی تقریباً سب اسی قبیل سے ہیں۔اور سب سے بڑھ کر یہ کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ تک ہزاروں کبار حنفی علماء کی بے شمار کتب وتصانیف فروع وعقائد میں موجود

ہیں۔ان کتب کی بنیاد پر دیکھا جائے کہ جو غلط عقائد ومسائل امام الاعظم کی طرف منسوب کیے گئے وہ کہاں ہیں؟

آج بھی بے شمار احناف اہلِ اسلام پوری دنیا میں موجود ہیں، ان میں سے کوئی بھی خلقِ قرآن ، ارجاء، وغیرہ غلط عقائد ومسائل کا قائل نہیں ہے۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ پر جرح وطعن کی بنیاد یا تو غلط فہمی ہے، یا حسد وتعصب۔اور ظاہر ہے ان دونوں بنیادوں پر جو عمارت قائم ہوگی تو وہ کبھی دیر پا نہیں ہوسکتی۔چنانچہ یہی ہوا، سُوءِ فہم اور حسد وتعصب کے غُبار چھٹ جانے کے بعد اصولِ حدیث اور علمِ رجال وعلم جرح وتعدیل کے ائمہ نے امام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کی گئی جرحوں کو بالاتفاق بے اصل وغیر مقبول وباطل قرار دیا۔

باب20

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت

1 امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی تضعیف وجرح کا مفصل جواب

اعتراض مؤلف رسالہ [الجرح علی ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ] لکھتے ہیں: اب سنیئے ان کے مقرب شاگرد ان کی نسبت ضعف کا تمغہ۔ پہلے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو لیجئے الی قولہ ان کی بابت میزان الاعتدال میں ہے:

قال الفلاس: کثیر الغلط و قال البخاری ترکوہ۔ الی قولہ" اور "لسان المیز ان" میں ہے: "قال ابن المبارك ابو یوسف ضعیف الروایۃ۔

جواب ناظرین! یہ وہی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ شاگرد ہیں۔ یہ وہی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے بارے میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الضعفاء والمتروکین" میں کہا ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ثقہ ہیں، یہ وہی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کو حافظ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے "تذکرۃ الحفاظ" میں حافظین حدیث میں شمار کیا ہے:

القاضی أبو یوسف الإمام العلامۃ فقیه العراقین یعقوب بن إبراهیم الأنصاری الکوفی صاحب أبی حنیفۃ رضی اللہ عنهما: سمع هشام بن عروۃ وأبا إسحاق الشیبانی وعطاء بن السائب وطبقتهم. وعنه محمد بن الحسن الفقیه وأحمد بن حنبل وبشر بن الولید ویحیی بن معین وعلی بن الجعد وعلی بن مسلم الطوسی وعمرو بن أبی عمرو وخلق

سواهم، نشأ فی طلب العلم وکان أبوہ فقیرا۔ فکان أبو حنیفۃ یتعاهد یعقوب بمائۃ بعد مائۃ۔ وقال المزنی: أبو یوسف اتبع القوم للحدیث۔۔۔ وروی أبو إسحاق إبراهیم بن أبی داود البرلسی عن یحیی بن معین قال: لیس فی أصحاب الرأی أکثر حدیثا ولا أثبت من أبی یوسف۔ ۔وروی عباس عن ابن معین قال: أبو یوسف صاحب حدیث وصاحب سنۃ۔۔۔ وقال ابن سماعۃ کان أبو یوسف یصلی بعد ما ولی القضاء فی کل یوم مائتی رکعۃ. وقال أحمد: کان مصنفا فی الحدیث۔ ۔مات فی ربیع الآخر سنۃ ثنتین وثمانین ومائۃ، عن سبعین سنۃ إلا سنۃ. وله أخبار فی العلم السیادۃ قد أفردته وأفردت صاحبه محمد بن الحسن رحمهما اللہ فی جزء۔ ملخصاً۔

(تذکرۃ الحفاظ، ج1 ص214، 215 رقم 273-42/6۔ المؤلف: شمس الدین أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان الذهبی (ت 748ھ)۔ الناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت-لبنان۔ الطبعۃ: الأولی، 1419ھ-1998م)

ترجمہ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فنِ حدیث کو ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ، ابو اسحاق شیبانی رحمۃ اللہ علیہ، عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے طبقے والوں سے حاصل کیا ہے اور فنِ حدیث میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ، بشر بن ولید رحمۃ اللہ علیہ، علی بن جعد رحمۃ اللہ علیہ، علی مسلم طوسی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک مخلوق محدثین کی ہے، طلب علم ہی میں ان کی نشو ونما ہوئی ہے، ان کے والد ماجد کی افلاس کی حالت تھی۔ اس لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان کی خبر گیری رکھتے اور ضروریات کو پورا کرتے تھے۔ امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جماعت بھر میں حدیث کے متبع زیادہ تھے۔ ابراہیم بن ابی داؤد رحمۃ اللہ علیہ، یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ اہل رائے میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اثبت اور اکثر حدیث ہیں۔ عباس دوری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن معین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ حدیث، صاحبِ سنت ہیں۔ ابن سماعہ رحمۃ اللہ علیہ

کہتے ہیں کہ قاضی ہوجانے کے بعد امام ابو یوسف ؒ ہر روز دوسو [200] رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ امام احمد ؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف ؒ حدیث میں منصف تھے۔ [182ھ 798ء] ایک سو بیاسی ھجری میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ امام ذہبی ؒ صاحب کتاب کہتے ہیں کہ ان کے واقعات علم و سیادت کے بہت سے ہیں۔ میں نے ان کے اور امام محمد ؒ کے مناقب کو ایک مستقل کتاب میں جمع کیا ہے۔

ناظرین! یہ ائمہ کے اقوال ملاحظہ فرمائیں کہ امام ابو یوسف ؒ کے بارے میں کتنے زبردست الفاظِ مدحیہ ہیں۔ اس پر بھی معاندین اور حاسدین آنکھیں نکال رہے ہیں۔ کیا آپ کے خیال میں یہ بات آتی ہے کہ جو شخص بقول امام بخاری ؒ متروک ہو، بقول فلاں ؒ کثیر الغلط ہو، وہ ان الفاظ کا ایسے ائمہ سے جن کا اوپر ذکر ہوا ہے مستحق ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا ایسے شخص کے بارے میں کوئی ناقد رجال ہوکر اس کے مناقب میں کتاب تصنیف کرسکتا ہے؟ کبھی نہیں۔ امام بخاری ؒ نے محض اس رنجش کی وجہ سے جو ان کو بعض حنفیوں سے ہوگئی تھی۔ امام ابو یوسف ؒ اور امام ابوحنیفہ ؒ کے بارے میں کلام کردیا، حالانکہ یہ محض تعصب پر مبنی ہے، جو قابلِ قبول نہیں ہے۔ متروک اور کثیر الغلط ہونے کی تہمت ہی تہمت ہے جس کا کچھ وجود نہیں، ورنہ امام احمد ؒ جیسا شخص اور ابن معین ؒ جیسا ناقد کبھی بھی امام ابو یوسف ؒ کا شاگرد نہ ہوتا بلکہ سب سے اول یہی لوگ ان کی تضعیف کرتے، لیکن یہ حضرات جب ان کو صاحب الحدیث، صاحبِ سنت، منصف فی الحدیث، اثبت و اکثر حدیث، اتبع الحدیث، حافظ حدیث فرماتے ہیں، تو پھر تَرَکُوْہُ اور کثیر الغلط کی بنیاد محض عداوت اور تعصب پر ثابت ہوجاتی ہے، جس کا گرادینا کچھ مشکل نہیں۔

نواب صدیق حسن خان ؒ فرماتے ہیں:

القاضي أبو يوسف، يعقوبُ بنُ إبراهيمَ بنِ حبيب بن خنيس بنِ سعدِ بنِ حبتةَ الأنصاريُّ.. كان القاضي أبو يوسف من أهل الكوفة، وهو صاحب أبي حنيفة، وكان فقيهًا عالمًا حافظًا.

(التاج المكلل من جواهر مآثر الطراز الآخر والأول، ص 137. المؤلف: أبو الطيب محمد صديق خان بن حسن بن علي ابن لطف الله الحسيني البخاري القِنَّوجي (ت 1307هـ). الناشر: وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية، قطر. الطبعة: الأولى، 1428هـ-2007م. عدد الصفحات: 545)

ترجمہ: قاضی ابو یوسف ؒ کوفہ کے رہنے والے اور امام ابوحنیفہ ؒ کے شاگرد ہیں۔ فقیہ، عالم، حافظِ حدیث تھے۔

سلیمان تیمی ؒ، یحییٰ بن سعید انصاری ؒ، اعمش ؒ، محمد بن یسار ؒ وغیرہ سے فنِ حدیث کو حاصل کیا ہے۔ نواب صدیق حسن خان صاحب ؒ نے ان چار [4] ناموں کو زیادہ لکھا ہے، اس لئے نقل کردیا۔ آگے چل کر نواب صاحب ؒ لکھتے ہیں: **ولم يختلف يحيى بن معين، وأحمد بن حنبل، وعلي بن المديني في ثقته في النقل.** (التاج المکلل ص138)

ترجمہ: یحییٰ بن معین ؒ اور احمد بن حنبل ؒ اور علی بن مدینی ؒ تینوں اماموں کا امام ابو یوسف ؒ کے ثقہ فی الحدیث ہونے پر اتفاق ہے۔

یہ ابن مدینی ؒ وہی شخص ہیں جن کے لئے امام بخاری ؒ کو اقرار کرنا پڑا کہ میں اپنے آپ کو انہی سے چھوٹا سمجھتا ہوں۔

حافظ ابن حجر ؒ تقریب التہذیب میں ابن مدینی ؒ کے بارے میں فرماتے ہیں: **"ثقة ثبت امام اعلم اهل عصره بالحديث وعلله حتى قال البخاري ما استصغرت نفسي الا عنده"**۔ (تقریب)

ترجمہ: ابن مدینی ؒ ثقہ، ثبت، امام، اعلم اہل زمانہ بالحدیث وعلل ہیں حتی کہ امام بخاری ؒ بھی کہہ اٹھے کہ ان کے سامنے میری کوئی حقیقت نہیں۔ جب علی مدینی ؒ امام ابو یوسف ؒ کو ثقہ کہتے ہیں تو امام بخاری ؒ کا قول ان کے مقابلہ میں کچھ وقعت نہیں رکھتا۔

ولم یختلف یحیی بن معین و احمد و ابن المدینی فی ثقۃ فی الحدیث۔

(الانساب للسمعانی)

ترجمہ: امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ثقہ فی الحدیث ہونے میں ابن معین رحمۃ اللہ علیہ، احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ مختلف نہیں ہیں۔

حافظ ابن عبد البر مالکی مغربی رحمۃ اللہ علیہ "الانتقاء" میں فرماتے ہیں جس میں فقہائے ثلاثہ کے مناقب بیان کئے ہیں:

قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيرٍ الطبری قَالَ كَانَ ابو يُوسُف يَعْقُوب ابْن إِبْرَاهِيمَ الْقَاضِي فَقِيهًا عَالِمًا حَافِظًا ذَكَرَ أَنَّهُ كَانَ يُعْرَفُ بِحِفْظِ الْحَدِيثِ وَأَنَّهُ كَانَ يَحْضُرُ الْمُحَدِّثِ فَيَحْفَظُ خَمْسِينَ وَسِتِّينَ حَدِيثًا ثُمَّ يَقُومُ فَيُمْلِيهَا عَلَى النَّاسِ وَكَانَ كَثِيرَ الْحَدِيثِ.

(الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الأئمۃ الفقہاء (ابن عبد البر)، ص172)

ترجمہ: امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فقیہ، عالم اور حافظ تھے۔ وہ حفظِ حدیث میں معروف تھے۔ ان کے حافظہ کی یہ حالت تھی کہ محدث کی مجلس میں تشریف لاتے اور پچاس ساٹھ حدیثیں وہیں یاد کرلیتے، اور جب اس مجلس میں سے اٹھتے، تو فوراً لوگوں کو جوں کی توں (حدیثیں) لکھا دیا کرتے تھے۔ ان میں کسی قسم کا تغیر نہ ہوتا تھا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کثیر الحدیث تھے۔

اس قول سے فلاس رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تردید ہوگئی۔ اگر کثیر الغلط ہوتے تو حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کبھی بھی ان کے حافظہ کی تعریف بالفاظ مذکورہ نہ کرتے۔

قال طلحة بن محمد بن جعفر: أبو يوسف مشهور الأمر، ظاهر الفضل، أفقهُ أهل عصره، ولم يتقدمه أحد في زمانه، وكان النهايةَ في العلم والحكم والرئاسة والقدر، وهُوَ أول من وضع الكتب في أصول الفقه على مذهب أبي حنيفة، وأملى المسائل، ونشرها، وبث علم أبي حنيفة في أقطار الأرض. قال عمار بن أبي مالك: ما كان في أصحاب أبي حنيفة

مثلُ أبي يوسف، لولا أبو يوسف ما ذكر أبو حنيفة، ولا محمد بن أبي ليلى، ولكنه هو الذي نشر قولهما، وبث علمهما۔ (التاج المکلل ص138)

ترجمہ: طلحہ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ مشہور الامر، ظاہر الفضل، افقہ اہل زمانہ ہیں۔ ان کے زمانہ میں ان سے کوئی فضل میں متقدم نہ تھا۔ علم، فیصلہ جات، ریاست، قدر ومنزلت کی منتہا تھے۔ مذہبِ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے موافق اصول میں اول انہی نے کتابیں تصنیف کی ہیں۔ مسائل کا املاء اور ان کی شیوع انہی نے کیا۔ اطرافِ عالم میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم کو انہی نے پھیلایا۔

عمار بن ابی مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اصحاب ابی حنیفہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جیسا کوئی شخص نہیں ہے۔ اگر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نہ ہوتے، تو محمد بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ذکر نہ کرتا، انہی نے دونوں کے قول وعلم کو عالم میں پھیلایا۔

وقال أبو يوسف: سألني الأعمش عن مسألة، فأجبته عنها، فقال لي، من أين لك هذا؟ فقلت من حديثك الذي حدثتنا أنت، ثم ذكرتُ له الحديث، فقال لي: يا يعقوب! إني لأحفظ هذا الحديث قبل أن يجتمع أبواك، وما عرفتُ تأويله حتى الآن. (التاج المکلل ص138)

ترجمہ: امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ایک مسئلہ پوچھا۔ میں نے اس کا جواب دے دیا۔ تو وہ فرمانے لگے: تم کو یہ جواب کہاں سے معلوم ہوا؟ تو میں نے کہا: اسی حدیث سے جو آپ نے مجھ سے بیان کی تھی۔ اور پھر وہ حدیث میں نے ان کو سنادی۔ تو اعمش رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے: اے یعقوب! (یہ امام ابو یوسف کا نام ہے)۔ میں بھی اس حدیث کا حافظ ہوں لیکن اب تک اس کے معنی میری سمجھ میں نہ آئے تھے، اس وقت سمجھا ہوں۔

ناظرین! اس کو ملاحظہ فرمائیں اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے حافظہ اور فہم کی داد دیں جس کا اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اقرار کرلیا۔ اس پر فلاس رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کثیر الغلط اور ترکوہ کہتے ہیں۔ سبحان اللہ!۔

وأخبار أبي يوسف كثيرة، وأكثر الناس من العلماء على تفضيله وتعظيمه. (التاج المکلل ص139)

امام ابو یوسف ؒ کے اخبار بہت ہیں اور اکثر علماء ان کی فضیلت اور تعظیم کے قائل ہیں۔

یہ نواب صاحب ؒ کا قول ہے جو فیصلہ کے طور پر ہے۔ ماقبل میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جس کی مدح کرنے والے زیادہ ہوں، اس کے بارے میں جارحین کی جرح مقبول نہیں۔ نیز ہمعصر کی جرح بھی دوسرے ہمعصر کے بارے میں مقبول نہیں۔ عبداللہ بن مبارک ؒ، وکیع بن الجراح ؒ ہمعصر ہیں، امام بخاری ؒ، دارقطنی ؒ، ابن عدی ؒ وغیرہ متعصب ہیں۔ لہٰذا ان کی جرح بھی مقبول نہیں۔

ناظرین! اب "میزان الاعتدال" کی عبارت کے متعلق سنیئے، مؤلف رسالہ [الجرح علی ابی حنیف ؒ] نے جو فلاس ؒ کا قول نقل کیا ہے اس کا ایک لفظ ترک کر دیا، کیونکہ وہ امام ابو یوسف ؒ کی مدح میں تھا۔ اصل عبارت یوں ہے:

"قال الفلاس: صدوق كثير الغلط "۔

ترجمہ فلاس ؒ کہتے ہیں: امام ابو یوسف ؒ صدوق، کثیر الغلط تھے۔

دوسرے جملہ کا جواب عرض کر چکا ہوں۔ پہلا جملہ الفاظِ تعدیل وتوثیق میں سے ہے۔ لہٰذا فلاس ؒ کے نزدیک بھی ان کا صدوق ہونا مسلم ہے۔

ع ادھر لا ہاتھ مٹھی کھول یہ چوری یہیں نکلی

وقال عمرو الناقد: كان صاحب سنة.

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج4ص447رقم9794)

ترجمہ عمرو ؒ کہتے ہیں: امام ابو یوسف صاحب سنت تھے۔

یہ بھی توثیق ہے۔

وقال ابو حاتم: يكتب حديثه.

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج4ص447رقم9794)

ترجمہ ابوحاتم ؒ کہتے ہیں: امام ابو یوسف ؒ کی حدیث لکھی جاتی ہے۔

یہ بھی تعدیل کے الفاظ ہیں۔

وقال المزني: هو أتبع القوم للحديث.

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج4ص447رقم9794)

ترجمہ امام مزنی ؒ کا قول ہے کہ وہ اتبع الحدیث دوسروں کے اعتبار سے ہیں۔

یہ بھی مدح ہے۔

وأما الطحاوي فقال: سمعت إبراهيم بن أبي داود البرلسي، سمعت يحيى بن معين يقول: ليس في أصحاب الرأي أكثر حديثاً ولا أثبت من أبي يوسف. (میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج4ص447رقم9794)

ترجمہ لیکن امام طحاوی ؒ نے یہ بیان کیا ہے کہ میں نے ابراہیم بن ابی داؤد ؒ سے سنا وہ کہتے تھے میں نے ابن معین ؒ کو کہتے ہوئے سنا: امام ابو یوسف ؒ اکثر حدیث اور اثبت فی الحدیث باعتبار دوسرے اصحاب رائے کے ہیں۔

وقال ابن عدي: ليس في أصحاب الرأي أكثر حديثاً منه، إلا أنه يروي عن الضعفاء الكثير مثل الحسن بن عمارة، وغيره. و كثيرا ما يخالف أصحابه ويتبع الاثر، وإذا روى عنه ثقة وروى هو عن ثقة فلا بأس به.

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج4ص447رقم9794)

ترجمہ ابن عدی ؒ کہتے ہیں: اصحاب رائے میں ان سے زیادہ حدیث والا کوئی دوسرا نہیں ہے مگر اتنی بات ہے کہ ضعیفوں سے زیادہ روایت کرتے ہیں جیسے حسن بن عمارۃ ؒ وغیرہ ہیں اور بسا اوقات اپنے اصحاب کی مخالفت اور حدیث کی اتباع کرتے ہیں۔ جس وقت ان سے کوئی ثقہ روایت کرے اور وہ بھی ثقہ سے روایت کریں تو لاباس بہ ہیں۔

ناظرین! "میزان" کی یہ سب عبارتیں جن میں امام ابو یوسف ؒ کی ائمہ نے توثیق کی ہے۔ مؤلف رسالہ [الجرح علی ابی حنیفۃ ؒ] نے اپنی حقانیت اور دیانت داری

ظاہر کرنے کے واسطے حذف کر دیں اور صرف فلاس رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو نقل کر دیا تا کہ عوام کو دھوکہ میں ڈال دیں۔

(کشف الغمۃ بسراج الامۃ -ترجمہ [امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور معترضین] صفحہ نمبر 71 تا 75)

ہنر بہ چشمِ عداوت بزرگتر عیب است
گل است سعدی، و در چشمِ دشمنان خار است

2 امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تضعیف کا مدلل جواب اور اقرارِ اصحابِ فضل

اعتراض مؤلف رسالہ [الجرح علی ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ] لکھتے ہیں: اب سنیئے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا حال جنہوں نے ایک موطا بھی لکھ ماری ہے۔ پانچوں سواروں میں اپنے کو بھی شامل کرنے یا خون لگا کر شہید بننے کو۔

جواب ناظرین یہ ہے تہذیب اور سلف کے ساتھ ان کا یہ برتاؤ ہے، کیا آپ اس کو علمی تحریر سمجھتے ہیں جو اور الفاظ گندے لکھے ہیں وہ ان سے بھی بڑھ کر ہیں جن سے بازاری بھی مات ہیں لیکن یہ حضرات کا طریقہ ہے کہ ہر ایک کو برا بھلا کہا کرتے ہیں اور سوائے اس کے ان کے پلہ اور کچھ نہیں۔

آپ نے گالیاں دیں خوب ہوا خوب کیا
بخدا! مجھ کو مزا آیا شکر پاروں کا

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے "موطا" تصنیف کرنے پر آپ کو کیوں حسد پیدا ہو گیا۔ اگر آپ میں کچھ ہمت ہے تو اپنی سند کے ساتھ اسی طرح کی حدیث کی کتاب چھوٹی سی چھوٹی تصنیف کر کے دکھائیں۔ دیکھیں تو سہی آپ کتنے پانی میں ہیں۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک "موطا" ہی تصنیف نہیں کی نو سو ننانوے [999] کتابیں تالیف کی ہیں۔ آپ ننانوے [99] ہی تالیف کر کے دکھائیں۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف سے بڑے بڑوں نے

فائدہ حاصل کیا ہے اور تعریف کی ہے اور ان کے علم کا لوہا مان گئے ہیں، چنانچہ آ رہا ہے۔

یہاں تک تو ناظرین نے مؤلف رسالہ [الجرح علی ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ] کی علمی حالت کا اندازہ کر لیا ہے۔ اب اور آگے چل کر معلوم کر لیں گے۔ نیز امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی قدر و منزلت، فضیلت و علمیت وغیرہ بھی معلوم ہو جائے گی۔

اعتراض مؤلف رسالہ [الجرح علی ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ] لکھتے ہیں: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ کتاب الضعفاء والمتروک میں لکھا ہے: "**ومحمد بن الحسن ضعيف**"۔ اور میزان الاعتدال میں ہے: "**لينه النسائي وغيره من قبل حفظه**"۔ اور "لسان المیزان" میں ہے: "**قال ابو داؤد لا يكتب حديثه**"۔ (بحذف ترجمہ اردو)

جواب

کمبخت دل خراش بہت ہے صدائے دل
کانوں پہ ہاتھ رکھ کر سنو ماجرائے دل

میزان الاعتدال میں تلیین امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرنے کے بعد ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

محمد بن الحسن الشيباني، أبو عبد الله. أحد الفقهاء. لينه النسائي، وغيره من قبل حفظه. يروى عن مالك بن أنس وغيره. وكان من بحور العلم والفقه قوياً في مالك.

(ميزان الاعتدال في نقد الرجال، ج3 ص513 رقم 7374۔ المؤلف: شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (ت 748ھ)۔ الناشر: دار المعرفة للطباعة والنشر، بيروت-لبنان۔ الطبعة: الأولى، ١٣٨٢ھ-١٩٦٣م۔ عدد الأجزاء: 4)

ترجمہ حدیث کی روایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے کرتے ہیں، علم وفقہ کے دریائے ناپیدا کنار تھے۔ روایاتِ مالک میں قوی تھے۔

ناظرین "مقدمہ میزان الاعتدال" کی عبارت پیش نظر رکھیں کہ میری اس کتاب میں وہ لوگ ہیں جن میں مشددین فی الجرح نے ادنیٰ لین کی وجہ سے کلام کیا ہے، حالانکہ وہ

جلیل القدر اور ثقہ ہیں۔ اگر ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ان کو اپنی اپنی کتابوں میں ذکر نہ کرتے، تو میں بھی ان کے ثقہ ہونے کی وجہ سے اپنی اس کتاب میں ان کو ذکر نہ کرتا۔
امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام مالک کی روایات میں ان کو قوی کہتے ہیں، علم کے دریا ناپیدا کنار اور فقہ کے بحرِ بے پایاں ہیں۔ اس سے امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ممدوح اور ان کا ثقہ ہونا ظاہر ہے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ولم أر من الرأى أن أحذف اسم أحد ممن له ذكر بتليين ما فى كتب الأئمة المذكورين، خوفاً من أن يتعقب عليّ، لا أني ذكرته لضعف فيه عندي۔ (ميزان الاعتدال (شمس الدين الذهبي) ج1 ص2)

ترجمہ: میں نے اس خوف کی وجہ سے کہ کہیں لوگ میرے درپے نہ ہوجائیں، مناسب نہیں سمجھا کہ جن حضرات کی تلیین کتبِ ائمہ مذکورین میں ہیں ان کو ذکر کروں اور ان کے ناموں کو حذف کردوں۔ یہ بات نہیں ہے کہ میرے نزدیک ان میں کسی قسم کا ضعف تھا، اس لئے میں نے ان کو اس کتاب میں ذکر کیا ہے۔ حاشا وکلا۔
لہٰذا یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ضعیف ہیں۔ اس لئے ان کو "میزان" میں ذکر کیا ہے اگر کوئی مدعی ہے تو ثابت کر دکھائے۔
حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وهو محمد بن الحسن بن فرقد الشيباني مولاهم، الفقيه، أبو عبد الله، ولد بواسط ونشأ بالكوفة، وتفقه على أبي حنيفة رحمة الله عليه، وسمع الحديث من الثورى ومسعر وعمر بن زر ومالك بن مغول والأوزاعي ومالك بن أنس وزمعة بن صالح وجماعة۔ وعنه الشافعي وأبو سليمان الجوزجاني وأبو عبيد بن سلام وهشام وعبيد الله الرازى وعلى بن مسلم الطوسى وغيرهم۔ ولى القضاء أيام الرشيد۔۔۔ قال ابن عبد الحكم سمعت الشافعي يقول: قال محمد بن الحسن: أقمت على باب مالك ثلاث سنين۔ وسمعت من لفظه أكثر من سبع مائة حديث۔۔۔۔

وقال الربيع سمعت الشافعي يقول: حملت عن محمد وقر بعير كتبا۔۔۔
وقال عبد الله بن على المديني عن أبيه صدوق۔
(لسان الميزان، ج5 ص121، 122 رقم 410۔ المؤلف: أبو الفضل أحمد بن على بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (ت 852ھ)۔ الناشر: مؤسسة الأعلمي للمطبوعات، بيروت-لبنان۔ الطبعة: الثانية، 1390ھ/1971م)

ترجمہ: امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ مقام واسط میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں انہوں نے نشو ونما پائی۔ فنِ فقہ کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، مسعر رحمۃ اللہ علیہ، عمرو بن ذر رحمۃ اللہ علیہ، مالک بن مغول رحمۃ اللہ علیہ، اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ، زمعہ بن صالح رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت محدثین سے فن حدیث کو حاصل کیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، ابوسلیمان جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ، ہشام رازی رحمۃ اللہ علیہ، علی بن مسلم طوسی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ محدثین نے فنِ حدیث کے حصول میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی حاصل کی۔ ہارون رشید رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت کے زمانہ میں قاضی مقرر کئے گئے تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تین [3] سال اقامت کی اور سات سو [700] سے زیادہ حدیثیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سنیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک اونٹ بھر کتابیں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی مجھ کو پہنچیں۔ علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے کہتے ہیں کہ میرے والد امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ کو "صدوق" کہا کرتے تھے۔

جب ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کردی، تو پھر اور کسی کی ضرورت ہی کیا ہے۔ یہ وہی ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے سامنے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تین [3] سال اقامت کی اور سات سو [700] سے زیادہ حدیثیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سنیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک اونٹ بھر کتابیں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی مجھ کو پہنچیں۔ علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ جیسے شخص زانوئے ادب کو تہ کیا اور ان کے فضل وکمال کو

اقرار کئے بغیر چارہ کار نہ ہوا، چنانچہ گزر چکا ہے اور ظاہر ہے کہ لفظ "صدوق" الفاظ توثیق میں سے ہے، چنانچہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ میزان کے دیباچہ میں فرماتے ہیں:

فأعلى العبارات فی الرواة المقبولین: ثبت حجة، وثبت حافظ، وثقة متقن، وثقة ثقة، ثم ثقة صدوق، ولا بأس به، ولیس به بأس، ثم محله الصدق، وجید الحدیث، وصالح الحدیث، وشیخ وسط، وشیخ حسن الحدیث، وصدوق إن شاء الله، وصویلح، ونحو ذلك۔

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج 1 ص 4۔ المؤلف: شمس الدین أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَایْماز الذہبی (ت 748ھ)۔ تحقیق: علی محمد البجاوی۔ الناشر: دار المعرفة للطباعة والنشر، بیروت-لبنان۔ الطبعة: الأولى، 1382ھ-1963م۔ عدد الأجزاء:4)

اور جب ثابت ہوا لفظ "صدوق" توثیق ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مقبول اور ثقہ فی الحدیث ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا، اور وہ بھی علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ پر غالب ہے۔

وکان الشافعیؒ یقول: ما رأیت أعقل من محمد بن الحسن رحمه الله۔

(الأنساب، ج 8 ص 202۔ المؤلف: أبو سعد، عبد الکریم بن محمد بن منصور التمیمی السمعانی (ت ۵۶۲ھ)۔ الناشر: مجلس دائرة المعارف العثمانیة، حیدر آباد الدکن-الهند)

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جیسا عاقل کوئی نہیں دیکھا۔

وروی عن الشافعیؒ أن رجلا سأله عن مسألة فأجابه، فقال له الرجل: یا أبا عبد الله! خالفك الفقهاء!۔ فقال له الشافعیؒ رحمه الله: وهل رأیت فقیها قط؟ اللّٰهمّ! إلا أن تکون رأیت محمد بن الحسن فإنه کان یملأ العین والقلب۔ (الانساب للسمعانی، ج ص202)

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کوئی مسئلہ دریافت کیا، اس کا انہوں نے جواب دیا۔ سائل

نے کہا کہ فقہاء تو آپ کی اس مسئلہ میں آپ کی مخالفت کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا: تو نے کیا کوئی کبھی فقیہ دیکھا؟ ہاں، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے۔ تو بے شک ٹھیک ہے کہ وہ اس قابل ہیں، کیونکہ وہ آنکھوں اور دل کو بھر دیتے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت فی الدین کا لوہا مانے ہوئے ہیں۔

وکان إذا حدثهم عن مالك امتلأ منزله وکثر الناس حتی یضیق علیه الموضع۔

(تهذیب الأسماء واللغات، ج 1 ص 81۔ المؤلف: أبو زکریا محیی الدین یحیی بن شرف النووی (ت 676ھ)۔ دار الکتب العلمیة، بیروت-لبنان۔ عدد الأجزاء:4)

ترجمہ: جس وقت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ حدیث کی روایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کرتے، تو ان کا مکان کثرتِ سامعین اور شاگردوں سے بھر جاتا تھا حتی کہ خود موضع جلوس بھی تنگ ہو جاتا تھا۔

اگر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث دانی میں دخل نہ ہوتا، تو کثرتِ اژدحام محدثین کی کیوں ہوتی، اگر وہ ضعیف ہوتے یا حافظ حدیث نہ ہوتے تو یہ بڑے بڑے محدثین کیوں ان کی شاگردی کو مایہ ناز سمجھتے اور کیوں ان کے مکان کو شوقِ سماعتِ حدیث میں بھر دیا کرتے۔ اس کو تو وہی حضرات خوب سمجھ سکتے ہیں جن کو خدا نے عقل و ہوش عنایت کئے ہیں اور علم دین سے کچھ حصہ ملا ہے۔

وعن یحیی بن معین، قال: کتبت الجامع الصغیر عن محمد بن الحسن۔

(أخبار أبی حنیفة وأصحابه (الصیمری) ص 139؛ بغداد وذیوله ط العلمیة (الخطیب البغدادی) ج2 ص172؛ تهذیب الأسماء واللغات، ج1 ص81)

ترجمہ: یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے جامع صغیر کو روایۃً امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے لکھا ہے۔

عن یحیی بن معین قال سمعت محمدا صاحب الرای فقیل سمعت هذا الکتاب من ابی یوسف قال و الله ماسمعته منه وهو اعلم الناس به

الا الجامع الصغير فاني سمعته من ابي يوسف ۔ (مناقب کردری ج2ص150)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ کا روایت کرنا اوران کی کتابوں کی سماعت کرنی اور ان کی شاگردی اختیار کرنی یہ جملہ امور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت اور صاحبِ علم اور عادل، ضابط، حافظ، محدث، فقیہ، ثقہ وصدوق ہونے پر دال ہیں۔

عن عبد الله بن علی قال سالت ابی عن محمد قال محمد صدوق۔

(مناقب کردری، ج2ص150)

ترجمہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں دریافت کیا تو کہا: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ صدوق ہیں۔

عن عاصم بن عصام الثقفی قال: كنت عند ابی سليمان الجوزجانی۔ فاتاه كتاب احمد بن حنبل بانك ان تركت رواية كتب محمد جئنا اليك لنسمع منك الحديث۔ فكتب اليه على ظهر رقعته ما صعيرك الينا يرفعنا ولا حسبة۔ (مناقب کردری جلد ثانی ص153)

اگر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ صدوق اور ثقہ، عادل، حافظ، ضابط محدث نہ ہوتے، تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ جیسا شخص ان کی کتابوں کی روایت کی تمنا نہ کرتا کیونکہ وہ ثقہ ہی سے روایت کرتے ہیں۔ نیز جو جواب ابوسلیمان جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو دیا وہ بھی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل اور کمال پر دال ہے، چنانچہ ظاہر ہے:

وذكر السلامی عن احمد بن كامل القاضی قال: كان محمد موصوفا بالرواية والكمال فی الرای والتصنيف، وله المنزلة الرفيعة، و كان اصحابه يعظمونه جدا ۔ (مناقب کردری رحمۃ اللہ علیہ جلد ثانی ص153)

ترجمہ احمد بن کامل قاضی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ روایتِ حدیث اور کمال فی الفقہ اور وصفِ تصنیف کے جامع تھے۔ ان کا بڑا مرتبہ ہے، ان کے اصحاب ان کی بہت تعظیم کرتے تھے۔

وذكر الحلبی عن يحيى بن صالح قال: قال يحيى بن اكثم القاضی: رأيت

مالكا ومحمدا۔ قلت: ايهما افقه؟ قال: محمد۔ (مناقب کردری ج2ص156)

ترجمہ یحییٰ بن صالح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یحییٰ قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دیکھا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو بھی۔ میں نے دریافت کیا: دونوں میں افقہ کون ہے؟ تو جواب دیا: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ افقہ ہیں۔

وبه عن ابی عبيد قال: ما رأيت اعلم بكتاب الله تعالى من محمد۔ اھ

(مناقب کردری جلد ثانی ص156)

ترجمہ ابوعبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے کتاب اللہ کا عالم امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔

عن ادريس بن يوسف القراطيسی، عن الامام الشافعی: ما رأيت رجلا اعلم بالحلال والحرام والناسخ والمنسوخ من محمد۔

(مناقب کردری ج2ص157)

ترجمہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کسی کو حلال وحرام اور ناسخ اور منسوخ کا عالم نہیں دیکھا۔

إِبْرَاهِيمُ الْحَرْبِيُّ، سَأَلْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ، وَقُلْتُ: هٰذِهِ الْمَسَائِلُ الدَّقِيقَةُ مِنْ أَيْنَ لَكَ؟ قَالَ: "مِنْ كُتُبِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ".

(مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه (شمس الدين الذهبي) ص86؛سير أعلام النبلاء-ط الحديث (شمس الدين الذهبي) ج7ص555؛أخبار أبي حنيفة وأصحابه (الصيمري) ص139؛ تاریخ بغداد وذيوله ط العلمية ج2ص174؛ مناقب کردری ج2 ص160؛تهذيب الأسماء واللغات (النووي) ج1ص82؛موسوعة أقوال الإمام أحمد بن حنبل فی رجال الحديث وعلله (محمود محمد خليل) ج3ص253رقم2306)

ترجمہ ابراہیم حربی رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا: یہ مسائلِ دقیقہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہاں سے حاصل کئے؟ تو انہوں نے جواب دیا: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں سے میں نے حاصل کئے ہیں۔

عن أبي عبيد: ما رأيت أعلم بكتاب الله من محمد بن الحسن.

(تهذيب الأسماء واللغات (النووي) ج1 ص81)

ترجمہ: حضرت ابوعبید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا کتاب اللہ کا عالم نہیں دیکھا۔

غرض ناظرین کے سامنے "مشتے نمونہ از خروارے" امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ائمہ کے اقوال پیش کیے ہیں جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فضل وکمال، علم وحفظ، صدق ودیانت، مفسر ومحدث، فقیہ ہونے پر شاہدِ عادل ہیں۔ اگر ایسا شخص ضعیف ہو، تو پھر قیامت نہیں تو اور کیا ہے؟۔ ناظرین ان اقوال سے جلالت شان امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ظاہر ہے۔

(کشف الغمة بسراج الامة: امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور معترضین، صفحہ نمبر 76 تا 81)

كتاب الميزان للإمام عبد الوهاب الشعراني ص220

فصول في بعض الأجوبة عن الإمام أبي حنيفة رضي الله عنه

1 الفصل الأول: في شهادة الأئمة له بغزارة العلم وبيان أن جميع أقواله وأفعاله وعقائده مشيدة بالكتاب

والسنة

اعلم يا أخي! أني لم أجب عن الإمام في هذه الفصول بالصدر وإحسان الظن فقط، كما فعل بعضهم وإنما أجبت عنه بعد التتبع والفحص في كتب الأدلة كما أوضحت ذلك في خطبة كتاب "المنهج المبين في بيان أدلة مذاهب المجتهدين" ومذهبه أول المذاهب تدوينا وآخرها انقراضا كما قاله بعض أهل الكشف قد اختاره الله تعالى إماما لدينه وعباده، ولم تزل أتباعه في زيادة في كل عصر إلى يوم القيامة. لو حبس أحدهم وضرب على أن يخرج عن طريقه ما أجاب فرضي الله عنه وعن أتباعه وعن كل من لزم الأدب معه ومع سائر الأئمة. وكان سيدي علي الخواص رحمه الله تعالى يقول: "لو أنصف المقلدون للإمام مالك والإمام الشافعي رضي الله عنهما لم يضعف أحد منهم قولا من أقوال الإمام أبي حنيفة رضي الله عنه بعد أن سمعوا مدح أئمتهم له أو بلغهم ذلك، فقد تقدم عن الإمام مالك أنه كان يقول: "لو ناظرني أبو حنيفة في أن نصف هذه الأسطوانة ذهب أو فضة لقام بحجته" أو كما قال. وتقدم عن الإمام الشافعي أنه كان يقول: "الناس كلهم في الفقه عيال على أبي حنيفة رضي الله عنه". انتهى. ولو لم يكن من التنويه برفعة مقامه إلا كون الإمام الشافعي ترك القنوت في الصبح لما صلى عند قبره مع أن الإمام الشافعي قائل باستحبابه لكان فيه كفاية في لزوم أدب مقلديه معه كما مر. انتهى.

وأما ما قاله الوليد بن مسلم من قوله: قال لي مالك بن أنس رحمه الله تعالى: 'أيذكر أبو حنيفة في بلادكم؟'. قلت: "نعم". فقال: "ما ينبغي لبلادكم أن تسكن". فقال الحافظ المزني رحمه الله: إن الوليد هذا ضعيف. انتهى. قلت: وبتقدير ثبوت ذلك عن الإمام مالك فهو

مؤول. أى : إن كان الإمام أبو حنيفة فى بلادكم يذكر أى على وجه الانقياد والاتباع له فلا ينبغى لعالم أن يسكنها لاكتفاء بلادكم بعلم أبى حنيفة، واستغناء الناس بسؤاله فى جميع أمور دينهم عن سؤال غيره. فإذا سكن أحد من العلماء فى بلاده صار علمه معطلا عن التعليم فينبغى له الخروج إلى بلاد أخرى تحتاج إليه ليبث علمه فى أهلها. هذا هو اللائق بفهم كلام الإمام مالك رحمه الله تعالى إن ثبت ذلك عنه لبراءة الأئمة عن الشحناء والبغضاء لبعضهم بعضا. ومن حمله على ظاهره فعليه الخروج من ذلك بين يدى الله عز وجل يوم القيامة. فإن مثل الإمام مالك لا يقع فى تنقيص إمام من الأئمة بقرينة ما تقدم عنه من شهادته له بقوة المناظرة وقوة الحجة - والله أعلم -. وأما ما نقله أبو بكر الآجرى عن بعضهم أنه سئل عن مذهب الإمام أبى حنيفة رضى الله عنه. فقال: "لا رأى ولا حديث". وسئل عن الإمام مالك فقال: "رأى ضعيف وحديث صحيح". وسئل عن إسحاق بن راهويه فقال: "حديث ضعيف ورأى ضعيف". وسئل عن الإمام الشافعى فقال: "رأى صحيح وحديث صحيح". انتهى. فهو كلام ظاهره التعصب على الأئمة بإجماع كل منصف إن صح النقل عنه، فإن الحس لا يصدق هذا القائل فيما قاله فى حق الإمام أبى حنيفة. وقد تتبعت بحمد الله أقواله وأقوال أصحابه لما ألفت كتاب "أدلة المذاهب" فلم أجد قولا من أقواله أو أقوال أتباعه إلا وهو مستند إلى آية أو حديث أو أثر أو إلى مفهوم ذلك أو حديث ضعيف كثرت طرقه أو إلى قياس صحيح على أصل صحيح. فمن أراد الوقوف على ذلك فليطالع كتابى المذكور، وبالجملة فقد ثبت تعظيم الأئمة المجتهدين له كما تقدم عن الإمام مالك والإمام الشافعى. فلا

التفات إلى قول غيرهم فى حقه وحق أتباعه. وسمعت سيدى علياً الخواص رحمه الله تعالى يقول مرارا: "يتعين على أتباع الأئمة أن يعظموا كل من مدحه إمامهم، لأن إمام المذهب إذا مدح عالما وجب على جميع أتباعه أن يمدحوه تقليدا لإمامهم، وأن ينزهوه عن القول فى دين الله بالرأى، وأن يبالغوا فى تعظيمه وتبجيله؛ لأن كل مقلد قد أوجب على نفسه أن يقلد امامه فى كل ما قاله سواء أفهم دليله أم لم يفهمه من غير أن يطالبه بدليل، و هذا من جملة ذلك، و قد تقدم فى فصل الانتقال من مذهب إلى مذهب أنه يحرم على المقلد أن يفاضل بين الأئمة تفضيلًا يؤدى إلى التنقيص لأحد منهم مع أن جميع المعترضين على بعض أقوال الإمام رضى الله عنه دونه فى العلم بيقين، ولا ينبغى لمن هو مقلد لإمام أن يعترض على إمام آخر؛ لأن كل واحد تابع أسلوبا إلى أن يصل ذلك إلى عين الشريعة المطهرة التى يتفرع منها قول كل عالم كما مر إيضاحه، و كل من ترك التعصب و نظر فى اقوال المجتهدين وجدها كالنجوم فى السماء. ووجد المعترض عليهم كالذى ينظر خيال تلك النجوم على وجه الماء، فلا يعرف حقيقتها ولا مدركها، فالله تعالى يرزق جميع إخواننا من المقلدين للمذاهب الأدب مع جميع أئمة المذاهب.

و مما وقع لى أن شخصاً دخل على ممن ينسب الى العلم وأنا أكتب فى مناقب الإمام أبى حنيفة رضى الله عنه. فنظر فيها وأخرج لى من كمه كراريس، وقال لى: "انظر فى هذه". فنظرت فيها فرأيت فيها الرد على الإمام أبى حنيفة. فقلت له: "و مثلك يفهم كلام الامام حتى يرد عليه؟". فقال: "إنما أخذت ذلك من مؤلف للفخر الرازى". فقلت له: "إن الفخر الرازى بالنسبة إلى الإمام أبى حنيفة كطالب العلم أو

كآحاد الرعية مع السلطان الأعظم أو كآحاد النجوم مع الشمس، وكما حرم العلماء على الرعية الطعن على إمامهم الأعظم إلا بدليل واضح كالشمس، فكذلك يحرم على المقلدين الاعتراض والطعن على أئمتهم فى الدين إلا بنص واضح لا يحتمل التأويل. ثم بتقدير وجود قول من أقوال الإمام ابى حنيفة لم يعرف المعترض دليله فذلك القول من الاجتهاد بيقين فيجب العمل به على مقلده حتى يظهر خلافه. وكان بعض العلماء من مشايخ الجامع الأزهر ينكر على ابن أبى زيد القيروانى، فقال يوما: "إن بعض الأطفال يقدر على تأليف مثل رسالته". فخرج من الجامع الأزهر فلقيه جندى، فقال: "اقرا لى هذا الكتاب فلم يعرف أن يقرأه للجندى". فمده وضربه إلى أن ألهب قلبه وقال له: "تكبر عمامتك وتوهم الناس أنك فقيه". انتهى. فكان الناس يرون أن ذلك ببركة ابن أبى زيد رحمه الله تعالى، وكان بعض طلبة العلم من الشافعية المترددين ينكر على أصحاب الإمام أبى حنيفة رضى الله عنه ويقول: "لا أقدر أسمع لأصحابه كلاما فنهيته يوما فلم ينته". ففارقنى فوقع من سلم ربع عال فانكسر عظم وركه لم يزل على مقور حتى مات على أسوأ حال. وأرسل إلى أنى أعوده فأبيت أدبا مع أصحاب الإمام رضى الله عنه من حيث كونه يكرههم. فاعلم ذلك واحفظ لسانك مع الأئمة وأتباعهم فإنهم على هدى مستقيم والحمد لله رب العالمين.

2 فصل: فى بيان ضعف قول من نسب الإمام أبا حنيفة إلى أنه يقدم القياس على حديث رسول الله ﷺ

اعلم أن هذا الكلام صدر من متعصب على الإمام متهور فى دينه غير متورع فى مقاله غافلا عن قوله تعالى:

آیت 1:- إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ○ (بنی اسرائیل:36)

ترجمہ: یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہونی ہے۔

وعن قوله تعالى:

آیت 1:- مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ○ (ق:18)

ترجمہ: کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لیے ایک حاضر باش نگران موجود نہ ہو۔

وعن قوله ﷺ: "وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ؟!". وقد روى الإمام أبو جعفر الشيزامارى نسبة إلى قرية من قرى بلخ بسنده المتصل إلى الإمام أبى حنيفة رضى الله عنه أنه كان يقول: "كذب والله! وافترى علينا من يقول عنا: إننا نقدم القياس على النص، وهل يحتاج بعد النص إلى قياس؟". وكان رضى الله عنه يقول: "نحن لا نقيس إلا عند الضرورة الشديدة، وذلك أننا ننظر أولًا فى دليل تلك المسألة من الكتاب والسنة أو أقضية الصحابة، فإن لم نجد دليلا قسنا حينئذ مسكوتا عنه على منطوق به بجامع اتحاد العلة بينهما". وفى رواية أخرى عن الإمام: "إنا نأخذ أولا بالكتاب، ثم بالسنة، ثم بأقضية الصحابة، ونعمل بما يتفقون عليه، فان اختلفوا، قسنا حكماً على حكم بجامع العلة بين المسألتين حتى يتضح المعنى". وفى رواية أخرى: "إنا نعمل أولا بكتاب الله، ثم بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم بأحاديث أبى بكر وعمر وعثمان وعلى رضى الله عنهم". وفى رواية أخرى أنه كان يقول: "ما جاء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فعلى الرأس و العين بأبى هو وأمى، وليس لنا مخالفته. وما جاءنا عن أصحابه تخيرنا، وما جاء عن غيرهم

فهم رجال ونحن رجال". وكان أبو مطيع البلخي يقول: قلت للإمام أبي حنيفة رضى الله عنه: "أرأيت لو رأيت رأيا ورأى أبوبكر رأيا، أكنت تدع رأيك لرأيه؟". قال: "نعم". فقلت له: "أرأيت لو رأيت رأياً ورأى عمر رأيا، أكنت تدع رأيك لرأيه؟". فقال: "نعم، وكذلك كنت أدع رأيي لرأى عثمان وعلى وسائر الصحابة ما عدا أبا هريرة وأنس بن مالك وسمرة بن جندب". انتهى. قال بعضهم: "ولعل ذلك لنقص معرفتهم وعدم اطلاعهم على المدارك والاجتهاد وذلك لا يقدح فى عدالتهم". وكان أبو مطيع: يقول كنت يوما عند الإمام أبي حنيفة فى جامع الكوفة فدخل عليه سفيان الثورى ومقاتل بن حيان وحماد بن سلمة وجعفر الصادق وغيرهم من الفقهاء فكلموا الإمام أبا حنيفة وقالوا: "قد بلغنا أنك تكثر من القياس فى الدين، وإنا نخاف عليك منه فإن أول من قاس إبليس". فناظرهم الإمام من بكرة نهار الجمعة إلى الزوال وعرض عليهم مذهبه. وقال: "إنى أقدم العمل بالكتاب، ثم بالسنة، ثم بأقضية الصحابة، مقدما ما اتفقوا عليه على ما اختلفوا فيه، وحينئذ أقيس". فقاموا كلهم وقبلوا يده و ركبته. و قالوا له: "أنت سيد العلماء، فاعف عنا و فيما مضى منا من وقيعتنا فيك بغير علم". فقال: "غفر الله لنا ولكم أجمعين". قال أبو مطيع: ومما كان وقع فيه سفيان أنه قال: قد حلَّ أبو حنيفة عرى الإسلام عروة عروة، فإياك يا أخى! إن أخذت الكلام على ظاهره أن تنقل مثل ذلك عن سفيان بعد أن سمعت رجوعه عن ذلك، واعترافه بأن الإمام أبا حنيفة سيد العلماء، وطلبه العفو عنه، وإن أولت هذا الكلام فلا يحتاج الأمر إلى رجوع، ويكون المراد بأنه حل عرى الإسلام أى مشكله مسألة بعد مسألة حتى لم يبق فى الإسلام

شيئا مشكلا لغزارة فهمه وعلمه. وما كان كتبه الخليفة أبو جعفر المنصور إلى الإمام أبي حنيفة: "بلغنى أنك تقدم القياس على الحديث". فقال: "ليس الأمر كما بلغك يا أمير المؤمنين! إنما أعمل أولا بكتاب الله، ثم بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم بأقضية أبي بكر وعمر وعثمان وعلى رضى الله عنهم، ثم بأقضية بقية الصحابة« ثم أقيس بعد ذلك إذا اختلفوا وليس بين الله وبين خلقه قرابة". انتهى. ولعل مراد الإمام بهذا القول إنه لا مراعاة لأحد فى دين الله عز وجل دون أحد بل الحق واجب فعله على جميع الخلق والله أعلم بمراده. وقد أطال الإمام أبو جعفر الشيزامارى الكلام فى تبرئة الإمام أبي حنيفة من القياس بغير ضرورة ورد على من نسب الإمام إلى تقديم القياس على النص. وقال: إنما الرواية الصحيحة عن الإمام تقديم الحديث ثم الآثار ثم يقيس بعد ذلك، فلا يقيس إلا بعد أن لم يجد ذلك الحكم فى الكتاب والسنة وأقضية الصحابة، فهذا هو النقل الصحيح عن الإمام فاعتمده واحم سمعك وبصرك. قال: ولا خصوصية للإمام أبي حنيفة فى القياس بشرطه المذكور بل جميع العلماء يقيسون فى مضايق الأحوال إذا لم يجدوا فى المسألة نصّاً من كتاب ولا سنة ولا إجماع ولا أقضية الصحابة، وكذلك لم يزل مقلدوهم يقيسون إلى وقتنا هذا فى كل مسألة لا يجدون فيها نصا من غير نكير فيما بينهم، بل جعلوا القياس أحد الأدلة الأربعة. فقالوا: "الكتاب والسنة والإجماع والقياس". وقد كان الإمام الشافعى رضى الله عنه يقول: "إذا لم نجد فى المسألة دليلا قسناها على غيرها". انتهى. فمن اعترض على الإمام أبي حنيفة فى عمله بالقياس لزمه الاعتراض على الأئمة كلهم لأنهم كلهم يشاركونه فى العمل

بالقیاس عند فقدهم النصوص والإجماع. فعلم من جمیع ما قررناه أن الإمام لا یقیس أبدا مع وجود النص کما یزعمه بعض المتعصبین علیه. وإنما یقیس عند فقد النص، وإن وقع أننا وجدنا للمسألة التی قاس فیها نصا من کتاب أو سنة فلا یقدح ذلك فیه لعدم استحضاره ذلك حال القیاس، ولو أنه استحضره لما احتاج إلی قیاس ثم بتقدیر وقوعه رضی الله عنه فی القیاس مع وجود حدیث فرد. لا یقدح ذلك فیه أیضاً. فقد قال جماعة من العلماء: "إن القیاس الصحیح علی الأصول الصحیحة أقویٰ من خبر الآحاد الصحیح فکیف بخبر الآحاد الضعیف. وقد کان الإمام أبو حنیفة یشترط فی الحدیث المنقول عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قبل العمل به أن یرویه عن ذلك الصحابی جمع أتقیاء عن مثلهم وهکذا واعتقادنا. واعتقاد کل منصف فی الإمام أبی حنیفة رضی الله عنه بقرینة ما رویناه آنفا عنه من ذم الرأی والتبری منه، ومن تقدیمه النص علی القیاس أنه لو عاش حتی دونت أحادیث الشریعة وبعد رحیل الحفاظ فی جمعها من البلاد والثغور وظفر بها لأخذ بها وترك کل قیاس کان قاسه. وکان القیاس قل فی مذهبه کما قل فی مذهب غیره بالنسبة إلیه. لکن لما کانت أدلة الشریعة مفرقة فی عصر مع التابعین وتابع التابعین فی المدائن والقری والثغور کثر القیاس فی مذهبه بالنسبة إلی غیره من الأئمة ضرورة لعدم وجود النص فی تلك المسائل التی قاس فیها بخلاف غیره من الأئمة. فإن الحفاظ کانوا قد رحلوا فی طلب الأحادیث وجمعها فی عصرهم من المدائن والقری ودونوها فجاوبت أحادیث الشریعة بعضها بعضا۔ فهذا کان سبب کثرة القیاس فی مذهبه وقلته فی مذاهب غیره. ویحتمل أن الذی

أضاف إلی الإمام أبی حنیفة أنه یقدم القیاس علی النص ظفر بذلك فی کلام مقلدیه الذین یلزمون العمل بما وجدوه عن إمامهم من القیاس ویترکون الحدیث الذی صح بعد موت الإمام۔ فالإمام معذور وأتباعه غیر معذورین۔ وقولهم: إن إمامنا لم یأخذ بهذا الحدیث لا ینهض حجة لاحتمال أنه لم یظفر به أو ظفر به لکن لم یصح عنده۔ وقد تقدم قول الأئمة کلهم: "إذا صح الحدیث فهو مذهبنا"۔ ولیس لأحد معه قیاس ولا حجة إلا طاعة الله ورسوله بالتسلیم له. انتهی. وهذا الأمر الذی ذکرناه یقع فیه کثیر من الناس فإذا وجدوا عن أصحاب إمام مسألة جعلوها مذهبا لذلك الإمام وهو تهور، فإن مذهب الإمام حقیقة هو ما قاله ولم یرجع عنه إلی أن مات لا ما فهمه أصحابه من کلامه۔ فقد لا یرضی الإمام ذلك الأمر الذی فهموه من کلامه ولا یقول به لو عرضوه علیه، فعلم أن من عزی إلی الإمام کل ما فهم من کلامه فهو جاهل بحقیقة المذهب علی أن غالب أقیسة الإمام أبی حنیفة رضی الله عنه من القیاس الجلی الذی یعرف به موافقة الفرع للأصل بحیث ینتفی افتراقهما أو نقضه کقیاس غیر الفارة من المیتة إذا وقعت فی السمن علی الفارة فی غیر السمن من سائر المائعات والجامدات علیه، وکقیاس الغائط علی البول فی الماء الراکد ونحو ذلك. فعلم مما قررناه أن کل من اعترض علی شیء من أقوال الإمام أبی حنیفة رضی الله عنه کالفخر الرازی فإنما هو لخفاء مدارك الإمام علیه۔ وقد تتبعت أنا بحمد الله تعالی المسائل التی قدم فیها أصحابه القیاس علی النص فوجدتها قلیلة جدا، وبقیة المذهب کله فیه تقدیم النص علی القیاس۔ ونقل الشیخ محیی الدین عن بعض المالکیة أنه کان یقول: "القیاس عندی مقدم علی

خبر الآحاد. لأنا ما أخذنا بذلك الحديث إلا بحسن الظن برواته، وقد أمرنا الشارع بضبط جوارحنا وأن لا نزكي على الله أحدا، وإن وقع أننا زكينا أحدا فلا نقطع بتزكيته، وإنما نقول: نظنه كذا أو نحسبه كذا بخلاف القياس على الأصول الصحيحة". انتهى. قال الإمام أبو جعفر الشيزاماري رحمه الله تعالى: "وقد تتبعت المسائل التي وقع الخلاف فيها بين الإمام أبي حنيفة والإمام مالك رضي الله عنهما فوجدتها يسيرة جدا نحو عشرين مسألة". انتهى. ولعل ذلك بحسب أصول المسائل التي نص عليها الإمامان و كذلك القول في خلاف بعض المذاهب لبعضها بعضاً في الأقيسة هي يسيراً جداً، والباقي كله مستند إلى الكتاب والسنة أو الآثار الصحيحة، وقد أخذ بها الأئمة كلهم. وما انفرد أحدهم عن صاحبه إلا ببعض أحاديث، فكلهم في فلك الشريعة يسبحون كما مر بيانه في الفصول. فالعاقل من أقبل على العمل بأقوال جميع الأئمة بانشراح صدر لأنها كلها لا تخرج عن مرتبتي الميزان تخفيف وتشديد. اللّٰهم! إني أبرأ إليك من كل من اعترض على أقوال الأئمة وأنكر عليهم في الدنيا والآخرة. والحمد لله رب العالمين.

3 فصل: في تضعيف قول من قال: "إن أدلة مذهب الإمام أبي حنيفة ضعيفة غالبا

اعلم يا أخي! أني طالعت بحمد الله تعالى أدلة المذاهب الأربعة وغيرها. لا سيما أدلة مذهب الإمام أبي حنيفة رضي الله عنه، فإني خصصته بمزيد اعتناء وطالعت عليه كتاب تخريج أحاديث كتاب "الهداية" للحافظ الزيلعي وغيره من كتب الشروح. فرأيت أدلته رضي الله عنه وأدلة أصحابه ما بين صحيح أو حسن أو ضعيف كثرت

طرقه حتى لحق بالحسن، أو الصحيح في صحة الاحتجاج به من ثلاثة طرق أو أكثر إلى عشرة. وقد احتج جمهور المحدثين بالحديث الضعيف إذا كثرت طرقه وألحقوه بالصحيح تارة وبالحسن أخرى. وهذا النوع من الضعيف يوجد كثيرا في كتاب: "السنن الكبرى" للبيهقي التي ألفها بقصد الاحتجاج لأقوال الأئمة وأقوال أصحابهم، فإنه إذا لم يجد حديثا صحيحا أو حسنا يستدل به لقول ذلك الإمام أو قول أحد من مقلديه يصير يروي الحديث الضعيف من كذا كذا طريقا، ويكتفي بذلك ويقول: وهذه الطرق يقوي بعضها بعضاً، فبتقدير وجود ضعف في بعض أدلة أقوال الإمام أبي حنيفة وأقوال أصحابه، فلا خصوصية له في ذلك، بل الأئمة كلهم يشاركونه في ذلك. ولا لوم إلا على من يستدل بحديث واه بمرة جاء من طريق واحدة، وهذا لا يكاد أحد يجده في أدلة أحد من المجتهدين، فما منهم أحد استدل بضعيف إلا بشرط مجيئه من عدة طرق. وقد قدمنا أني لم أجب عن الإمام أبي حنيفة وغيره بالصدر وحسن الظن كما يفعل ذلك غيري، وإنما أجيب عنه بعد التتبع والفحص عن أدلة أقواله وأقوال أصحابه و كتابي المسمى "بالمنهج المبين في بيان أدلة مذاهب المجتهدين" كافل بذلك، فإني جمعت فيه أدلة جميع المذاهب المستعملة والمندرسة قبل دخولي في محبة طريق القوم، ووقوفي على عين الشريعة التي يتفرع منها أقوال جميع المجتهدين ومقلديهم، وقد من الله تعالى علي بمطالعة مسانيد الإمام أبي حنيفة الثلاثة من نسخة صحيحة عليها خطوط الحفاظ آخرهم الحافظ الدمياطي. فرأيته لا يروي حديثا إلا عن خيار التابعين العدول الثقات الذين هم من خير القرون بشهادة رسول الله صلى الله عليه وسلم كالأسود وعلقمة وعطاء وعكرمة ومجاهد

ومكحول والحسن البصرى وأضرابهم رضى الله عنهم أجمعين. فكل
الرواة الذين بينه وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم عدول ثقات
أعلام أخيار ليس فيهم كذاب ولا متهم بكذب۔ وناهيك يا أخى!
بعدالة من ارتضاهم الإمام أبو حنيفة رضى الله عنه لأن يأخذ عنهم
أحكام دينه مع شدة تورعه وتحرزه شفقته على الأمة المحمدية۔ وقد
بلغنا أنه سئل يوما عن الأسود وعطاء وعلقمة أيهم أفضل؟ فقال:
"والله! ما نحن بأهل أن نذكرهم فكيف نفاضل بينهم، على أنه ما من
راو من رواة المحدثين والمجتهدين كلهم إلا وهو يقبل الجرح كما
يقبل التعديل لو أضيف إليه ما عدا الصحابة۔ وكذا التابعون عند
بعضهم لعدم العصمة أو الحفظ فى بعضهم، ولكن لما كان العلماء
رضى الله عنهم أمناء على الشريعة وقدموا الجرح أو التعديل عمل به
مع قبول كل الرواة لما وصف به الآخر احتمالا، وإنما قدم جمهورهم
التعديل على الجرح۔ وقالوا: "الأصل العدالة، والجرح طارئ لئلا
يذهب غالب أحاديث الشريعة كما قالوا أيضا: "إن إحسان الظن
بجميع الرواة المستورين أولى، وكما قالوا: "إن مجرد الكلام فى شخص لا
يسقط مرويه، فلا بد من الفحص عن حاله، وقد خرج الشيخان لخلق
كثير من تكلم الناس فيهم، إيثارا لإثبات الأدلة الشرعية على
نفيها ليحوز الناس فضل العمل بها، فكان فى ذلك فضل كثير للأمة
أفضل من تجريحهم، كما أن فى تضعيفهم للأحاديث أيضا رحمة
للأمة بتخفيف الأمر بالعمل بها، وإن لم يقصد الحفاظ ذلك فإنهم
لولم يضعفوا شيئا من الأحاديث وصححوها كلها لكان العمل بها
واجباً، وعجز عن ذلك غالب الناس فاعلم ذلك. قال الحافظ المزنى
والحافظ الزيلعى رحمهما الله تعالى: "ومن خرج لهم الشيخان مع كلام

الناس فيهم جعفر بن سليمان الضبعى والحارث بن عبيد وأيمن بن
ثابل الحبشى وخالد بن مخلد القسواطينى وسويد بن سعيد الحدثانى
ويونس بن أبى إسحاق السبيعى وأبى أويس، لكن للشيخين شروط فى
الرواية عمن تكلم الناس فيه، منها: "أنهم لا يروون عنه إلا ما توبع
عليه وظهرت شواهده وعلموا أن له أصلا، فلا يروون عنه ما انفرد به
أو خالفه فيه الثقات. وذلك كحديث أبى أويس الذى رواه مسلم فى
"صحيحه" مرفوعا يقول الله عز وجل: "قسمت الصلاة بينى وبين عبدى
نصفين..." الحديث، مع أنه لم يتفرد به بل رواه غيره من الثقات،
كذلك منهم الإمام مالك وشعبة وابن عيينة رضى الله عنهم وصار
حديثه متابعة۔ قال الحافظ الزيلعى والدمياطى: "وهذه العلة قد
راجت على كثير من الحفاظ لا سيما من استدرك على الصحيحين
كأبى عبد الله الحاكم فكثيرا ما يقول: وهذا حديث صحيح على شرط
الشيخين أو أحدهما مع أن فيه هذه العلة، إذ ليس كل حديث احتج
برواية فى الصحيح يكون صحيحا، إذ لا يلزم من كون راويه محتجا به فى
الصحيح أن يكون كل حديث وجدناه له يكون صحيحا على شرط
صاحب ذلك الصحيح لاحتمال فقد شرط من شروط ذلك الحافظ كما
قدمناه، فإن أحدا غير أصحاب ذلك الصحيح لم يلتزم هذه الشروط
فى الصحيح عنده۔ انتهى. فقد بان لك أنه ليس لنا ترك حديث كل من
تكلم الناس فيه بمجرد الكلام فربما يكون قد توبع عليه وظهرت
شواهده، وكان له أصل، وإنما لنا ترك ما انفرد به، وخالف فيه
الثقات، ولم يظهر له شواهد ولو أننا فتحنا باب الترك لحديث كل
راو تكلم بعض الناس فيه بمجرد الكلام لذهب معظم أحكام
الشريعة كما مَرَّ۔ وإذا أدى الأمر إلى مثل ذلك فالواجب على جميع

أتباع المجتهدين إحسان الظن برواة جميع أدلة المذاهب المخالفة
لمذاهبهم. فإن جميع ما رووه لم يخرج عن مرتبتى الشريعة اللتين
هما التخفيف والتشديد، وقد قال الشيخ تاج الدين السبكى فى
"الطبقات الكبرىٰ" ما نصه: "ينبغى لك أيها المسترشد! أن تسلك
سبيل الأدب مع جميع الأئمة الماضين، وأن لا تنظر إلى كلام بعض
الناس فيهم إلا ببرهان واضح. ثم إن قدرت على التأويل وتحسين
الظن بحسب قدرتك فافعل وإلا فاضرب صفحا عما ترى بينهم، فإنك
يا أخى! لم تخلق لمثل هذا، وإنما خلقت للاشتغال بما يعنيك من أمر
دينك". قال: "ولا يزال الطالب عندى نبيلا حتى يخوض فيما جرى
بين الأئمة فتلحقه الكآبة وظلمة الوجه، فإياك ثم إياك أن تصغى لما
وقع بين أبى حنيفة وسفيان الثورى، أو بين مالك وابن أبى ذئب، أو
بين أحمد بن صالح والشعبى، أو بين أحمد بن حنبل والحارث
المحاسبى، و هلم جراً الى زمان الشيخ عز الدين بن عبد السلام،
والشيخ تقى الدين بن الصلاح، فإنك إن فعلت ذلك خفت عليك
الهلاك، فإن القوم أئمة أعلام، ولأقوالهم محامل ربما لم يفهمها
غيرهم. فليس لنا إلا الترضى عنهم والسكوت عما جرى بينهم،
كما نسكت عما جرى بين الصحابة رضى الله عنهم أجمعين. قال: و
كان الشيخ عز الدين بن عبد السلام يقول: اذا بلغك أن أحداً من
الأئمة شدد النكير على أحد من أقرانه، فإنما ذلك خوفا على أحد أن
يفهم من كلامه خلاف مراده لا سيما علم العقائد، فإن الكلام فى
ذلك أشد، وقد اختفى أحمد بن حنبل فى دار اسماعيل بن اسحاق
السراج و كان الحارث ينام عنده هو أصحابه، فلما صلوا العشاء
تذاكروا فى الطريق و بكوا، فبكى أحمد معهم. فلما أصبح قال: "ما

رأيت مثل هؤلاء القوم، و لا سمعت فى علوم الحقائق شيئا يشبه
كلام هذا الرجل، و مع هذا فلا أرى لك يا إسماعيل! صحبتهم خوفا
عليك أن تفهم عنهم غير مرادهم". انتهى كلام ابن السبكى. فعلم
أن كل دليل ورد مناقضا لدليل آخر فليس هو بمناقض حقيقة، وإنما
هو محمول على حالين من وجوب و ندب أو تحريم و كراهة أو أحد
الحديثين منسوخ لا بُد من ذلك. اذ التناقض فى كلام الشارع ممنوع
كما مر. و من قال: ان حديث: "من مس ذكره فليتوضأ" يناقض
حديث: "هل هو إلا بضعة منك" فما حقق النظر لأن حديث النقض
بمس الفرج خاص بأكابر المؤمنين، وحديث: "هل هو إلا بضعة منك"
خاص بالعوام كما سيأتى بسطه فى توجيه كلام الأئمة إن شاء الله
تعالى، فإن قيل: إذا قلتم بأن أدلة مذهب الإمام أبى حنيفة رضى الله
عنه ليس فيها شىء ضعيف لسلامة الرواة بينه وبين رسول الله صلى
الله عليه وسلم من الصحابة والتابعين من الجرح، فما جوابكم عن
قول بعض الحفاظ عن شىء من أدلة الإمام أبى حنيفة بأنه ضعيف؟
فالجواب: يجب علينا حمل ذلك جزما على الرواة الحديث من طريق
غير طريق الإمام، إذ كل حديث وجدناه فى مسانيد الإمام الثلاثة
فهو صحيح لأنه لولا صح عنده ما استدل به، ولا يقدح فيه وجود
كذاب أو متهم بكذب مثلا فى سنده النازل عن الإمام. و كفانا صحة
لحديث استدلال مجتهد به، ثم يجب علينا العمل به، ولو لم يروه
غيره. فتأمل هذه الدقيقة التى نبهتك عليها. فلعلك لا تجدها فى
كلام أحد من المحدثين، وإياك أن تبادر الى تضعيف شئ من أدلة
مذهب الامام أبى حنيفة إلا بعد أن تطالع مسانيده الثلاثة، ولم تجد
ذلك الحديث فيها، ويحتمل أن يكون مراد القائل فى شئ من أدلة

مذهب الامام أنه ضعيف أدلة مذهب أصحابه الذى ولدوه بعده وفهموه من كلامه لجهل هذا بحقيقة المذهب، إذ مذهب الإمام حقيقة هو ما قاله ولم يرجع عنه إلى أن مات، لا ما فهم من كلامه كما مر أوائل الفصل۔ و هذا الجهل يقع فيه كثير من طلبة العلم فضلا عن غيرهم ۔ فيقولون عن مذهب أصحاب الإمام أنه مذهب له مع أن ذلك الإمام ليس له فى تلك المسألة كلام۔ وقد عدوا مثل ذلك من قلة الورع فى المنطق و سوء التصريف۔ و قالوا: من بركة العلم وقوة المعرفة به عزو كل قول إلى قائله على التعيين لينظر العلماء فيه ويكونوا على ثقة فى عزوه إليه بخلاف نحو قولهم: "قال بعض العلماء كذا فإنه عزو ناقص، وثم من العلماء من جعل الله تعالى على كلامه القبول، ومنهم من لم يجعل عليه قبولا فيطعن فيه الناس۔ وها أنا قد أبنت لك عن صحة أدلة مذهب الإمام الأعظم أبى حنيفة رضى الله عنه، وإن جميع ما استدل به لمذهبه أخذه عن خيار التابعين وأنه لا يتصور فى سنده شخص منهم بكذب أبدا۔ وإن قيل بضعف شىء من أدلة مذهبه۔ فذلك الضعف إنما هو بالنظر للرواة النازلين عن سنده بعد موته، وذلك لا يقدح فيما أخذ به الإمام عند كل من استصحب النظر فى الرواة وهو صاعد إلى النبى صلى الله عليه وسلم۔ و كذلك نقول فى أدلة مذهب أصحابه فلم يستدل أحد منهم بحديث ضعيف فرد لم يأت إلا من طريق واحدة أبدا كما تتبعنا ذلك إنما يستدل أحدهم بحديث صحيح أو حسن أو ضعيف قد كثرت طرقه حتى ارتفع لدرجة الحسن. وذلك أمر لا يختص بأصحاب الإمام أبى حنيفة بل يشاركهم فيه جميع المذاهب كلها كما مر إيضاحه۔ فاترك يا أخى! التعصب على الإمام أبى حنيفة وأصحابه رضى الله عنهم

أجمعين۔ وإياك وتقليد الجاهلين بأحواله وما كان عليه من الورع والزهد والاحتياط فى الدين۔ فتقول: إن أدلته ضعيفة بالتقليد، فتحشر مع الخاسرين وتتبع أدلته كما تتبعناها تعرف أن مذهبه رضى الله عنه من أصح المذاهب كبقية مذاهب المجتهدين رضى الله عنهم أجمعين. وإن شئت أن يظهر لك صحة مذهبه كالشمس فى الظهيرة ليس دونها سحاب۔ فاسلك طريق أهل الله تعالى على الإخلاص فى العلم والعمل حتى تقف على عين الشريعة التى قدمنا ذكرها فى أوائل الكتاب۔ فهناك ترى جميع مذاهب العلماء وأتباعهم تتفرع منها، وليس مذهب أولى بها من مذهب، ولا ترى من أقوال المذاهب قولا واحدا خارجا عن الشريعة۔ فرحم الله تعالى من لزم الأدب مع الأئمة كلهم وأتباعهم فإن الله تعالى جعلهم قدوة للعباد فى سائر أقطار الأرض، فإنها كلها هدى من الله تعالى ونور وطريق إلى دخول الجنة، وعن قريب يقدم عليهم فى الآخرة من لزم الأدب معهم وينظر ما يحصل له من الفرح والسرور حين يأخذون بيده ويشفعون فيه ضد ما يحصل لمن أساء معهم الأدب۔ والحمد لله رب العالمين.

4 فصل: فى بيان ضعف قول من قال: "إن مذهب الإمام أبى حنيفة أقل المذاهب احتياطا فى الدين"

اعلم يا أخى! أن هذا قول متعصب على الإمام رضى الله عنه، وليس عند صاحبه ذوق فى العلم، فإنى بحمد الله تتبعت مذهبه فوجدته فى غاية الاحتياط والورع لأن الكلام صفة المتكلم، وقد أجمع السلف والخلف على كثرة ورع الإمام و كثرة احتياطاته فى الدين وخوفه من الله تعالى، فلا ينشأ عنه من الأقوال إلا ما كان على شاكلة حاله على

أنه ما من إمام إلا وقد شدد فى شىء وترك التشديد فى شىء آخر توسعة للأمة، كما يعرف ذلك من سير مذاهبهم كلها مثلما سبرناها، فبتقدير وجود قلة الاحتياط فى شىء من مذهب الإمام أبى حنيفة رضى الله عنه فلا خصوصية له فى ذلك۔ فامتحن يا أخى! ما قلته لك فى جميع أبواب الفقه من باب الطهارة إلى آخر الأبواب تعرف صدق قولى لا سيما فى الأموال والأبضاع، فإنه إن احتاط إمام للمشترى قل احتياطه للبائع، وإن احتاط إمام لوقوع الطلاق من الزوج قل احتياطه لمن يتزوجها بعده، وبالعكس فقد لا يكون الطلاق وقع بذلك اللفظ الذى قاله الحالف۔ وقس على ذلك سائر مسائل الخلاف. ثم إن ما سماه هذا المعترض قلة احتياط من الإمام أبى حنيفة رضى الله عنه ليس هو بقلة احتياط، وإنما هو تيسير وتسهيل على الأمة تبعا لما بلغه عن الشارع صلى الله عليه وسلم فإنه كان يقول: "يسروا ولا تعسروا" يعنى فى كل شىء لم تصرح به شريعتى وإلا فكل شىء صرحت به الشريعة ليس فيه تضييق ولا مشقة على أحد أبدا۔ فرجع الأمر فى مثل ذلك إلى مرتبتى الميزان تخفيف وتشديد تبعا لما ورد عن الشارع سواء۔ وقد كان طلحة بن مصرف وولده وسفيان الثورى وغيرهم يكرهون لفظ الاختلاف بين العلماء ويقولون: "لا تقولوا اختلاف العلماء، وقولوا: توسعة العلماء، وقد قال تعالى: أَنْ أَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ" (الشورىٰ: 13) انتهى.

فيجب على كل مقلد أن لا يعترض على قول مجتهد خفف أو شدد، فإنه ما خرج عن قواعد الدين، ولا عن مرتبتى الميزان السابقة الجامعة لجميع أقوال المجتهدين وأتباعهم، وكذلك يجب عليه الاعتقاد الجازم بأن ذلك الإمام الذى خفف أو شدد على هدى من ربه فى ذلك

حتى يمن الله تعالى عليه بالوقوف على عين الشريعة المطهرة التى يتفرع منها كل قول من أقوال علماء الشريعة۔ وقد أجمع أهل الكشف على أن الدائر مع رفع الحرج عن الأمة أولى من الدائر مع الحرج عليهم، لأن رفع الحرج هو الحال الذى ينتهى أمر الخلائق إليه فى الجنة فيتبوؤن منها حيث شاءوا لا تحجير فيها على أحد عكس الحال فى الدنيا۔ والحمد لله رب العالمين.

فصل: فى بيان ذكر بعض من أطنب فى الثناء على الإمام أبى حنيفة من بين الأئمة على الخصوص وبيان توسعته على الأمة وسعة علمه وكثرة ورعه وعبادته وعفته وغير ذلك

5

روى الإمام أبو جعفر الشيزامارى عن شقيق البلخى أنه كان يقول: كان الإمام أبو حنيفة من أورع الناس، وأعلم الناس، وأعبد الناس، وأكثرهم احتياطا فى الدين، وأبعدهم عن القول بالرأى فى دين الله عز وجل، وكان لا يضع مسألة فى العلم حتى يجمع أصحابه عليها ويعقد عليها مجلسا، فإذا اتفق أصحابه كلهم على موافقتها للشريعة قال لأبى يوسف أو غيره: ضعها فى الباب الفلانى"۔ انتهى. وقد مر ذلك فى الفصول السابقة فانظر يا أخى شدة ورع هذا الإمام وخوفه من الله أن يزيد فى شرعه ما لم تقبله شريعة نبيه صلى الله عليه وسلم۔ وروى أيضاً بسنده إلى إبراهيم بن عكرمة المخزومى رحمه الله تعالى أنه كان يقول: ما رأيت فى عصرى كله عالما أورع ولا أزهد ولا أعبد ولا أعلم من الإمام أبى حنيفة رضى الله عنه. وروى الشيزامارى أيضا عن عبد الله بن المبارك قال: دخلت الكوفة فسألت علماءها وقلت: "من أعلم الناس فى بلادكم هذه؟"۔ فقالوا كلهم: "الإمام أبو حنيفة"۔

فقلت لهم: "من أورع الناس؟". فقالوا كلهم: "الإمام أبو حنيفة". فقلت لهم: "من أزهد الناس؟". فقالوا كلهم: "الإمام أبو حنيفة". فقلت لهم: "من أعبد الناس وأكثرهم اشتغالا للعلم؟". فقالوا كلهم: "الإمام أبو حنيفة". فما سألتهم عن خلق من الأخلاق الحسنة إلا وقالوا كلهم: "لا نعلم أحداً تخلق بذلك غير الإمام أبي حنيفة رضى الله عنه". وكان شقيق البلخي يمدح أبا حنيفة ويثنى عليه كثيرا ويقول على رؤوس الأشهاد فى الملأ العظيم: "من مثل الإمام أبي حنيفة فى الورع! كان إذا اشترى أحد منه ثوبا وخلط ثمنه على الغلة، ثم رده عليه يعطى صاحب الثوب جميع الغلة التى عنده". ويقول: "قد اختلطت دراهمك بدراهمى فخذها كلها، وسامحتك يا أخى! دنيا وأخرىٰ. وهذا ورع لم يبلغنا وقوعه من غيره رضى الله عنه". وروى أبو جعفر الشيزامارى أيضا: أن الإمام أبا حنيفة وكّل وكيلا فى بيع ثياب من خز وكان فيها ثوب معيب. فقال للوكيل: "لا تبع هذا الثوب حتى تبين عيبه". فباعه ونسى أن يبين عيبه وخلط ثمنه على ثمن بقية الثياب، فلما أخبره الوكيل بذلك تصدق بثمن الثياب كلها على الفقراء والمساكين ومحاويج أهل الذمة. قال: وروينا عن شقيق البلخي أن الإمام أبا حنيفة رضى الله عنه كان لا يجلس فى ظل جدار غريمه، ويقول: "إن لى عنده قرضا وكل قرض جر نفعا فهو ربا وجلوسى فى ظل جداره انتفاع لى بظل جداره.

ومن دقيق ورعه رضى الله عنه أن أبا جعفر المنصور الخليفة لما منع الإمام أن يفتى سألته ابنته فى الليل عن الدم الخارج من لحم الأسنان هل ينقض الوضوء. فقال لها: "سلى عمك حمادا عن ذلك بكرة النهار فإن إمامى منعنى الفتيا ولم أكن ممن يخون إمامه

بالغيب". انتهى. فانظر يا أخى! إلى شدة مراقبته لله عز وجل. وكان هذا المنع للإمام رضى الله عنه قبل اجتماعه به ومعرفته بمقام الإمام فى العلم. وروى أبو نعيم وغيره عن الإمام أبي حنيفة رضى الله عنه أنه صلى الصبح بوضوء العشاء أكثر من خمسين سنة. ولم يكن يضع جنبه إلى الأرض فى الليل أبدا. وإنما كان ينام لحظة بعد صلاة الظهر وهو جالس. ويقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "استعينوا على قيام الليل بالقيلولة"، يعنى النوم بعد الظهر. وروى الثقات عنه أنه رضى الله عنه ضرب وحبس ليَلِى القضاء فصبر على ذلك ولم يل. وكان سبب إكراهه على القضاء أنه لما مات القاضى الذى كان فى عصره فتش الخليفة فى بلاده عن أحد يكون مكان القاضى الذى مات. فلم يجدوا أحدا يصلح لذلك غير الإمام لكثرة علمه وورعه وعفته وخوفه من الله تعالى. وقيل: إنه مات فى السجن وبلغ الإمام أبا حنيفة أنهم قالوا للخليفة: "قد فتشنا العلماء فما وجدنا أحدا أفقه ولا أورع من الإمام أبي حنيفة، ويليه سفيان الثورى وصلة بن أشيم وشريك". فقال الإمام أبو حنيفة: "أنا أخمن لكم تخمينا، أما أنا فأضرب وأحبس ولا ألى". وأما سفيان فيهرب وأما صلة بن أشيم فيتحامق ويتخلص. وأما شريك فيقع فكان الأمر كما قال الإمام. فإن سفيان لبس ثياب الفتيان وأخذ بيده عصا وخرج إلى بلاد اليمن، فلم يعرفه أحد حين خرج. وأما شريك فتولى وأما صلة فدخل على الخليفة وقال له: "كم عندك من الحمير والبراذين وإيش طبخت اليوم". فقال الخليفة: "أخرجوه عنى هذا مجنون". قال الشيزامارى: وبلغنا عن الإمام أبي حنيفة وسفيان وصلة أنهم هجروا شريكا حتى ماتوا. وقالوا: "كان يمكنه عمل الحيلة ويتخلص من هذه الورطة فلم

يفعل رضى الله عنهم أجمعين".

وأما توسعة الإمام رضى الله عنه على الأمة فكثيرة لمن تتبع أقواله وسيأتى غالبها فى توجيه أقوال الأئمة إن شاء الله تعالى، فمن ذلك قوله رضى الله عنه بصحة الطهارة من ماء الحمامات المسخنة بالسرجين وعظام الميتة، فإنه فى غاية التوسعة على الأمة عكس من قال بمنع الطهارة من ذلك الماء. ومنع أكل الخبز المخبوز بالنجاسة؛ وإن كان كل من المذهبين يرجع إلى مرتبتى الميزان من تخفيف وتشديد.

ومن ذلك قوله رضى الله عنه بطهارة الفخار الذى خلط بالنجاسة.

وقوله: إن النار تطهر ذلك، فإن ذلك فى غاية التوسعة على الأمة، فلولا هذا القول ما كان يجوز لنا استعمال شىء من الأزيار والأباريق والشقف والزبادى والقلل والكيزان والطواجن والخوابى ورماد النجاسة الذى يبنى به. وقد بلغنا أن جميع ما ذكر لا بد من خلطه بالسرجين ليتم تماسكه، بل رأينا ذلك وشاهدناه من صانع الفخار والشقف، ولولا تقليد الناس للإمام أبى حنيفة رضى الله عنه فى قوله: يحل استعمال الفخار المذكور لتكدر عيش الناس وضاعت مصالحهم. وقد استنبطت لقوله رضى الله عنه فى ذلك دليلا، وهو ما ورد من تطهير عصاة المسلمين بالنار، ثم بعد ذلك يدخلون الجنة لأن من شأن الجنة أن مطهرة من الذنوب المعنوية فكذلك تكون مطهرة من الأمور الحسوسة كالسرجين الذى يعجن به الفخار.

فإن قلت: "فما تقولون فيما كان نجسا من أصل خلقته كعظام الخنزير وبقية أجزائه إذا أحرقت عند من يقول بنجاسته من أصل الخلقة ذاتاً وصفة؟". فالجواب: مثل ذلك لا ينبغى إضافته إلى الإمام أبى حنيفة لأنه نظير أجسام الكفار فلا يطهره إحراقه بالنار كما سيأتى

بسطه فى توجيه أقوال العلماء إن شاء الله تعالى. فعلم أنه يجب على كل مكلف أن يشكر الله تعالى على إيجاده مثل الإمام أبى حنيفة رضى الله عنه فى الدنيا ليوسع على الناس تبعا لتيسير الله تعالى ورسوله صلى الله عليه وسلم وجميع ما سكت الشرع عنه ولم يتعرض فيه لأمر ولا نهى فهو عافية وتوسعة على الأمة، فليس لأحد أن يحجره عليهم. ثم إن وقع من عالم تحجيره فى مثل ذلك كان على سبيل التنزه والتورع، كما نهى النبى صلى الله عليه وسلم أهل بيته عن لبس الحرير مع قوله صلى الله عليه وسلم بحله للإناث دون الرجال.

والعلماء أمناء الشارع على شريعته من بعده فلا اعتراض عليهم فيما بينوه للخلق واستنبطوه من الشريعة، لا سيما الإمام أبو حنيفة رضى الله عنه. فلا ينبغى لأحد الاعتراض عليه لكونه من أجل الأئمة وأقدمهم تدوينا للمذهب وأقربهم سندا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ومشاهدا لفعل أكابر التابعين من الأئمة رضى الله عنهم أجمعين وكيف يليق بأمثالنا الاعتراض على إمام عظيم أجمع الناس على جلالته وعلمه وورعه وزهده وعفته وعبادته وكثرة مراقبته لله عز وجل وخوفه منه طول عمره، ما هذا والله! إلا عمى فى البصيرة، لأن جميع ما وسع به علينا إما هو من توسعة الشارع ثم بتقدير عدم تصريح الشريعة بذلك فهو من باب اجتهاده ونور قلبه، وإمام عظيم يوسع علينا باجتهاده مع شدة ورعه واحتياطه فى دينه وشدة احتياجنا إلى ما وسع به علينا كيف يسوغ لمسلم عاقل أن يفترض عليه مع شدة احتياجه هو إلى ما وسع به الإمام عليه ليلا ونهارا. فاعلم ذلك وتأمله فإنه نفيس، وإياك أن تخوض مع الخائضين فى أعراض الأئمة بغير علم فتخسر فى الدنيا والآخرة، فإن

الإمام رضی الله عنه كان متقیدا بالكتاب والسنة، متبرئا من الرأی كما قدمناه لك فی عدة مواضع من هذا الكتاب، ومن فتش مذهبه رضی الله عنه وجده من أكثر المذاهب احتیاطا فی الدین، ومن قال غیر ذلك فهو من جملة الجاهلین المتعصبین المنكرین علی أئمة الهدی بفهمه السقیم، وحاشا ذلك الإمام الأعظم من مثل ذلك حاشاه، بل هو إمام عظیم متبع إلی انقراض المذاهب كلها كما أخبرنی به بعض أهل الكشف الصحیح وأتباعه لن یزالوا فی ازدیاد كلما تقارب الزمان، وفی مزید اعتقاد فی أقواله وأقوال أتباعه، وقد قدمنا قول إمامنا الشافعی رضی الله عنه: "الناس كلهم عیال فی الفقه علی أبی حنیفة رضی الله عنه". وقد ضرب بعض أتباعه وحبس لیقلد غیره من الأئمة، فلم یفعل، وما ذلك والله! سدی ولا عبرة بكلام بعض المتعصبین فی حق الامام ولا بقولهم أنه من جملة أهل الرأی، بل كلام من یطعن فی هذا الإمام عند المحققین یشبه المذیانات، ولو أن هذا الذی طعن فی الامام كان له قدم فی معرفة منازع المجتهدین و دقة استنباطاتهم لقدم الامام أباحنیفة فی ذلك علی غالب المجتهدین لخفاء مدركه رضی الله عنه.

واعلم یا أخی! أننی ما بسطت لك الكلام علی مناقب الإمام أبی حنیفة أكثر من غیره إلا رحمة بالمتهورین فی دینهم من بعض طلبة المذاهب المخالفة له، فإنهم ربما وقعوا فی تضعیف شیء من أقواله لخفاء مدركه علیهم بخلاف غیره من الأئمة، فإن وجوه استنباطاتهم من الكتاب والسنة ظاهرة لغالب طلبة العلم الذین لهم قدم فی الفهم ومعرفة المدارك، وإذا بان لك تبری الأئمة كلهم من الرأی فاعمل بكل ما تجده من كلام الأئمة بأنشراح صدر ولو لم تعرف

مدركه، فإنه لا یخرج عن إحدی مرتبتی المیزان ولا یخلو أن تكون أنت من أهل مرتبة منهما، وإیاك والتوقف عن العمل بكلام أحد من الأئمة المجتهدین رضی الله عنهم، فإنهم ما وضعوا قولا من أقوالهم إلا بعد المبالغة فی الاحتیاط لأنفسهم وللأمة، ولا تفرق بین أئمة المذاهب بالجهل والتعصب فإن من فرق بین الأئمة فكأنه فرق بین الرسل كما مر بیانه فی الفصول قبله. وإن تفاوت المقام فإن العلماء ورثة الرسل وعلی مدرجتهم سلكوا فی مذاهبهم. وكل من اتسع نظره وأشرف علی عین الشریعة الأولی وعرف منازع أقوال الأئمة ورآهم كلهم یغترفون أقوالهم من عین الشریعة لم یبق عنده توقف فی العمل بقول إمام منهم كائنا من كان بشرطه السابق فی المیزان۔ وقد تحققنا بذلك ولله الحمد۔ فلیس عندی توقف فی العمل برخصة قال بها إمام إذا حصل شرطها أبدا، ومن لم یصل إلی هذا المقام من طریق الكشف وجب علیه اعتقاد ذلك فی الأئمة من طریق الإیمان والتسلیم ومن فهم ما ذكرناه من هذا البیان العظیم لم یبق له عذر فی التخلف عن اعتقاده أن سائر أئمة المسلمین علی هدی من ربهم أبدا۔ ویقال لكل من توقف عن ذلك الاعتقاد: "أن هؤلاء الأئمة الذین توقفت عن العمل بكلامهم كانوا أعلم منك وأورع بیقین فی جمیع ما دونوه فی كتبهم لأتباعهم۔ وإن ادعیت أنك أعلم منهم نسبك الناس إلی الجنون أو الكذب جدا وعنادا۔ وقد أفتی علماء سلفك بتلك الأقوال التی تراها أنت ضعیفة، ودانوا الله تعالی بها حتی ماتوا فلا یقدح فی علمهم وورعهم جاهل مثلك بمنازعهم وخفاء مداركهم، ومعلوم بل مشاهد أن كل عالم لا یضع فی مؤلفه عادة إلا ما تعب فی تحریره، ووزنه بمیزان الأدلة

وقواعد الشريعة، وحرره تحرير الذهب والجوهر. فإياك أن تنقبض نفسك من العمل بقول من أقوالهم إذا لم تعرف منزعه، فإنك عامّي بالنسبة إليهم، والعامي ليس من مرتبته الإنكار على العلماء، لأنه جاهل، بل اعمل يا أخي! بجميع أقوال العلماء ولو مرجوحة أو رخصة بشرطها المعروف بين العلماء، وشاكل بعضك بعضا، وفتش نفسك فرعا رأيتها تقع في الكبائر من غل وحسد وكبر ومكر واستهزاء بالناس وغيبة فيهم، وأكل حرام فضلا عن الشبهات وغير ذلك من الكبائر فضلا عن الصغائر والمكروهات، ومن يقع في مثل ذلك فأين دعواه الورع وصدقه فيه حتى يتورع عن العمل بقول مجتهد لا يعرف دليله، ما هذا والله! إلا جهل أو حمية الجاهلية كيف يقع فيما عرف دليل تحريمه من الكتاب والسنة وإجماع الأمة ويتورع عما يراه من كلام أئمة الهدى. فليتنا يا أخي! نراك تتكدر من وقوعك في هذه الكبائر كما نراك تتكدر من تقليد غير إمامك، أو ممن أمرك بالانتقال من مذهبك إلى غيره. ويا ليت! ذنوبك كلها مثل ذنوب انتقالك من مذهب إلى مذهب، أو مثل عملك بقول إمام لم تعرف دليله، أو عمل بقول ضعيف فاعتقادك يا أخي! الصحة في كلام أئمة الهدى واجب عليك ما دمت لم ينكشف لك الحجاب، ولم تقف على عين الشريعة الأولى التي يتفرع منها قول كل عالم كما تقدم بيانه في فصل الأمثلة المحسوسة، وكل من نظر بعين الإنصاف وصحة الاعتقاد وجد جميع مذاهب الأئمة كأنها نسجت من الكتاب والسنة سداها ولحمتها منهما. والحمد لله رب العالمين.

باب 21

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اہلِ حدیث علماء کی نظر میں

1 غیر مقلدین کی ہفوات

ایک طرف ائمہ جرح و تعدیل ہیں جنہوں نے صرف امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فضائل و مناقب کو ذکر کیا ہے اور جرح سے بالکل گریز کیا ہے، اسی کے ساتھ علم و فضل

کے آفتاب و ماہتاب اور علمِ حدیث فقہ وفتاویٰ کے درخشندہ ستارے ہیں، جنہوں نے امام صاحب ؒ کے فضائل کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے اور آپ ؒ کو علمِ حدیث کا امام اعظم ؒ اور ورع وتقویٰ کا نیرِ تاباں قرار دیا ہے، آپ ؒ کے فضائل کو ذکر کرتے ہوئے آپ ؒ کو آسمانِ رشد وہدایت کا دمکتا ستارہ تسلیم کیا ہے تو دوسری طرف غیر مقلدین کی ایک جماعت ہے جنہوں نے امام صاحب ؒ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اسی دریدہ ذہنی کا انہیں وظیفہ ملتا ہے، امام صاحب ؒ کی شان میں اس طرح کی حرکتیں اور ایسے گندے الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے کہ عام انسان کے لیے بھی ان الفاظ کا استعمال روا نہیں ہے، چہ جائے کہ اس عظیم انسان کی شان میں کہی جائے جس کے احسان سے امت کا بہت بڑا طبقہ گراں بار ہے۔ بعض اساتذہ سے سنا کہ بعض اداروں میں بعض غیر مقلدین طلبہ امام ؒ کا نام لکھ اسے جوتے سے مارتے تھے اور بعض طلبہ امام صاحب ؒ کا نام لکھ کر اسے گندے نالے میں ڈال دیتے تھے۔ بعض غیر مقلدین طلبہ بے ادبی کی ساری حدیں پار کرتے ہوئے ہدایہ جیسی فقہ کی اہم کتاب پر، جس پر صاحب ہدایہ نے دلیلِ عقلی کے ساتھ ساتھ دلیلِ نقلی کا بھی حد درجہ اہتمام کیا ہے اور قرآن وحدیث سے یہ کتاب پوری طرح مبرہن ہے، اس کتاب کو کھول کر اس پر بیٹھ جایا کرتے تھے، اس طرح کی دریدہ ذہنی اور غیر شائستہ حرکتوں سے ان کی کتابیں بھری پڑی ہیں، میں ان کو نقل نہیں کرسکتا ہوں، یہ وہ حرکتیں ہیں جو ایک عام انسان کے حق میں بھی کسی طرح جائز نہیں ہیں۔ بعض روایتوں میں آتا ہے:

اُذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ، وَكُفُّوا عَنْ مَسَاوِئِهِمْ۔

(ابوداود رقم 4900؛ ترمذی رقم 1019؛ ابن حبان رقم 3020؛ معجم الصغیر طبرانی رقم 461؛ معجم کبیر طبرانی رقم 13599؛ معجم اوسط طبرانی رقم 3601؛ مستدرک حاکم رقم 1421؛ الآداب بیہقی رقم 282؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 7189؛ شعب الایمان رقم 6680؛ مشکوۃ رقم 1678)

ترجمہ: اپنے وفات شدہ لوگوں کے محاسن کو یاد کیا کرو، اور اُن کی برائیوں سے اپنے آپ کو

روک کرو۔

یعنی ان کے عیب وکمزوری کے بیان سے گریز کیا کرو۔ یہ حضرات کہنے کو تو اپنے آپ کو اہلِ حدیث کہتے ہیں، لیکن معلوم نہیں کن احادیث پر عمل کرنے کی بنا پر یہ لوگ اہلِ حدیث کہلاتے ہیں۔ جب حدیث میں سختی کے ساتھ وفات یافتگان کو برا بھلا کہنے سے منع کیا گیا ہے، تو کس جواز کی بنا پر یہ حضرات امام صاحب ؒ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں؟!

2 منصف اہلِ حدیث کا طرزِ عمل

اس کے ساتھ، ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ امام یا فقہ حنفی پر کیچڑ اچھالنا اور امام صاحب ؒ کی شان میں گستاخی کرنا تمام اہلِ حدیث کا شیوہ نہیں ہے، بلکہ بہت سے منصف مزاج اہلِ حدیث ہیں جو نہ صرف امام صاحب ؒ کی شان میں گستاخی کرکے اپنی زبان کو گندہ نہیں کرتے، بلکہ اپنے اہلِ حدیث دوستوں کو بھی اس لایعنی اور غیر مہذب عمل سے روکتے ہیں۔ اس فہرست میں اہلِ حدیث کے بڑے بڑے علماء ہیں، جنہوں نے امام صاحب ؒ کے فضائل ومناقب بیان کیے ہیں۔ امام صاحب ؒ کا نام بڑی عزت واحترام سے لیا ہے۔ امام صاحب ؒ کی علمی عبقریت اور فقہ وحدیث میں ان کی امتیازیت کا اعتراف کیا ہے۔ ان منصف اہلِ حدیث علماء کا بیان تمام اہل حدیث دوستوں کے لیے آئینہ ہے، جس میں وہ امام صاحب ؒ کی صحیح تصویر دیکھ سکتے ہیں اور ان کی شان میں گستاخی کرکے انہوں نے امام صاحب ؒ کی تصویر کو کس حد تک بگاڑنے کی کوشش کی ہے، اس کا بھی معائنہ کرسکتے ہیں۔ ذیل میں چند اہلِ حدیث علماء کے اقوال کو ذکر کیا جاتا ہے، جس سے ہم اس بات کا جائزہ لے سکتے ہیں کہ جس طرح امت کے سوادِ اعظم اور مذاہبِ اربعہ کے ائمہ متبوعین نے امام صاحب ؒ کی جلالتِ قدر کا اعتراف واظہار کیا ہے۔ اسی طرح بہت سے منصف اہلِ حدیث علماء نے بھی امام صاحب ؒ کی خدمات کو سراہا ہے۔ ان اہلِ

حدیث علماء کا بیان تمام غیر مقلدین کے لیے اسوہ اور نمونہ ہے، جس پر وہ بھی عمل کر سکتے ہیں۔

3 امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ اہلِ حدیث کے ممتاز لوگوں میں شمار ہوتے ہیں اور علماء اہلِ حدیث میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں، انہوں نے تاریخِ اہل حدیث میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر تقریباً بیس صفحے لکھے ہیں، جس میں جگہ جگہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ عقیدت واحترام کے ساتھ کیا ہے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات مدلل طور پر دیے ہیں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ارجاء کے دفاع میں لکھتے ہیں:

"بے شک بعض مصنفین نے (خدا ان پر رحم کرے) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ، امام زفر رحمۃ اللہ علیہ، حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کو رجالِ مرجیہ میں شمار کیا ہے، جس کی حقیقت کو نہ سمجھ کر اور حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ممدوح کی طرزِ زندگی پر نظر نہ رکھتے ہوئے بعض لوگوں نے اسے خوب اچھالا ہے، لیکن حقیقت رس علماء نے اس کا جواب کئی طریق پر دیا ہے۔

(تاریخ اہل حدیث:77)

اس کے بعد مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ مختلف حضرات علماء کے اقوال نقل کر کے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دفاع میں مکمل تجزیہ کیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کو نقل کر کے اس پر جو تجزیہ کیا ہے اس کو ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:

اسی طرح حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی دوسری کتاب تذکرۃ الحفاظ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کے عنوان کو معزز لقب "امام اعظم" سے مزین کر کے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جامع اخلاقِ حسنہ ہونا ان الفاظ میں ارقام فرماتے ہیں:

"کان إماما ورعا عالما متعبدا کبیر الشان، لا یقبل جوائز السلطان،

بل یتجر ویکتب۔ (تذکرۃ 1/10)"

سبحان اللہ! کیسے مختصر الفاظ میں کس خوبی سے ساری حیاتِ طیبہ کا نقشہ سامنے رکھ دیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے ہر علمی اور عملی شعبہ اور قبولیتِ عامہ اور غنائے قلبی اور حکام وسلاطین سے بے تعلقی وغیرہ فضائل میں سے کسی بھی غیر ضروری امر کو چھوڑ کر نہیں رکھا۔

(تاریخ اہل حدیث:80)

آگے چل کر "ایک محاکمہ" کا عنوان قائم کرتے ہیں، اس کے ذیل میں لکھتے ہیں:

جس امر میں بزرگان دین میں اختلاف ہو اس میں ہم جیسے ناقصوں کا محاکمہ کرنا بری بات ہے، لیکن چوں کہ بزرگوں سے حسنِ تادب کی بنا پر ہمارا فرض ہے کہ ان کے کلام کے محمل بیان کر کے ان سے الزام واعتراض کو دور کریں اور محض اپنی شخصی رائے سے نہیں، بلکہ بزرگوں ہی کے اقوال سے جو قرآن وحدیث سے مستنبط ہیں۔

(تاریخ اہل حدیث:88)

اخیر میں فیضِ ربانی کا عنوان قائم کر کے اپنے دل کی بات کہی ہے اور بزرگوں کے ساتھ ادب واحترام کی تعلیم وتلقین فرمائی ہے، فیضِ ربانی کا عنوان ملاحظہ فرمائیں:

"ہر چند کہ میں سخت گنہگار ہوں، لیکن یہ ایمان رکھتا ہوں اور اپنے صالح اساتذہ مولانا ابوعبداللہ عبید اللہ غلام حسن صاحب مرحوم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ اور جناب حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم محدث وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت وتلقین سے یہ بات یقین کے رتبے تک پہنچ چکی ہے کہ بزرگانِ دین خصوصاً حضرات ائمہ متبوعین سے حسنِ عقیدت نزول برکات کا ذریعہ ہے، اس لیے بعض اوقات خدا تعالیٰ اپنے فضلِ عمیم سے کوئی فیض اس ذرے بے مقدار پر نازل کر دیتا ہے، اس مقام پر اس کی صورت یوں ہے کہ جب میں نے اس مسئلے کے لیے کتب متعلقہ الماری سے نکالی اور حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تحقیقات شروع کی تو مختلف کتب کی ورق گردانی سے میرے دل پر غبار آ گیا، جس کا اثر بیرونی طور پر یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا یک میرے سامنے گھپ اندیرا چھا گیا "ظلمت بعضہا فوق بعض" کا نظارہ ہو گیا۔

خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈال دیا کہ یہ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بدظنی کا نتیجہ ہے۔ اس سے استغفار کرو، میں نے کلمات استغفار دہرانے شروع کیے، وہ اندھیرے فوراً کافور ہو گئے اور ان کے بجائے ایسا نور چمکا کہ اس نے دوپہر کی روشنی کو مات کر دیا، اس وقت سے میری حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حسن عقیدت اور زیادہ بڑھی گئی اور میں ان شخصوں سے، جن کو حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حسنِ عقیدت نہیں ہے، کہا کرتا ہوں کہ میری اور تمہاری مثال اس آیت کی مثال ہے کہ حق تعالیٰ منکرین معارجِ قدسیہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرماتا ہے: ﴿أفتمارونه على ما يرى﴾ میں نے جو کچھ عالم بیداری اور ہوشیاری میں دیکھ لیا اس میں مجھ سے جھگڑا کرنا بے سود ہے۔ هذا والله ولي الهداية اب میں اس مضمون کو ان کلمات پر ختم کرتا ہوں اور اپنے ناظرین سے امید رکھتا ہوں کہ وہ بزرگانِ دین سے، خصوصاً ائمہ متبوعین سے حسنِ ظن رکھیں اور گستاخی وشوخی اور بے ادبی سے پرہیز کریں، کیوں کہ اس کا نتیجہ ہر دو جہاں میں موجب خسران ونقصان ہے۔

از خدا خواہم توفیق ادب
بے ادب محروم شد از لطف رب

مولانا سیالکوٹی کا درد میں ڈوبا ہوا اور حقیقت کا انکشاف کرتا ہوا مضمون ان تمام اہلِ حدیث کے لیے عبرت ونصیحت ہے جن کا شیوہ ہی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بدگمانی وبد زبانی کا ہے۔

41 علمائے غیر مقلدین سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق

گذشتہ صفحات میں آپ محدثین وائمہ رجال سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اس کے بعد اب علمائے غیر مقلدین میں سے چند مشہور حضرات کے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق سے متعلق اقوال پیش کیے جاتے ہیں کیونکہ:

ع وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ۔

1 ماقبل آپ مشہور غیر مقلد عالم مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۹ھ) کا بیان پڑھ چکے ہیں، جس میں انہوں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑے عمدہ الفاظ میں تعریف کی ہے اور صاف اقرار کیا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔

2 اسی طرح مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (جو جماعت غیر مقلدین میں ''امام المسلمین'' کے لقب سے مشہور ہیں) سے بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں متعدد توثیقی اقوال گزر چکے ہیں۔

3 مولانا عبدالقادر سندھی رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد فاضل مدینہ یونیورسٹی، جو شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے، یہ بھی صاف اقرار کرتے ہیں:

''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ثقہ، عادل، عظیم امام اور حجت ہیں''۔ (مسئلہ رفع الیدین مترجم، ص ۹۲)

4 مشہور صاحب التصانیف غیر مقلد عالم مولانا محمد جوناگڑھی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۰ھ) بھی تصریح کرتے ہیں:

''امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پختہ اہل حدیث تھے''۔ (مشکوٰۃ محمدی، ص ۲۱۷)

5 غیر مقلدین کے استاذ العلماء مولانا محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں:

باقی کسی ثقہ کا کسی سے روایت کرنا مَرْوِيّ عَنْهُ کے ثقہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔

كَمَا رَوَى اَبُوْ حنيفةَ عَنْ جَابِرِ الْجُعْفِي۔

ترجمہ جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جابر جعفی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے......

(التحقیق الراسخ، ص ۱۲۴)

مولانا گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا صاف مطلب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ثقہ ہونے کے باوجود جابر جعفی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت لی ہے جو کہ جعفی رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کو مستلزم نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ مولانا گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خود امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ثقہ ہیں۔

6 دمشق کے مشہور غیر مقلد عالم شیخ محمد جمال الدین قاسمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۲ھ) نے بھی

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بڑے عمدہ الفاظ میں توثیق وتعریف کی ہے۔ چنانچہ موصوف آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

وكان عالما، عاملا، زاهدا، ورعا، تقيا، كثير الخشوع، دائم التضرع۔

(الفضل المبین علیٰ عقد الجوہر الثمین، ص۲۴۹)

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عالم، باعمل، زاہد، صاحب ورع، پرہیزگار، کثیر الخشوع اور ہمیشہ عاجزی کرنے والے تھے۔

7 آخر یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے جن محدثین نے روایتِ حدیث کی ہے وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہوسکتا، جیسا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کے بیان میں بحوالہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۸ھ) وغیرہ محدثین گزرا ہے۔ یہ بھی باقرار غیر مقلدین امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق پر ایک مستقل وٹھوس دلیل ہے۔ چنانچہ غیر مقلدین کے نامور مناظر مولانا عبداللہ لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ نے تمنا عمادی (منکر حدیث) کے قول: زہری رحمۃ اللہ علیہ کے ہزاروں شاگرد تھے، کے ذیل میں لکھا ہے:

"زہری رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کے لیے یہی کافی ہے"۔

(حاشیہ مقالات حدیث، ص۴۵۷، از: مولانا اسماعیل سلفیؒ غیر مقلد)

بنابریں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بے شمار محدثین کا روایت حدیث کرنا بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کے لیے کافی ہے۔ لہٰذا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت پر غیر مقلدین کے اعتراض کا باطل ہونا خود اُن کے اپنے نامور مناظر سے ثابت ہوگیا۔ وللہ الحمد علیٰ ذلك۔

باب22

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مخالفت وگستاخی کا انجام

1 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنے والے علمی دولت سے خالی ہیں

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اقوال پر نکتہ چینی کرنے والے وہ لوگ ہیں جو یقیناً امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے علمیت میں بے حد کمزور ہیں۔ (میزان ص ۱۷۳)

یعنی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض اس لئے نہیں کہ ان کی باتوں میں کوئی وزن ہے بلکہ اس کی وجہ ان کی علمی کمزوری ہے، جس کی بنا پر یہ لوگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بات کو پوری طرح سمجھ نہ پائے، اور اعتراض کر بیٹھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ یہ بھی لکھتے ہیں:

ان هذا قول متعصب على الامام رضى الله عنه، وليس عنده صاحب ذوق في العلم۔ (میزان ص 71)

یہ ان لوگوں کی باتیں ہیں جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تعصب رکھتے ہیں اور ذوقِ علم سے بے بہرہ ہیں۔ (میزان ص ۱۸۷)

یعنی اعتراض کی وجہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تعصب ہے۔ اگر تعصب نہیں تو اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ایسے لوگ علم سے بہت دور ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان بھی دیکھئے:

بعض اہل تعصب کا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ نکتہ چینی کرنا اور ان کو اہل الرائے میں شمار کرنا ہرگز قابل اعتماد نہیں ہے، بلکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تمام نکتہ چیں اور معترضین کے اقوال محققین کے نزدیک زٹلیات اور لغویات کی طرح ہیں۔

(میزان ص ۱۹۳)

آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

معترضین کی ان باتوں پر توجہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ عام آدمی کو چاہئیے کہ وہ اس قسم کے اعتراضات اور اشکالات پر دھیان ہی نہ دیں کیونکہ ان کی بنیاد علمی نہیں، علمی کمزوری ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فلا إلتفات إلى قول غيرهم في حقه وحق أتباعه۔ (میزان ج ا ص ۶۴)

ترجمہ: ان لوگوں کے اقوال کی طرف جو امام صاحب یا ان کے متبعین کے بارے میں منقول ہیں ہرگز توجہ نہ کرنی چاہئیے۔ (میزان ایضاً ص ۱۷۲)

2 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنے والے قلبی بصیرت سے محروم ہیں

جن لوگوں کے دلوں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حد درجہ کا بغض اور تعصب ہے اور وہ عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اپنے آپ کو اسلاف سے منسوب کرتے ہیں اور ان کے نام پر باقاعدہ گروہ بنا کر رات دن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے آپ کو ان سے فاصلہ پر رکھیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دماغ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بدگمانی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، اور جن کے دل تاریک ہیں، امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کی اس طرح نشاندہی فرمائی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اگر اس پر بھی کوئی اعتراض کرے، تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس کا سبب سوائے اس کے کہ وہ اپنی بصیرتِ قلبی سے محروم ہے اور کچھ نہیں ہے۔ (میزان ص 73)

3 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین سے دور رہنے کی نصیحت

قرآن وسنت کی دنیا بڑی نورانی ہے، اس کے نور سے صرف دنیا نہیں، آخرت بھی روشن ہوجاتی ہے۔ اب جو لوگ ائمہ عظام اور بزرگانِ دین پر ہمہ وقت اعتراض میں ہی لگے رہتے ہیں، اور یہ کہہ کر عام مسلمانوں کو ان سے بدگمان کرتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کا چہرہ تبدیل کر دیا تھا، اور یہ لوگ قرآن وحدیث کے مخالف تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا بڑا اختلاف ہے۔ ان لوگوں کا دینِ محمدی سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ آپ ہی بتائیں ایسے لوگوں کا دل کس طرح روشن ہوسکتا ہے؟ بصیرتِ قلبی سے محروم لوگوں کا گلے پھاڑ پھاڑ کر یہ کہنا کہ ہم ہی صرف قرآن وحدیث کے وارث ہیں، باقی سب اپنے اپنے اماموں کے ساتھ قیامت کے دن کھڑے ہوں گے۔ تو وہ غلط کہتے ہیں، ایسے لوگوں سے دور رہنے میں ہی عافیت ہے۔

ظالموں کی مجلس سے دور رہنے کی تعلیم قرآنِ کریم میں بھی ہے۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یاد رکھو، امام ابوحنیفہ ؒ اور ان کے کسی صاحب سے ہرگز تعصب نہ رکھو، اور اپنے آپ کو ان لوگوں کی تقلید سے محفوظ رکھو، جو امام ابوحنیفہ ؒ کے حالات اور ان کے تقویٰ اور دینی احتیاط سے بے خبر ہیں، جو یہ کہتے رہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ ؒ کے دلائل ضعیف ہیں۔ تم ان کی تقلید سے اس قول میں ان کے ساتھ نہ ہو، اور نہ تمہارا انجام بھی خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔ (میزان ج ا ص ۱۸۶)

اس سے پتہ چلا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ ؒ کے مذہب کی بنا ہی ضعیف روایتوں پر ہے، وہ خسارہ میں آئے ہوئے لوگ ہیں۔ یہ لوگ دوسروں کو تو ائمہ مجتہدین کی تقلید سے روکتے اور اسے حرام کہتے ہیں مگر ان کی خواہش ہی نہیں، اصرار بھی ہے کہ عام مسلمان امام ابوحنیفہ ؒ کو ضعیف کہنے میں ان کی تقلید کریں۔ امام شعرانی ؒ کی نصیحت یہ ہے کہ جو لوگ اس طرح کا پراپیگنڈہ کرتے ہیں۔ تم کبھی ان کی بات نہ سننا۔ وہ دھوکہ باز ہیں۔

یہاں خسارہ پانے سے مراد آخرت کا خسارہ ہے۔ آپ ان لوگوں کو جو امام ابوحنیفہ ؒ کی بے ادبی اور آپ ؒ کی گستاخی وتوہین کا کھیل بڑی بے حیائی سے کھیل رہے ہیں۔ عبرتناک انجام سے خبردار کر رہے ہیں۔ آپ ؒ لکھتے ہیں:

جو شخص امام ابوحنیفہ ؒ کی شان میں بے ادبی سے پیش آتا ہے، اس کی (آخرت میں) جیسی درگت بنے گی وہ خود جان لے گا۔ (میزان ج1 ص 187)

ہاں، جو لوگ باوجودیکہ وہ امام ابوحنیفہ ؒ کی تقلید نہیں کرتے، اپنے اپنے ائمہ (امام مالک ؒ، امام شافعی ؒ اور امام احمد ؒ) کے اجتہادات پر عمل کرتے ہیں، لیکن وہ تمام ائمہ کرام کا ادب واحترام کرتے ہیں، اور ان کے خلاف نہ کوئی لفظ کہتے ہیں، اور نہ سننا گوارا کرتے۔ امام شعرانی ؒ کے دل میں ان لوگوں کے لئے بڑی قدر ہے۔ آپ ؒ ان کے لئے دعا گو ہیں۔ آپ ؒ نے اپنے میزانِ کبریٰ اور دیگر تالیفات میں یہ بات واضح کی ہے کہ امام شافعی ؒ کس طرح امام ابوحنیفہ ؒ کا ادب واحترام کرتے تھے۔ آپ ؒ اللہ کے حضور اس طرح دعا گو ہیں:

اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ ؒ سے اور ان کے مقلدین سے اور ہر اس شخص سے جو آپ ؒ کے آداب کو ملحوظ رکھے، راضی رہے۔ (میزان ص ۱۷۰)

4 امام ابوحنیفہ ؒ کو برائی سے یاد کرنے والے پر بددعا

امام شعرانی ؒ کے دل میں ان لوگوں کے لئے ذرا بھی نرم گوشہ نہیں، جو ائمہ مجتہدین اور بزرگانِ دین کا ادب نہیں کرتے، آپ ؒ کہتے ہیں کہ میرے شیخ حضرت علی الخواص ؒ نے ایک مرتبہ اس شخص کے لئے بددعاء کی تھی جس نے ان کے سامنے امام ابوحنیفہ ؒ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا تھا۔ آپ ؒ لکھتے ہیں:

میں نے اپنے شیخ علی خواص ؒ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر مقلد پر تمام ائمہ مذاہب کا ادب لازمی ہے، اور ایک مرتبہ شیخ موصوف ؒ نے کسی شافعی کو یہ کہتے سنا کہ اس حدیث میں امام ابوحنیفہ ؒ کا رد ہے۔ تو آپ ؒ نے اس وقت فرمایا کہ خدا تعالیٰ تیری زبان کو کاٹے۔ تجھ جیسا آدمی اور ان کی شان میں ایسا لفظ بولتا ہے۔

(میزان ج ا ص ۱۶۹)

اس سے زیادہ جہالت کی بات اور کیا ہوگی کہ پھوٹتے ہی امام ابوحنیفہ ؒ کے کسی بیان کو حدیث کے خلاف کہہ دیا جائے، اور آپ کے بارے میں یہ تاثر عام کیا جائے کہ آپ ؒ نے قرآن وحدیث سے الگ کوئی نئی راہ بنالی تھی۔ اب جو لوگ بھی ان کے پیچھے چلیں گے وہ شریعتِ محمدیہ کی مخالف راہ چلیں گے۔ حیرت کی بات یہ ہے۔ یہ سارا نزلہ اور ملبہ بلکہ غصہ صرف احناف پر ہی گرایا جاتا ہے۔ امام شافعی ؒ، امام مالک ؒ اور امام احمد ؒ کے مقلدین اور ان کے متبعین پر نہیں۔ آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

5 امام ابوحنیفہ ؒ کی بے ادبی کا انجام

ائمہ ہدیٰ اور بزرگانِ دین کا ادب احترام بڑی سعادت اور نیکی ہے۔ ان کے ساتھ برائی سے پیش آنا، اور ان کے بے ادبی کرنا شقاوت کی علامت اور بدی ہے۔ خدا کے

دوستوں کو برائی سے یاد کرنے والا دنیا میں سرخرو ہوتا ہے نہ آخرت میں سرخرو ہوگا۔ بے ادب ہمیشہ خدا کے فضل واحسان سے محروم ہوتا ہے۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے ولیوں سے دور شیطان اور اس دوستوں سے قریب ہو جاتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ وہ اس نچلی سطح پر آجاتا ہے، جہاں اس کی زبان ائمہ ہدی اور صالحین کے بارے میں بے دریغ چلتی ہے، اور نتیجہ کے طور پر وہ خدا کی گرفت میں آکر رہتا ہے۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا ایک مشاہدہ خود آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنیئے:

شافعی مذہب کا ایک طالب علم جو مجھ سے پڑھنے کے لئے آیا کرتا تھا۔ اس نے ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی برائی شروع کردی، اور حد سے آگے بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ وہ کہنے لگا کہ میں ان کا اور ان کے تلاندہ کا کوئی کلام سننا گوارا نہیں کرتا۔ میں نے جب اس کی یہ بات سنی تو بہت ڈانٹا، مگر وہ باز نہ آیا۔ چنانچہ میں نے اسے فوراً نکال دیا، اور اپنے سے علیحدہ کردیا۔ خدا کی شان کہ ایک دن وہ ایک مکان کی سیڑھی سے اس طرح زمین پر گرا کہ اس کے کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی، اور یہ ہمیشہ کے لئے ٹوٹی ہی رہی، یہاں تک کہ وہ بری موت مرا۔ اسی بیماری کے دوران اس نے مجھے عیادت کے لئے بھی بلایا، مگر میں نے جانے سے انکار کردیا، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلامذہ کے ادب واحترام کی وجہ سے۔ پس یہ بات اچھی طرح سمجھ لو اور تمام ائمہ اور ان کے متبعین کے بارے میں اپنی زبان کو روکے رکھو۔ (میزان ج ۱ ص ۱۷۴)

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس چشم دید بیان سے پتہ چلتا ہے کہ ائمہ ہدیٰ کی بے ادبی اور ان کی شان میں گستاخی کی سزا اس دنیا میں بھی مل کر رہتی ہے، اور وہ خاتمہ بالخیر کی دولت سے بھی محروم رہتا ہے، کیونکہ انہوں نے اللہ کے ایک ولی سے دشمنی رکھی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے بدخواہوں کو ایک نہ ایک دن اپنی پکڑ میں لے ہی لیتا ہے۔

اعاذنا اللہ منہا۔

6 مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کا چشم دید واقعہ

یہ صرف امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی بات نہیں کہ ائمہ کرام کے گستاخ خاتمہ بالخیر کی دولت سے محروم ہوتے ہیں، غیر مقلد بزرگ بھی اپنے مریدوں کو یہ نصیحت کرتے آئے ہیں۔ مولانا حافظ عبدالمنان صاحب وزیرآبادی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۳۴ھ) فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ائمہ دین خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بے ادبی کرتا ہے، اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔ (تاریخ اہل حدیث ص ۴۳۷)

مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی صاحب مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا چشم دید واقعہ بھی دیکھتے جائیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تردید میں کچھ لکھنا چاہا، اور اس کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مواد کی تلاش شروع کردی، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف لکھی جانے والی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ پھر کیا ہوا؟ اسے خود مولانا مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنئے۔ آپ لکھتے ہیں:

جب میں نے اس کے لئے کتبِ متعلقہ الماری سے نکالیں اور حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تحقیقات شروع کیں، تو مختلف کتب کی ورق گردانی سے میرے دل پر کچھ غبار آگیا، جس کا اثر بیرونی طور پر یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا، یکا یک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا۔ گویا وہ

ظلمات بعضها فوق بعض

کا نظارہ ہو گیا۔ معاً خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بدظنی کا نتیجہ ہے۔ اس سے استغفار کرو۔ میں نے کلماتِ استغفار دہرانے شروع کئے۔ وہ اندھیرے فوراً کافور ہو گئے، اور ان کی بجائے ایسا نور چمکا کہ اس نے دوپہر کی روشنی کو مات کردیا۔ اس وقت سے میری حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حسنِ عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی، اور میں ان شخصوں سے جن کو حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حسنِ عقیدت نہیں ہے، کہا کرتا ہوں کہ میری اور تمہاری مثال اس آیت کی طرح ہے کہ حق تعالیٰ منکرین معراجِ قدسیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب کرکے فرماتا ہے:

أَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی ○ (النجم:12)

ترجمہ کیا تم اس سے اس بات میں جھگڑتے ہو جسے وہ سامنے دیکھ رہا ہے۔
میں نے جو کچھ عالمِ بیداری اور ہوشیاری میں دیکھ لیا اس میں مجھ سے جھگڑا کرتا بے سود ہے۔(تاریخ اہلحدیث ص ۷۲)

مولانا سیالکوٹی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین اور معتقدین کو چاہیے کہ وہ اس چشم دید واقعہ کی روشنی میں اپنے طرزِ عمل میں تبدیلی لائیں، اور ان لوگوں کے مقابل ڈٹ جائیں، جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بے ادبی کرنے کو حدیث اور اہلحدیث کی خدمت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ امام الجرح والتعدیل امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ (۲۳۳ھ) نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ثقہ کہا ہے۔(مناقب للذہبی رحمۃ اللہ علیہ ص ۴۵)
لیکن یہ ان لوگوں کا بغض و کینہ ہے جو انہیں چین سے بیٹھنے نہیں دیتا۔ وہ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اگر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کسی درجے میں بھی ثقہ نہ ہوتے، یا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا علم وعمل اور فقہ وفیصلہ قرآن وسنت کے خلاف ہوتا، تو اللہ جل شانہ امتِ محمدیہ کے ایک عظیم حصہ کو جس میں مفسرین، محدثین، فقہاء، متکلمین، مناظرین، صوفیہ وغیرہ کی ایک بڑی تعداد ہے، کبھی اس امام جلیل کی پیروی میں کھڑا نہ کرتا۔ وہ امت کیسے خیرِ امت ہوسکتی ہے جس کی اتنی بڑی اکثریت ایک ضعیف، بے علم اور قرآن وحدیث سے بے خبر امام کی تقلید پر جمع ہوجائے، اور یہ بھی کوئی دس، بیس سال، پچاس، سوسال کی بات نہیں، چودہ سو سال گزرنے پر بھی حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین موجود ہیں، اور بھاری اکثریت میں پائے جاتے ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا علم وعمل بقول مولانا سیالکوٹی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسا نور ہے کہ جس کے سامنے دوپہر کے چمکتے سورج کی روشنی بھی ماند پڑ جاتی ہے۔ مگر افسوس کہ آج ایک قلیل گروہ اپنی آنکھ بند کئے یہ ہی شور کر رہا ہے کہ ہمیں سورج کی کوئی روشنی دکھائی نہیں دیتی۔ اگر چمگاڈر کو دن میں سورج کی روشنی نہ دکھائی دے، تو آپ ہی بتائیں اس میں سورج کا کیا قصور ہے۔ یہ چمگاڈر کی بدنصیبی ہے کہ اسے چمکتا سورج بھی دکھائی نہیں دیتا۔
مولانا محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کردہ ایک واقعہ ملاحظہ کریں:

ہمارے مدرسہ کا حال سنئے۔ ایک روز حضرت والد بزرگوار مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے درس بخاری میں ایک طالبِ علم نے کہہ دیا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو پندرہ حدیثیں یاد تھیں، مجھے ان سے زیادہ حدیثیں یاد ہیں۔ والد صاحب کا چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہوگیا، اس کو حلقہ درس سے نکال دیا، اور مدرسہ سے بھی خارج کردیا، اور بفحوائے حدیث: (اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله) فرمایا کہ اس شخص کا خاتمہ دینِ حق پر نہیں ہوگا۔ ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ معلوم ہوا کہ وہ طالبِ علم مرتد ہوگیا ہے۔ أعاذنا الله من سوء الخاتمة۔(مقالات ص ۶۲)
ہم نے دو (2) اہلِ حدیث بزرگوں کے واقعات امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کی تائید میں ضمناً نقل کئے ہیں جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جو لوگ ائمہ ہدیٰ کی گستاخی کرتے ذرا حیاء نہیں کرتے، انہیں ان کے اپنے ہی دو بزرگوں کے بیانات اور واقعات سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ ہماری اس کتاب کا موضوع صرف وہ حقائق ہیں جو اللہ تعالیٰ نے کتاب وسنت اور تسلسلِ امت کی روشنی میں محدث شہیر وفقیہ جلیل حضرت امام سید عبدالوہاب الشعرانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ پر منکشف فرمائے اور جسے انہوں نے اپنی تالیف میزانِ کبریٰ کے مختلف حصوں میں بیان کئے۔ ہم نے ان بھرے موتیوں کو ایک ایک کرکے چنا اور ایک لڑی میں پروکر اہلِ سنت والجماعت مسلمانوں کی خدمت میں پیش کردیا۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ صرف صاحب قال نہ تھے، صاحب حال بھی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ قرآن وسنت کی روشنی میں لکھا اور اپنے اکابرین سے جو کچھ سنا، اسے اپنی آنکھوں دیکھا بھی۔ یہ خدا کا فضل تھا جو اس نے اپنے ایک مقبول بندہ کو عطا فرمایا اور ان کو کھلی آنکھوں امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عزت وعظمت اور عنداللہ مقبولیت دکھادی۔ فرحمه الله تعالى رحمة واسعة۔
ہم اس کتاب کے قارئین سے بجا طور پر توقع رکھتے ہیں کہ وہ اسے زیادہ سے زیادہ ان احباب تک پہنچائیں گے جنہیں بعض جاہلوں نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بدگمان کر رکھا ہے۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان کی اصلاح کا ذریعہ بنادیں، اور وہ

پھر سے راہِ راست پر آجائیں، اور ان کی زبان اور دل اللہ والوں اور ائمہ ہدیٰ کے بغض وکینہ سے آلودہ ہونے سے بچ جائے۔

اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے یہ محنت محض تیری رضا پانے اور پوری امت کے ماضی کو روشن اور تابناک بتانے کیلئے کی ہے اے اللہ تو اسے اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت نصیب فرما اور اسے پوری امت میں قبولیت عطا فرما۔

والیك الملجأ والمنتهٰی۔ ولله الآخرة والأولی۔ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی ○

وصلی الله تعالٰی علی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلی آله واصحابه اجمعین۔ وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○(البقرۃ:127)

ترجمہ اے ہمارے ربّ! ہم سے یہ خدمت قبول فرمالے، تو سب کی سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

اعجاز احمد اشرفی عفی عنہ

جمعۃ المبارک۔19 ذوالقعدۃ 1444ھ/9 جون 2023ء